پاؤلو کوئیلھو
ویرونیکا کی زندگی سے دستبرداری......
VERONIKA DECIDES
TO DIE
ترجمہ: عقیل عباس سومرو
PAULO COELHO

ویرونیکا کی زندگی سے دستبرداری۔۔۔!۔۔۔

پاؤلو کوئیلھو

ترجمہ: عقیل عباس سومرو

لاہور ● حیدرآباد ● کراچی ●

An Urdu Tanslation of

"VERONICA DECIDES TO DIE"

By: Paulo Coelho

نام کتاب : ویرونیکا کی زندگی سے دستبرداری......

مصنف : پاؤلو کوئیلہو

ترجمہ : عقیل عباس سومرو

اہتمام : ظہور احمد خاں

ناشر : فکشن ہاؤس لاہور

کمپوزنگ : فکشن کمپوزنگ اینڈ گرافکس، لاہور

پرنٹرز : سید محمد شاہ پرنٹرز، لاہور

سرورق : ریاض ظہور

اشاعت : 2012ء

قیمت : -/240روپے

تقسیم کنندہ:

فکشن ہاؤس: بک سٹریٹ 39-مزنگ روڈ لاہور، فون: 042-37249218-37237430

فکشن ہاؤس: 52,53 رابعہ سکوائر حیدر چوک حیدرآباد، فون: 022-2780608

فکشن ہاؤس: نوشین سنٹر، فرسٹ فلور دوکان نمبر 5 اردو بازار کراچی

● لاہور ● حیدرآباد ● کراچی

e-mail: fictionhouse2004@hotmail.com

انتساب

والدین کی محبت......

کے نام!

پیش لفظ

پاؤلو کوئیلہو جیسی با اثر شخصیت کو کسی تعارف کی ضرورت نہیں ہے کیوں کہ اُس کی تحریروں کا دنیا کی مختلف زبانوں میں ترجمہ ہونا ہی اُس کا سب سے بڑا تعارف ہے جو کہ اُس کی بہت بڑی پہچان ہے۔ گو کہ میرے قلم میں اتنی سکت نہیں ہے کہ پاؤلو کوئیلہو جیسی شخصیت کی ادبی خدمات کے بارے میں کچھ بیان کر سکوں لیکن پھر بھی ایک ادنیٰ سی کوشش کی گئی ہے کہ اس سمندر کو کوزے میں بند کیا جاسکے۔

پاؤلو کوئیلہو ڈی سوزا 24 اگست 1947ء کو برازیل میں پیدا ہوئے۔ زندگی کا آغاز ہی موت کے ساتھ کشمکش سے ہوا جس میں اُن کا کمزور، دقیق اور دُبلا پتلا جسد خاکی موت پر فتح یاب ہو گیا...... خانہ بدوشوں کے ماحول اور زندگی سے بہت متاثر ہوئے اور ان کے رنگ میں رنگے گئے۔ دنیا کے باقی ماندہ نوجوانوں کی طرح اولین عمر میں شاعری سے لگاؤ ہوا اور ایسا لگاؤ ہوا کہ خود شاعری شروع کر دی اور بہت سے نغمے بھی لکھے...... اور ساتھ ہی ساتھ بغاوت کے جرثومے بھی اندر ہی اندر نشو و نما پاتے رہے جس کی بنا پر اُن کو کئی دفعہ جیل کی ہوا بھی کھانی پڑی کیوں کہ اس وقت کے آمرانہ فوجی دور حکومت میں اُن پر یہ الزام تھا کہ ان کی شاعری اور نغمے بائیں بازو کی جماعتوں کے خیالات کی ترجمانی کرتے ہیں...... جس سے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہو رہا ہے۔

پاؤلو کوئیلہو کی زندگی میں بہت سے اُتار چڑھاؤ آئے کبھی اداکار، کبھی صحافی تو کبھی تھیٹر کے ڈائریکٹر لیکن اس کی زندگی کو ایک نئی راہ اسپین پہنچ کر ملی جب اس نے اپنے قلم کے

سحر سے تمام دنیا والوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ الکیمسٹ (The Alchemist) جس نے ادبی حلقوں میں بے چینی پھیلا دی اُن کی شہرت کا باعث بنی جس کو گینز بک آف ورلڈ ریکارڈ (Guinness Book of World Record) میں شامل کیا گیا۔ اُن کی تمام تحریروں کا طرزِ اسلوب، تسلسل، روانی اور اندازِ بیان ایسا ہے کہ آپ کا کتاب کو رکھنے کا دل نہیں کرتا......یہی ان کا مخصوص اندازِ بیان ہے جس کی وجہ سے وہ سب سے مختلف اور منفرد ادیب ہیں۔ تقریباً 26 کتابوں کے اس تخلیق کار کو اب تک بے شمار ادبی انعامات اور اعزازات سے نوازا جا چکا ہے۔

ویرونیکا کا زندگی سے دستبرداری کا فیصلہ...(Veronika decides to Die) پاؤلو کوئیلھو کی مشہور تخلیقات میں سے ایک ہے جس میں ویرونیکا کا زندگی سے موت تک کا سفر دکھایا گیا ہے اور پھر اُس موت سے واپسی......اور اس سفر کے دوران اُس کی روح میں ہونے والی تبدیلیوں جو کہ مصنف کے قلم کا کمال ہے اس کے علاوہ ایڈورڈ، میری، ڈاکٹر آئیگر اور زیڈیکا کا کردار جو کہ سب ویلٹ (اسپتال) کا حصہ ہیں اپنی انفرادی اہمیت رکھتے ہیں جس کو ہم نظر انداز نہیں کر سکتے۔

پاؤلو کوئیلھو نے ویرونیکا کی کہانی پیرس کے ایک ریستوران میں کھانے کے دوران اپنے ایک سلووینیا دوست کی زبانی سنی تھی جو کہ ویلٹ (اسپتال) کے انچارج ڈاکٹر کی بیٹی تھی۔

پاؤلو کوئیلھو نے جب اس موضوع کو قلم بند کرنے کا ارادہ کیا تو مناسب سمجھا کہ اپنے دوست کے نام کو فرضی نام سے تبدیل کر دے تاکہ قاری کو کسی الجھن کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اس نے سوچا کہ اس کا نام بلاسکا رکھے یا اڈوینا یا، یا پھر ماریٹزا یا کوئی سلووینین نام لیکن پھر سوچا کہ اس کا اصلی نام ہی لکھا جائے۔ جب وہ دوست ویرونیکا لکھے گا تو وہ دوست ویرونیکا ہوگی۔ جب وہ دوسری ویرونیکا کا ذکر کرے گا تو کسی وضاحت کی ضرورت نہیں ہوگی کیوں کہ وہی تو کتاب کا مرکزی کردار ہے اور اگر بار بار پاگل ویرونیکا لکھا جائے تو لوگ چڑچڑاہٹ اور اکتاہٹ کا شکار ہو سکتے ہیں یا یہ کہ ویرونیکا جس نے زندگی سے دستبرداری کا

فیصلہ کیا اس کے علاوہ وہ اور ویرونیکا کا کتاب میں انتہائی مختصر ذکر ہوگا۔

اس کی دوست ویرونیکا سخت ڈری ہوئی تھی کہ اس کے والد نے کیا کیا ہے۔ بطورِ خاص یہ ذہن میں رکھتے ہوئے کہ وہ ادارے کے ڈائریکٹر تھے اور ذمہ دار بھی، پھر وہ ایک مقالے پر بھی کام کر رہے تھے جس کا جائزہ کنونیشنل اکیڈمی آف کمیونٹی کو لینا تھا۔

کیا تمہیں معلوم ہے لفظ پناہ گاہ/ پاگل خانہ وغیرہ کہاں سے آیا ہے؟ وہ پوچھ رہی تھی۔ اس کا تعلق یورپ کے رومی زوال کے زمانے سے ہے جب ایک شخص کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ چرچ یا کسی دوسری مقدس جگہ پناہ لے سکے۔ پناہ کا حق کوئی ایسی چیز ہے جسے ہر مہذب شخص سمجھ سکتا ہے پھر میرے والد جو خود پناہ گاہ/ پاگل خانہ کے ڈائریکٹر تھے انہوں نے کیوں کسی کے ساتھ اس طرح برتاؤ کیا......؟

پاؤلو کوئیلھو پوری تفصیلات سے آگاہی چاہتا تھا کہ یہ سب کچھ کیسے ہوا کیوں کہ اس کے پاس ویرونیکا کی کہانی کو جاننے کی معقول وجوہات تھیں۔ وجوہات یہ تھیں: اسے خود ایک پاگل خانے میں داخل کیا گیا تھا یا یوں کہیں کہ دماغی اسپتال کا وہی بہتر جانتے ہوں گے، اور یہ واقعہ صرف ایک بار نہیں ہوا بلکہ تین بار 1965ء، 1966ء اور 1967ء میں، جہاں اُس کو نظر بند رہنا پڑا تھا۔

مختصراً جن وجوہات کی بنا پر اسے اسپتال میں داخل کیا گیا وہ آج بھی عجیب سی لگتی ہیں۔ ممکن ہے اس کے والدین اس کے غیر معمولی طرزِ عمل سے پریشان ہوں اور اُس کی خواہش کے پیش نظر کہ وہ ''آرٹسٹ'' بنے اور یہ وہ بات ہے جسے خاندان کے لوگ مکمل تباہی گردانتے اور سمجھتے تھے کہ اس کا معاشرتی تعلق ختم ہو جائے گا اور وہ غربت کا شکار ہو کر مر جائے گا۔

جب اس نے اس کے متعلق سوچا......اور کہا جا سکتا ہے وہ ایسا کم ہی کرتا تھا اس نے حقیقی دیوانوں پر توجہ دی۔ ڈاکٹر انتہائی معمولی وجوہات کی بنا پر اسے داخل کرنے پر آمادہ ہو گیا جیسا کہ کسی بھی خاندان میں یہ رویہ پایا جاتا ہے کہ الزام کو دوسروں کے سر منڈھ دے اور صاف صاف کہہ دے کہ اسے نہیں معلوم کہ اس نے یہ خطرناک فیصلہ کب کیا......!

پاؤلوکوئیلھو نے ویرونیکا کے بیان کردہ حقائق کو سنا جو یقیناً سننے کے قابل تھے کیوں کہ وہ خود بھی دماغی اسپتال میں داخل رہ چکا تھا اور جیسا کہ اس کی پہلی بیوی نے کہا تھا ''کیا کسی کو باہر نہیں نکلنے دیا جاتا......''!

لیکن وہ نکلا تھا اور جب اس نے آخری دفعہ سنی ٹوریم کو چھوڑا تو اس فیصلے کے ساتھ کہ اب وہ واپس نہیں آئے گا۔ اس نے دو فیصلے اور عہد کیا تھا کہ (1) وہ اس موضوع پر ایک دن لکھے گا (2) اور یہ کہ وہ اپنے والدین کی وفات تک انتظار کرے گا اور پھر لوگوں کے درمیان اس مسئلے پر بات کرے گا کیونکہ وہ انہیں تکلیف پہنچانا نہیں چاہتا تھا۔ ان دونوں نے کئی برس تک اپنے کیئے کا الزام اپنے اوپر رکھا۔

اس کی والدہ 1993ء میں انتقال کر گئی لیکن اس کے والد جن کی عمر 1997ء میں چوراسی (84) سال تھی وہ اب بھی پوری ذہنی صلاحیتوں اور صحت کے ساتھ زندہ ہیں حالانکہ انہیں پھیپھڑوں کا مرض لاحق ہے وہ ہمیشہ فروزن کھانا کھاتے ہیں کیونکہ ان کے یہاں کچن کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں ہے۔

چنانچہ پاؤلوکوئیلھو نے جب ویرونیکا کی کہانی سنی تو ایک طریقہ سوچا کہ اپنے وعدے کو توڑے بغیر وہ اس مسئلے پر گفتگو کر سکے۔ حالانکہ اس نے خودکشی کے متعلق کبھی نہیں سوچا لیکن دنیا بھر کے دماغی اسپتالوں سے متعلق اسے معلومات حاصل تھیں، کہ علاج کیسے ہوتا ہے، مریض اور ڈاکٹروں کے درمیان رشتے کیسے ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ......!

پھر میں نے دل میں سوچا، جیسا کہ احمقوں کے ساتھ ہوتا ہے
تو کیا وہ میرے ساتھ بھی ہوگا......
اس طرف جاؤ، مزے سے روٹی کھاؤ،
اور مسرور دل کے ساتھ شراب پیئو،
خدا نے تیرے کام کو پہلے ہی منظور کر لیا ہے،

اپنے لباس کو ہمیشہ سفید رکھو،

اپنے سر کو تیل کے بنا نہ چھوڑو،

اپنی بیوی کے ساتھ خوش وخرم زندگی گزارو جس سے تم محبت کرتے ہو۔

تیری زندگی کے سارے دن نمود و نمائش ہیں،

جو اس نے تجھے سورج کی روشنی میں بخشا ہے،

تیری زندگی کے سارے دن نمود و نمائش ہیں،

یہ زندگی کا ایک حصہ ہے،

اور محنت میں، سورج کی روشنی میں تم نے سخت مشقت کی......

ضمیر کے راستے پر چلو،

ضمیر کی آنکھ سے دیکھو،

لیکن ان تمام چیزوں سے واقفیت رکھو

خدا تمہارے ساتھ انصاف کرے گا!

عقیل عباس سومرو

جنوری 2012ء

شکار پور، سندھ

e-mail: a-qalbi@homail.com

1

11 نومبر 1997ء کو ویرونیکا نے فیصلہ کیا کہ بالآخر وہ وقت آن پہنچا جب اسے اپنے آپ کو ختم کر لینا چاہیئے۔ اس نے اس کمرے کو بڑی احتیاط سے صاف کیا جسے مذہبی جماعت کی رکن نے اسے کرائے پر دیا تھا۔ آتش دان کو بُجھا دیا، دانتوں کو بُرش کیا اور آرام کی غرض سے لیٹ گئی۔

اس نے میز سے خواب آور گولیوں کے چار پیکٹ اٹھائے۔ انہیں پانی میں حل کرنے کی بجائے، اس نے سوچا کہ وہ ان گولیوں کو ایک ایک کر کے کھالے گی کیونکہ سوچ اور عمل کے درمیان ہمیشہ کچھ وقفہ ہوتا ہے اور اس کی خواہش تھی کہ وہ جب چاہے اپنے فیصلے سے انحراف کر لے۔ بہرحال ہر گولی کو نگلتے ہوئے وہ مزید اطمینان اور سکون محسوس کر رہی تھی۔ پانچ منٹ کے بعد سارے پیکٹ خالی ہو گئے۔

چونکہ وہ اس بات سے آگاہ نہیں تھی کہ کتنی دیر میں اس پر بے ہوشی غلبہ پالے گی اس لئے اس نے فرانسیسی میگزین ''ہوم'' کی کاپی جو آج ہی اس لائبریری میں آیا تھا جس میں وہ کام کیا کرتی تھی، کو اپنے بستر پر رکھا۔ اسے کمپیوٹر سائنس سے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی لیکن جب اس نے میگزین کے اوراق الٹے تو اس کی نظر سے ایک مضمون گزرا جو کمپیوٹر گیم پر تھا جسے برازیلین مصنف پاؤلو کوئیلہو نے تخلیق کیا تھا اور جس سے اس کی ملاقات گرینڈ یونین ہوٹل کے کیفے میں ایک لیکچر کے دوران ہو چکی تھی۔ اس سے چند جملوں کا تبادلہ بھی ہوا تھا

لیکن عین اس وقت پبلشر نے اس سے کھانے پر مدعو ہونے کی درخواست کردی تھی اس لئے اسے اپنی گفتگو کے سلسلے کو روکنا پڑا۔ اس تقریب میں بے شمار لوگ تھے حالانکہ ان کے پاس یہ موقع نہیں تھا کہ وہ کسی بھی موضوع پر یکسوئی سے گفتگو کرسکیں۔

مصنف سے اس کی ملاقات کی حقیقت نے اسے یہ سوچنے پر مجبور کردیا کہ وہ اس کی دنیا کا ہی حصہ ہے اور اس کے مضمون کا مطالعہ وقت گزارنے کا بہتر ذریعہ ہوسکتا ہے اپنی موت کے انتظار کے دوران ویرونیکا نے کمپیوٹر سائنس پر لکھے مضمون کا مطالعہ شروع کر دیا۔ یہ وہ موضوع تھا جس سے اس کا لگاؤ نہ ہونے کے برابر تھا اور ایسا وہ ساری زندگی کرتی رہی تھی۔ اس کی نظر آسان ترجیحات پر رہا کرتی، دسترس میں آجانے والی چیزوں پر جیسے یہ میگزین وغیرہ۔

اس وقت اس کی حیرتوں کی انتہا نہ رہی جب مضمون کی پہلی ہی سطر نے اس کی سستی کو جھنجھوڑ کے رکھ دیا۔ (اس وقت تک خوابِ آور گولیاں اس کے پیٹ میں حل نہیں ہوئی تھیں اور ویرونیکا قدرتاً سست اور کاہل تھی) اور زندگی میں یہ پہلا موقع تھا جب اس نے اس قول پر غور کیا جو اس کے دوستوں میں کافی مقبول تھا کہ ''اس دنیا میں کوئی چیز اتفاقاً ظہور پذیر نہیں ہوتی۔''

عین اس لمحے میں جب وہ مرنے جارہی تھی تو اس پہلی سطر میں موجود چیز نے اسے متوجہ کرلیا؟ وہ کونسا ملفوف پیغام تھا جو اس نے اپنے سامنے دیکھا تھا، یہ گمان کرتے ہوئے کہ اور بھی بہت سی چیزیں اس پیغام کی طرح پوشیدہ ہیں یا پھر یہ اتفاقی امر ہے۔

کمپیوٹر گیم کی توضیح کرتے ہوئے مصنف نے اپنے مضمون کی ابتدا اس سوال سے کی تھی کہ ''سلووینیا (Slovenia) کہاں واقع ہے؟''

''بے شک'' اس نے سوچا۔ ''سلووینیا کہاں ہے، اس بات سے تو کوئی بھی واقف نہیں ہے۔''

حالانکہ یہ موجود ہے۔ یہ اس کے اندر، اس کے باہر، اس کے اردگرد موجود پہاڑوں میں، ان زمینوں پر جسے وہ دیکھتی ہے، موجود ہے۔ سلووینیا اس کا ملک، اس کا وطن ہے۔

وہ میگزین کو ایک طرف رکھ دیتی ہے۔ اب اس دنیا سے آزردہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں تھی جو سلووینیا کو مکمل فراموش کر چکے ہیں۔ اسے اپنے قومی وقار کی کوئی فکر نہیں تھی یہ وہ وقت تھا جب اسے اپنی ذات پر فخر کرنا چاہئے۔ اس بات کو تسلیم کرنا چاہئے کہ وہ اس عمل کی متحمل تھی اور اس میں اتنی جرات تھی کہ وہ اس زندگی کو چھوڑ رہی تھی۔ خوشی کسے کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ جو کرنے جا رہی تھی اس کا اس نے ہمیشہ خواب دیکھا تھا یعنی خواب آور گولیاں کھانے کا جو کوئی نشان نہیں چھوڑتی۔

ویرونیکا قریب قریب چھ مہینوں سے ان گولیوں کے حصول کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ سوچا کرتی کہ شاید اس کا انتظام نہ ہو سکے۔ اس نے یہاں تک سوچا تھا کہ اپنی کلائی میں کسی تیز چاقو سے شگاف کر لے۔ اس طرح کمرہ خون سے بھر جاتا لیکن اسے کیا پروا۔ راہبائیں الجھن کا شکار اور پریشان ہوتیں کیونکہ خودکشی لوگوں کو پہلے اپنے متعلق سوچنے پر مجبور کرتی ہے، دوسری باتوں کو بعد میں۔ وہ سب کچھ کرنے کے لئے تیار تھی کہ اس کی موت کسی قدر باعث پریشانی ہو لیکن اگر ہاتھ کی شریان کاٹنا ہی واحد طریقہ ہو تو پھر اس کے پاس کوئی دوسری ترجیح نہیں تھی۔ یوں راہبائیں جلدی سے کمرے کو صاف کر کے ساری کہانی کو بھول جاتیں ورنہ وہ دوبارہ کمرے کو کرائے پر دینے میں دقت محسوس کرتیں۔ ہم بیسویں صدی کے آخر تک زندہ رہیں تو بھی لوگ بھوت پریت پر یقین کرتے رہیں گے۔

اسی طرح وہ لبیانا (Lebyana) کی بلند عمارتوں میں سے کسی سے چھلانگ لگا سکتی تھی لیکن اس طرح اتنی بلندی سے گرنے پر اس کے والدین کی تکلیف کا کیا حال ہوتا؟ اپنی بیٹی کی موت کی خبر سن کر انہیں کتنا صدمہ ہوتا۔ اس پر مزید عذاب یہ کہ انہیں بگڑی شکل و صورت کی لاش کو پہچاننا پڑتا۔ نہیں خون کے اخراج سے ہونے والی موت کے مقابلے

میں یہ ایک بدترین حل ہوتا۔ کیونکہ ان دو شخصیات کو صدمہ ہوتا جو ہمیشہ اس کی بہتری چاہتے رہے۔

وہ اپنی بیٹی کی موت کو آخرکار بھلا دیتے لیکن ریزہ ریزہ جسم کو بھولنا ناممکن ہوتا۔ گولی، کسی اونچی عمارت سے کودنا، گلے میں پھندا لگا کر لٹکنا، یہ تمام صورتیں صنف نازک کے لئے موزوں نہیں۔ عورتیں جب خود کو قتل کرنا چاہتی ہیں تو کوئی رومانوی طریقہ کار منتخب کرتی ہیں......مثلاً اپنی کلائی کی شریان کھول کر یا پھر خواب آور گولیوں کی بڑی مقدار کھا کر۔ افتاد کی شکار شہزادیوں اور ہالی وڈ کی اداکاراؤں نے اس قسم کی بہت سی مثالیں چھوڑی ہیں۔

ویرونیکا یہ جانتی تھی کہ زندگی کا مقصد ان مناسب لمحات کا انتظار ہوتا ہے جب عمل کیا جائے۔ چنانچہ یہ ثابت ہو گیا۔ اس کی شکایت کے نتیجے میں کہ وہ رات میں نہیں سو سکتی، اس کے دو دوستوں نے تیز نشے کے چار پیک کا انتظام کر دیا جو مقامی نائٹ کلب کے باشندے استعمال کیا کرتے تھے۔ ویرونیکا چاروں پیکٹ اپنے بیڈ کے ساتھ رکھی میز پر ایک ہفتے تک رکھے رہی، آنے والی موت کے انتظار اور خدا حافظ کہنے کے لئے......انتہائی غیر جذباتی انداز میں......جسے لوگ زندگی کہا کرتے ہیں۔

اب وہ خوش تھی کہ اس نے تمام انتظامات کر لئے ہیں اور کچھ عدم دلچسپی کا شکار بھی تھی کیونکہ وہ نہیں جانتی تھی کہ ان تھوڑے سے لمحات میں کیا کرے۔

اس نے پھر اس عجیب سے لغو سوال کے متعلق سوچا جسے اس نے ابھی ابھی پڑھا تھا آخر کمپیوٹر پر مضمون کی ابتدائی سطر میں ایسے احمقانہ سوال کا کیا مطلب کہ "سلووینیا کہاں واقع ہے؟"

چونکہ کوئی دوسرا دلچسپ مشغلہ نہیں تھا اس لئے اس نے اس مضمون کو پڑھنے کا ارادہ کیا اور اس نتیجے پر پہنچی کہ کمپیوٹر گیم سلووینیا میں بنایا گیا تھا......ایک ایسا ملک جسے لوگ جانتے تک نہیں، سوائے ان لوگوں کے جو وہاں رہتے ہیں...... کیونکہ وہاں مزدور کم اجرتوں پر مل

جاتے ہیں۔ چند ماہ قبل جب اس صنعت کی تکمیل کا آغاز ہوا تھا اس وقت فرانسیسی صنعت کار نے ولیڈ (Vled) کے قلعے میں پوری دنیا کے صحافیوں کے لئے ضیافت کا اہتمام کیا تھا۔

ویرونیکا کو اس پارٹی سے متعلق پڑھی ہوئی باتیں یاد آئیں۔ پارٹی کا انعقاد شہر کا ایک اہم واقعہ تھا، قلعے کو کافی حد تک ملتے جلتے رنگوں سے آراستہ کیا گیا تھا، سی ڈی روم کا ماحول قدیم طرز پر تھا۔ مقامی پریس کے اختلافات کے باعث جرمنی، فرانس، انگلستان، اٹلی اور اسپین کے صحافیوں کو مدعو کیا گیا تھا لیکن سلووینیا کے کسی بھی صحافی کو نہیں بلایا گیا تھا۔

ہوم (ایک اخبار) کا نمائندہ جو پہلی بار سلووینیا آیا تھا، ظاہر ہے کہ اس کے تمام اخراجات منتظمین کو ادا کرنا تھا، اس نے سوچ رکھا تھا کہ اپنے دور میں دوسرے صحافیوں سے خوب تبادلہ خیال کرے گا...... دلچسپ تبصرے کے دوران قلعے میں لذیذ کھانوں اور شراب سے لطف اندوز ہوگا۔ اس نے سوچ رکھا تھا کہ اپنے مضمون کو مزاحیہ انداز میں شروع کرے گا جسے اس کے ملک کے قارئین پسند کریں گے۔ اس نے شاید اپنے میگزین کے دوسرے ساتھیوں سے مقامی رسم ورواج کی غیر حقیقی کہانیاں سنانے کے علاوہ یہ بھی کہا تھا کہ سلووینیا کی عورتیں کتنا برا لباس پہنتی ہیں۔

یہ اس کا مسئلہ تھا۔ ویرونیکا مر رہی تھی اور اس کی دوسری پریشانیاں تھیں، مثلاً یہ فکر کہ کیا مرنے کے بعد کوئی دوسری زندگی ہوتی ہے یا یہ کہ اس کی لاش کب دریافت ہوگی۔ تاہم...... یا حقیقتاً اس نے یہ اہم فیصلہ صحیح کیا ہے...... ان خیالات کے باعث اسے مضمون غیر دلچسپ لگا۔

اس نے کھڑکی سے باہر دیکھا تو اس کی نظر لبیانا (شہر) کے ایک چھوٹے چوراہے پر پڑی ''اگر وہ سلووینیا کو نہیں جانتے تو لبیانا کوئی فرضی یا تمثیلی چیز ہی ہوگی۔'' اس نے سوچا جیسے Atlantis یا Lemuria یا پھر دوسرے غرق ہونے والے براعظم جو صرف لوگوں کے تصور میں ہی آتے ہیں۔ دنیا کا کوئی شخص، کہیں کا بھی ہو اپنے مضمون کی ابتدا اس

طرح نہیں کرے گا کہ ماؤنٹ ایورسٹ کہاں ہے، یہاں تک کہ وہ وہاں کبھی نہ بھی گیا ہو۔ جبکہ وسطی یورپ کا ایک صحافی ایک اہم میگزین کا صحافی، ایسا بھی ہے جو اس قسم کا سوال کرنے میں کوئی شرم محسوس نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کے بہت سے قارئین ایسے بھی ہیں جو یہ نہیں جانتے کہ سلووینیا کہاں واقع ہے۔ پھر اس کے دارالحکومت لبیانا سے کیونکر واقف ہوں گے۔

اس طرح ویرونیکا کو وقت گزاری کا سبب مل گیا اور دس منٹ گزر جانے کے باوجود اس نے کسی جسمانی تبدیلی کو نہیں محسوس کیا۔ اس کی زندگی کا سب سے اہم کام میگزین کو خط لکھنا ہوگا اور یہ وضاحت کی جائے گی کہ سلووینیا سابق یوگوسلاویہ کو تقسیم کر کے بنائی جانے والی پانچ ریاستوں میں سے ایک ہے۔

یہ خط خودکشی سے قبل لکھی جانے والی تحریر ہوگی اور وہ اپنی موت کی کسی حقیقی وجہ کو ضبط تحریر میں نہیں لائے گی۔

جب اس کی لاش دریافت ہوگی تو لوگ نتیجہ اخذ کریں گے کہ اس نے خود کو اس لئے قتل کرلیا کیونکہ ایک میگزین اس کے ملک سے ناواقف تھا۔ اسے اخبارات میں شائع ہونے والی بحثوں وتکرار کے متعلق سوچ کر ہنسی آنے لگی جن میں سے کچھ اس کی خودکشی کے حق میں لکھیں گے اور کچھ مخالفت میں کہ اس نے اپنے ملک کی عزت ووقار کی خاطر اپنی جان نثار کردی، اور اب اسے اتنی جلدی اپنی سوچ کی تبدیلی سے صدمہ ہوا، ابھی چند لمحات تک اس کی سوچ اس کے برعکس تھی اور یہ کہ دنیا اور جغرافیائی مسائل سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

اس نے خط لکھا۔ ان لمحات میں خوشگوار مزاج نے مرنے کی خواہش کے برعکس سوچنا شروع کردیا۔ لیکن اس نے تو پہلے ہی خواب آور گولیاں کھالی تھیں اور واپسی ناممکن ہوچکی تھی۔

بہرحال اس سے قبل ایسے لمحات بھی آئے جب اس نے خود کو قتل نہیں کیا حالانکہ وہ ایک مایوس اور دل گرفتہ عورت تھی جو مسلسل پریشان رہا کرتی۔ اس نے بہت سی شامیں لبیانا

کی سڑکوں پر خوش وخرم چہل قدمی کر کے بھی گزاری تھیں۔ اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے...... راہباؤں کی اقامت گاہ کی کھڑکی سے جھانکتے ہوئے...... چوراہے پر ایستادہ شاعر کے مجسمے پر گرتی ہوئی برف......ایک بار تقریباً ایک ماہ قبل، اس نے محسوس کیا تھا کہ جیسے وہ ہواؤں پر چل رہی ہے۔ کیونکہ ایک اجنبی نے اسی چوراہے کے بیچ اسے پھول پیش کیا تھا۔

اسے یقین تھا کہ وہ قطعی نارمل ہے۔ مر جانے کے فیصلے کے پیچھے دو عام سی وجوہات تھیں۔ اسے یقین تھا کہ وہ جب اس بارے میں اپنی تحریر چھوڑے گی تو بہت سے لوگ اس سے متفق ہوں گے۔

پہلی وجہ: اس کی زندگی کی ہر ایک چیز میں یکسانیت تھی اور جب اس کی جوانی چلی جائے گی تو پھر انحطاط ہی انحطاط ہوگا۔ بڑھاپے کی ابتداء سے انمٹ نشانات کی شروعات ہو جائیں گی بیماریاں، دوستوں سے دوری وغیرہ۔ اگر وہ اپنی زندگی کو جاری وساری رکھتی ہے تو اسے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ ممکنہ دکھوں اور پریشانیوں میں اضافہ ہوتا رہے گا۔

دوسری وجہ کچھ زیادہ ہی فلسفیانہ تھی: ویرونیکا اخبارات پڑھ کے، TV دیکھ کے، اس بات سے واقف تھی کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ سب کچھ غلط سلط تھا اور ایسا کوئی ذریعہ نہیں تھا کہ وہ غلط کو صحیح کر دے۔ اس بناء پر وہ خود کو یکسر مجہول تصور کرتی تھی۔

تھوڑی دیر بعد بہرحال اسے زندگی کا اہم ترین تجربہ ہوگا جو انتہائی غیر معمولی اور اچھوتا ہوگا: موت......اس نے میگزین کو خط لکھا پھر موضوع بدلا اور دوسرے معاملات پر غور کیا کہ اس نے کس طرح زندگی گزاری اور اب اس لمحے مر رہی ہے۔

وہ تصور میں لانے کی کوشش کرتی ہے کہ مرتے ہوئے کیسا لگے گا، لیکن کچھ سمجھنے اور کسی نتیجے پر پہنچنے، میں ناکام ہوگئی۔

علاوہ ازیں اس بارے میں فکر کی کوئی بات نہیں تھی کیونکہ چند منٹوں بعد وہ اس کیفیت کو جان لے گی۔

کتنے منٹوں بعد؟

اس کا اسے اندازہ نہیں تھا۔ لیکن اس کے خیالات میں تبدیلی آئی کہ وہ جلد ہی اس سوال کا جواب پالے گی جو ہر شخص خود سے کرتا ہے کہ کیا خدا کا وجود ہے؟

بہت سے دوسرے لوگوں کی طرح اس کی زندگی کے اندر یہ کوئی بڑی بحث والی بات نہیں تھی۔ پرانی کمیونسٹ حکومت کے دور میں، اسکولوں میں سرکاری لائن وہ ہوتی تھی جس کا اختتام موت پر ہوتا تھا، اور وہ اس خیال کو پسند کرتی تھی۔ دوسری طرف اس کے والدین اور ہم عصر، دادا، دادی سب کے سب ابھی تک چرچ جاتے ہیں، دعائیں کرتے ہیں، زیارتوں پر جاتے ہیں اور انہیں مکمل طور پر یقین ہوتا ہے کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں انہیں خدا سنتا ہے۔

24 سال کی عمر تک اس نے وہ تمام تجربات حاصل کیے جو کر سکتی تھی......اور یہ کوئی معمولی کامیابی نہیں تھی......ویرونیکا یقین کی حد تک جانتی تھی کہ ہر چیز کا اختتام موت پر ہوتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے خودکشی کا انتخاب کیا تھا۔ بالآخر آزادی اور ابدی فراموشی۔

حالانکہ اس کے دل میں اب بھی شک تھا۔ اگر واقعی خدا کا وجود ہے تو کیا ہوگا؟ ہزاروں برس کی تہذیب نے خودکشی کو حرام قرار دیا ہے۔ ہر مذہبی قانون میں ایک برا عمل۔ انسان کی جدوجہد زندگی کے لئے ہوتی ہے، مرنے کے لئے نہیں۔ نسل انسانی کو محفوظ رہنا چاہئے۔ معاشرے کو کارکنوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک جوڑے کو ایک ساتھ رہنے کی وجوہات ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ چاہے اس میں محبت کا عنصر ختم ہی کیوں نہ ہو گیا ہو اور ایک ملک کو سپاہیوں، سیاست دانوں اور فنکاروں کی ضرورت ہوتی ہے۔

"اگر خدا کا وجود ہے اور میں حقیقتاً ایسا نہیں سمجھتی کہ ہے تو وہ انسانی سمجھ کی حدود سے واقف ہے۔ وہی ہے جس نے یہ افراتفری پیدا کی اور اس میں غربت، ناانصافی، لالچ اور احساس تنہائی کو سمویا۔ اس میں شک نہیں کہ اس کے ارادے اچھے تھے لیکن نتائج تباہ کن ہوئے۔ اگر خدا کا وجود ہے تو وہ ان لوگوں سے فراخ دل ہوگا جو اس دنیا کو جلد از جلد چھوڑنا

چاہتے ہیں اور یہ بھی امکانات ہیں کہ اسے یہاں وقت گزاری کے لئے مامور کرنے پر افسوس بھی ہو۔"

نجس، پاک، مافوق الفطرت باتیں جائیں بھاڑ میں۔ اس کی مقدس ماں کہے گی! ماضی کو خدا ہی جانتا ہے اسی طرح حال اور مستقبل کو بھی ایسی صورت میں اس (خدا) نے اسے اس دنیا میں پورے علم کے ساتھ بھیجا کہ وہ اپنی زندگی کو ختم نہیں کرے گی اور اس کے کسی عمل سے اسے (خدا) کوئی صدمہ نہیں پہنچے گا۔

ویرونیکا کو تسلی کا احساس ہوا جو جلد ہی شدید ہو گیا۔

چند لمحات میں ہی وہ اپنی کھڑکی کے باہر چوراہے پر توجہ دینے کے قابل نہیں رہے گی۔ اس کے علم میں تھا کہ یہ موسمِ سرما ہے، اس وقت شام کو چار بجنے والے ہوں گے اور سورج تیزی سے ڈوب رہا ہوگا۔ وہ جانتی تھی کہ لوگ اپنے اپنے گھروں کو جا رہے ہیں۔ اسی لمحے کھڑکی کے قریب سے ایک جوان شخص گزرتے ہوئے اسے دیکھتا ہے۔ اس بات سے بے خبر کہ وہ بس مرنے والی ہے۔ بولیویا (Bolivia) کے موسیقاروں کا ایک گروپ (Bolivia کہاں ہے؟ میگزین نے یہ سوال کیوں نہیں کیا؟) فرانس کے صدر اور سلووینیا کے عظیم شاعر کے مجسموں کے سامنے نغمہ سرا ہے، جنہوں نے اپنی عوام کی روحوں پر انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔

کیا وہ چوراہے سے آتی ہوئی موسیقی کی آواز کو آخر تک سننے کے لئے زندہ رہے گی؟ یہ اس زندگی کی ایک خوبصورت یاد ہو گی۔ شام کے آگے بڑھنے کے ساتھ، ملک کے خواب کو یاد کرتے ہوئے نغمہ سرائی، دنیا کے دوسری طرف حرارت سے پُر کمرہ، گزرتا ہوا خوبصورت جوان، زندگی کی توانائی سے بھرپور۔ وہ اب رک کر اس پر نظر ڈالتا ہے۔ اسے احساس ہوتا ہے کہ خواب آور گولیوں نے اپنا کام شروع کر دیا اور یہ آخری شخص ہے جس نے اسے دیکھا ہے۔

وہ مسکراتا ہے۔ وہ جواباً مسکراتی ہے......اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں تھی جو ضائع

ہوتی ۔اس شخص نے ہاتھ ہلایا۔ ویرونیکا نے ظاہر کیا کہ جیسے وہ کوئی دوسری چیز دیکھ رہی ہے۔ نوجوان دور ہوتا دکھائی دیا۔ وہ تردد کے ساتھ کھڑکی پر دکھائی دینے والے چہرے کو ہمیشہ کے لئے بھول کر آگے بڑھ جاتا ہے۔

لیکن ویرونیکا آخری لمحات میں کسی شخص کی خواہش کو محسوس کرتے ہوئے خوش تھی وہ خود کو اس لئے نہیں قتل کر رہی تھی کہ محبت میں ناکام ہوئی ہے اور نہ ہی اس لئے کہ اس کے خاندان نے اسے محبت نہیں دی تھی یا اسے کوئی معاشی مسئلہ تھا اور نہ ہی کوئی ایسی بیماری تھی کہ جو لا علاج ہو۔

ویرونیکا نے مرنے کا فیصلہ تو اس وقت کیا تھا جب خوبصورت لبیانا کی سہ پہر کو بولیویا کے نغمہ سنج چوراہے پر نغمہ ریز تھے اور ایک جوان شخص نے گزرتے ہوئے اسے کھڑکی پر دیکھا تھا اور وہ آنکھوں سے دکھائی دینے اور کانوں سے سنائی دینے والی چیزوں سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ وہ تو اس بات سے بھی خوش تھی کہ وہ اب یہ سب کچھ آئندہ تیس، چالیس یا پچاس برسوں تک دوبارہ نہیں دیکھے یا سنے گی کیونکہ ان کی تمام تر جدت طرازی زندگی کے غم میں تبدیل ہو جائے گی اور ہر چیز بار بار اسی شکل میں خود کو دہرائے گی۔

اب اس کے پیٹ میں اتھل پتھل ہونے لگی۔ وہ اب محسوس کر رہی تھی جیسے شدید بیمار ہے۔ ''یہ عجیب بات تھی۔ میں سمجھتی تھی کہ نشے کی اتنی بڑی مقدار پی کر میں فوراً ہی نیند کی آغوش میں چلی جاؤں گی۔'' اسے اس وقت ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کانوں میں عجیب قسم کی جھنجھناہٹ ہو رہی ہو اور چاہتی تھی کہ قے کر دے۔

''اگر میں نے قے کر دی تو میں مر نہیں سکوں گی۔''

اس نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنے پیٹ کے درد کو نظر انداز کر کے تیزی سے آتی ہوئی رات کے متعلق سوچے گی۔ اسی طرح بولیویا کے لوگوں اور ان لوگوں پر اپنی توجہ مرکوز کرے گی جنہوں نے اپنی دکانوں کے شٹرز گرا دیئے ہیں تاکہ اپنے گھروں کو جا سکیں۔ اس کے کان

میں بجنے والی آوازوں نے شدت اختیار کر لی اور خواب آور گولیاں کھانے کے بعد یہ پہلا موقع تھا جب ویرونیکا کو خوف کا احساس ہوا۔ ایک انجانا سا خوف۔

یہ کیفیت زیادہ دیر تک قائم نہیں رہی۔ اس کے فوراً بعد ہی اس نے اپنے حواس کھو دیئے اور بے ہوش ہو گئی۔

☆☆☆

2

اس نے جب اپنی آنکھیں کھولیں تو اسے یہ نہیں لگا کہ وہ دوسرے جہان میں ہے۔ دوسرے جہان والے کمرہ روشن کرنے کے لئے فلوروسنٹ ٹیوب نہیں استعمال کرتے، اور درد...... جو دوسرے ہی لمحے شروع ہوا...... عجیب سا تھا۔ آہ! دنیاوی تکلیف قطعی عجیب...... بلاشک وشبہ۔

اس نے پہلو بدلنے کی کوشش کی تو درد میں اضافہ ہو گیا۔ نگاہوں کے سامنے بے شمار تارے دکھائی دیئے۔ لیکن اس کے باوجود ویرونیکا جانتی تھی کہ یہ چمکتے دکھائی دینے والے تارے دراصل جنت کے ستارے نہیں ہیں۔ بلکہ یہ شدید ترین درد کے نتائج ہیں۔

''وہ ابھی آتی ہے۔'' اسے ایک عورت کی آواز سنائی دی۔ ''تم نے شور مچا رکھا ہے بہتر ہوگا کہ تم ہی بڑا حصہ کرلو۔''

نہیں۔ یہ درست نہیں ہو سکتا۔ اس آواز نے اسے پریشان کر رکھا تھا۔ یہ جہنم بھی نہیں ہے، کیونکہ وہ سردی محسوس کر رہی تھی اور اس بات سے بھی آگاہ تھی کہ اس کے منہ اور ناک میں پلاسٹک کی نلی لگی ہوئی ہے۔ اس میں سے ایک ٹیوب اس کے حلق کے اندر تک جا رہی تھی...... اور اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کا دم گھٹ رہا ہو۔

اس نے اس ٹیوب کو الگ کرنے کی کوشش کی لیکن اس کے ہاتھ نیچے گر گئے۔

''میرا دم گھٹ رہا ہے۔ واقعی یہ دوزخ نہیں ہے۔'' ایک آواز آئی۔ ''یہ دوزخ سے

بھی بدتر ہے گوکہ میں وہاں کبھی نہیں گئی ہوں۔Villete (وہ اسپتال جہاں دماغی اورنفسیاتی لوگوں کو رکھتے ہیں)۔"

درد اور دم گھٹنے کی کیفیت کے باوجود ویرونیکا نے محسوس کیا کہ معاملہ کیا ہے اس نے خود کو جان سے مار دینے کی کوشش کی تھی لیکن عین اس وقت کوئی شخص اس کی جان بچانے کے لئے آ گیا تھا۔ وہ شاید کوئی نن ہوسکتی ہے یا ایک دوست جو یکا یک بغیر کسی اطلاع کے آ گئی تا کہ وہ چیز پہنچا دے جس کا اس نے آرڈر دیا تھا لیکن بھول گئی تھی۔ بہر حال حقیقت یہ تھی کہ اس کی جان بچ گئی اور اس وقت وہ دماغی اسپتال ویلٹ (Villete) میں موجود تھی۔

ویلٹ (Villete)، ایسے دیوانوں کی ایک مشہور پناہ گاہ ہے جن کا دماغی عارضہ شدید ہو، اور جو 1991ء سے قائم ہے۔ اس وقت سے جب ملک آزاد ہوا تھا۔ اس وقت جب سابق یوگوسلاویہ کی تقسیم امن کے عالم میں حاصل ہونے کی امید تھی (بہر حال سلووینیا کو صرف گیارہ دنوں تک جنگ کرنی پڑی) یورپ کے تاجروں کے ایک گروپ نے اس بات کی اجازت لی کہ ایک ایسا اسپتال قائم کیا جائے جس کی پرانی بیرک میں دماغی مریضوں کو رکھا جا سکے لیکن بھاری اخراجات کے باعث وہ منصوبہ ختم ہوگیا۔

اس کے فوراً ہی بعد طبل جنگ بج گیا پہلے کروشیا اور اس کے بعد بوسنیا میں تاجر فکرمند تھے کیونکہ سرمایہ کا انتظام پوری دنیا کے صنعتی ممالک نے کیا تھا۔ اس میں ان لوگوں نے اعانت کی تھی جن کے نام تک سے وہ ناواقف تھے چنانچہ یہ بھی ممکن نہیں تھا کہ ان سے معذرت کرتے ہوئے مطمئن رہنے کی درخواست کی جائے۔ انہوں نے مسئلے کا حل ان تجربات کی روشنی میں نکالا جو نفسیاتی اسپتال کے قیام میں ہوا کرتا تھا، اور اس جوان قوم میں جو صحت مند قوم کے طور پر کمیونزم سے برآمد ہوا تھا۔ ویلٹ اسپتال سرمایہ دارانہ خواص کی ایک مثال تھا۔ اس میں داخلے کے لئے صرف اور صرف پیسے درکار ہوتے تھے۔

ایسے لوگوں کی کمی نہیں تھی جو خاندان کے عزیزوں سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے تھے

کیونکہ ان کا وراثت پر جھگڑا (یا ان کا طرزِ عمل تکلیف دہ ہوتا تھا) ہوتا اور وہ بڑی بڑی رقم خرچ کر کے ایسی میڈیکل رپورٹ حاصل کر لیتے جن کی بنا پر مسئلہ پیدا کرنے والے لڑکوں یا والدین کے داخلے کو آسان کر دیا کرتے۔ دوسرے لوگ رقم کی ادائیگی سے فرار یا پھر طرزِ عمل سے یقین دلانے کی کوشش کرتے بصورت دیگر انہیں طویل قید کی سزا ہو جاتی۔ ایسے لوگ اس پناہ گاہ میں مختصر وقت گزار کے کوئی جرمانہ ادا کئے بغیر یا کسی قانونی گرفت میں آئے بغیر اسپتال چھوڑ جایا کرتے تھے۔

ویلٹ ایک ایسی جگہ تھی جہاں سے آج تک کوئی فرار نہ ہو سکا تھا۔ جہاں سچ مچ پاگل لوگ......یا تو کورٹ کے ذریعے یا پھر دوسرے اسپتالوں سے آتے تھے......ان میں ایسے لوگ بھی ہوتے جن پر پاگل پن کا الزام ہوا کرتا یا پھر وہ خود کو دیوانہ ظاہر کیا کرتے تھے۔ نتائج قطعی الجھے ہوئے تھے اور پریس عجیب عجیب کہانیاں شائع کیا کرتا اور الزام لگاتا کہ صورت حال مناسب نہیں ہے لیکن اسپتال کی انتظامیہ ویلٹ کے دورے کی اجازت نہیں دیتی تھی تا کہ اصل حقیقت حال واضح نہ ہو سکے۔ شکایات کے متعلق حکومت چھان بین کرتی لیکن کسی ثبوت تک نہ پہنچ پاتی۔ شیئر ہولڈرز نے دھمکی دی کہ وہ اس بات کو عام کر دیں گے کہ سلوو ینیا میں بیرونی سرمایہ کاری کرنا دشوار ہے اور اس طرح انتظامیہ اسی طرح چلتی اور اپنے راستے پر گامزن رہی۔

''میری خالہ نے چند ماہ قبل خود کو ہلاک کر لیا تھا۔'' ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ ''اس سے قبل آٹھ برس تک وہ اتنی خوف زدہ رہی تھی کہ اپنے کمرے سے باہر نہیں نکلی۔ کھا کھا کر موٹی ہوتی رہی۔ تمبا کو نوشی اور شراب کی کثرت سے زیادہ وقت سونے میں گزارا کرتی۔ اس کی دو بیٹیاں اور شوہر اس سے محبت کیا کرتے تھے۔''

ویرونیکا نے اپنے سر کو اس طرف گھمانے کی کوشش کی جس طرف سے آواز آ رہی تھی لیکن کامیابی نہ ہو سکی۔

''میں نے صرف ایک بار اس کی لڑائی دیکھی جب اس کے شوہر نے کسی دوسری سے محبت کے تعلقات استوار کیے۔ پھر اس نے ہنگامہ کھڑا کر دیا، کوسا پیٹا، چند گلاس توڑے......اور پھر ہفتوں چیخ چلا کر محلے والوں کو پریشان کرتی رہی۔ جبکہ لگتا یہ ہے کہ یہ اس کی زندگی کا سب سے اچھا دور تھا وہ کسی مقصد کے لئے لڑ رہی تھی۔ وہ زندہ تھی اور اس بات کی اہل کہ چیلنج کا مقابلہ کرے۔''

''پھر میرے ساتھ کیا ہوا؟'' ویرونیکا نے سوچا لیکن وہ کچھ بولنے یا کہنے کے قابل نہیں تھی۔ ''میں تمہاری خالہ نہیں ہوں اور میرا کوئی شوہر بھی نہیں ہے۔''

''بالآخر اس کے شوہر نے اپنے محبوب سے چھٹکارا پا لیا۔'' عورت نے کہا، اور رفتہ رفتہ میری خالہ دوبارہ اپنی پرانی کیفیت میں واپس آ گئی۔ ایک دن اس نے فون پر اظہار کیا کہ وہ اپنی زندگی میں تبدیلی لانا چاہتی ہے۔ اس نے تمبا کو نوشی چھوڑ دی تھی اسی ہفتے شراب نوشی میں اضافہ ہو گیا کیونکہ اس نے سگریٹ پینا چھوڑ دیا تھا وہ ہر ایک شخص سے کہا کرتی کہ وہ خود کو ختم کرنا چاہتی ہے۔

''اس پر کسی کو یقین نہیں تھا۔ پھر ایک صبح اس نے فون پر ایک پیغام چھوڑا کہ خدا حافظ اور اس نے خود کو ہلاک کر لیا۔ اس پیغام کو میں نے کئی بار سنا۔ میں نے اس کی آواز میں اتنا ٹھہراؤ کبھی نہیں دیکھا تھا۔ بالکل بے خوف آواز۔ اس نے کہا تھا کہ وہ نہ تو خوش ہے اور نہ ناخوش۔ یہی وجہ ہے کہ وہ مزید آگے نہیں چلی۔''

ویرونیکا کو اس عورت کے لئے افسوس تھا جو وہ کہانی سنا رہی تھی۔ لگتا تھا کہ وہ اپنی خالہ کی موت کو سمجھانے کی کوشش کر رہی ہے۔ ایک لفظ میں، ہر شخص کی بہر حال ہر قیمت پر کوشش ہوتی ہے کہ وہ زندہ رہے پھر ایسے شخص کو کوئی کس طرح سمجھا سکتا ہے جس نے مرنے کا فیصلہ کر لیا ہو؟

کوئی بھی نہیں سمجھ سکتا۔ ہر شخص اپنے مصائب کی گہرائی خود ہی جانتا ہے یا زندگی

کے بے مقصد ہونے کا۔ ویرونیکا چاہتی تھی کہ وہ اس کی وضاحت کرے لیکن اس کے حلق میں لگی ٹیوب سے خرخراہٹ کی آواز پیدا ہوئی اور ایک عورت دوڑ کر اس کے قریب آئی تا کہ مدد کر سکے۔

عورت نے دیکھا کہ اس کا اچھلتا ہوا جسم مڑا ہوا ہے جس میں لگی ہوئی ٹیوبز اس کی خواہش کو عملی جامہ پہنانے میں مانع ہیں۔ اس کی فوری خواہش یہ تھی ان سب کو توڑ پھوڑ کے الگ کر دے۔ اس نے اپنے سر کو اِدھر اُدھر گھمایا جس میں یہ اپیل تھی کہ ان ٹیوبز کو نکال کر اسے آرام سے مر جانے دو۔

''تم پریشان ہو'' عورت نے کہا۔ مجھے نہیں معلوم کہ تمہیں اس بات پر افسوس ہے جو تم نے کیا ہے یا پھر تم ہنوز مرنا چاہتی ہو۔ بہرحال اس سے مجھے کوئی سروکار نہیں۔ مجھے صرف اپنے کام سے سروکار ہے۔ قواعد کے مطابق اگر مریض احتجاج کرنا شروع کر دے تو مجھے اس کو مسکن (خواب آور) دوا دینی چاہیے۔

ویرونیکا نے اپنی جدوجہد روک دی لیکن نرس اس کے بازو میں پہلے ہی انجکشن لگا رہی تھی جس کے فوراً ہی بعد وہ عجیب سی بے خواب دنیا میں پہنچ گئی۔ وہاں اس کی یادداشت میں صرف اس عورت کا چہرہ رہ گیا جسے اس نے ابھی ابھی دیکھا تھا، نیلی آنکھوں، بھوری رنگت والے بال، مختلف سے چہرے والی عورت جس سے تاثر ملتا تھا کہ وہ جو کچھ کرتی تھی اس لئے تھا کہ اسے کرنا ہے کسی سوال و جواب کے بغیر کہ قواعد کیا کہتے ہیں۔

☆☆☆

3

ویرونیکا کو نہیں معلوم تھا کہ وہ کتنی دیر تک سوتی رہی تھی۔ اسے بیداری کا لمحہ یاد تھا......
ب بھی زندگی بخش پلاسٹک کی نالیاں اس کے منہ اور ناک میں لگی ہوئی تھیں۔ اسے ایک آواز سنائی دی جو کہہ رہی تھی۔

کیا تم یہ نہیں چاہتیں کہ میں تمہیں لذت سے آشنا کروں؟

لیکن جب اس نے اپنی پوری آنکھیں کھول کر کمرے میں چاروں جانب دیکھا تو وہ یہ نہیں سمجھ سکی کہ یہ حقیقت تھی یا پھر وہم۔ صرف اس یادداشت کے علاوہ اسے اور کچھ یاد نہیں رہا۔

ناک اور منہ میں لگی ہوئی نالیاں نکالی جا چکی تھی لیکن اس کے پورے جسم پر سوئیاں چبھی ہوئی تھیں اور اس کے سر اور دل کے اردگرد تار پھیلے ہوئے تھے جبکہ اس کے بازو اب بھی نیچے بندھے ہوئے تھے۔ وہ وہاں تھی، اس کا جسم ایک چادر سے ڈھکا ہوا تھا اور اسے سردی محسوس ہو رہی تھی۔ لیکن اس نے ارادہ کر رکھا تھا کہ شکایت نہیں کرے گی۔ اس کے اردگرد کا علاقہ سبز پردوں سے آراستہ تھا اور پوری جگہ اس بستر سے گھری ہوئی تھی جس پر وہ لیٹی ہوئی تھی اس کے علاوہ انتہائی نگہداشت کی مشینیں لگی ہوئی تھیں اور ایک سفید کرسی پر ایک نرس بیٹھی ہوئی کتاب کا مطالعہ کر رہی تھی۔

اس عورت کی آنکھیں گہری اور بال بھورے تھے۔ اس کے باوجود ویرونیکا نہیں سمجھ

پا رہی تھی کہ یہ وہی ہے جس سے اس نے گھنٹوں...... یا دنوں پہلے گفتگو کی تھی۔ ''کیا تم میرے بازو کی پٹیاں کھول سکتی ہو؟''

نرس نے اپنی نظریں اٹھائیں اور تلخی سے کہا ''نہیں'' اور پھر وہ کتاب پر متوجہ ہو گئی۔

میں زندہ ہوں۔ ویرونیکا نے سوچا۔ پھر سب باتیں دہرانے لگی۔ تھوڑی دیر تک مجھے یہیں رہنا ہو گا جب تک کہ وہ یہ نہ سمجھ لیں کہ میں قطعی نارمل ہوں۔ پھر وہ مجھے رخصت کر دیں گے اور میں لبیانا کی سڑکوں کو دوبارہ دیکھ سکوں گی۔ وہاں کے پلوں اور لوگوں کو جو اپنے اپنے کام پر جا رہے ہوں گے یا واپس آ رہے ہوں گے۔

چونکہ لوگ دوسرے کی مدد کرتے رہتے ہیں...... اس لئے کہ انہیں یہ احساس پیدا ہو کہ وہ اس سے بہتر ہیں جیسے کہ حقیقتاً ہیں...... وہ مجھے میری لائبریری کی ملازمت واپس کر دیں گے۔ میں پہلے کی طرح پھر بار اور نائٹ کلب جانا شروع کر دوں گی۔ میں اپنے دوستوں سے دنیا کے مسئلوں اور زیادتیوں کا شکوہ کروں گی۔ میں سینما دیکھنے جاؤں گی اور جھیل کے اردگرد چہل قدمی کروں گی۔

چونکہ میں نے صرف خواب آور گولیاں کھائی ہیں اس لئے میرے چہرے میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ میں اب بھی خوبصورت، ذہین ہوں۔ مجھے بوائے فرینڈ بنانے میں کوئی دشواری نہیں ہو گی۔ میں عشق کا کھیل ان کے گھروں میں یا پھر باغات میں کھیلوں گی۔ میں بے پناہ لطف و سرمستی محسوس کروں گی۔ پھر اس لطف و سرمستی کے بعد خالی پن کا احساس دوبارہ آ جائے گا۔ ہمارے پاس گفتگو کے لئے زیادہ باتیں نہیں ہوں گی اور دونوں ہی یعنی وہ اور میں اس حقیقت سے واقف ہوں گے۔ وہ وقت بھی آئے گا جب ہم اپنی اپنی معذرت پیش کریں گے۔ ''بہت دیر ہو چکی۔'' یا ''مجھے کل صبح جلدی اٹھنا ہے''...... اور ہم جلد از جلد ایک ہو جائیں گے اس طرح کہ ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھنے کے عمل کو نظر انداز کر دیں گے۔

میں راہباؤں کی عمارت میں اپنے کرائے کے گھر واپس چلی جاؤں گی اور کتاب پڑھنے کی کوشش کروں گی۔ ٹیلی ویژن کھول کے وہی پرانے پروگرام دیکھوں گی۔ الارم سیٹ کروں گی تا کہ پہلے کی طرح بیدار ہوسکوں اور خودکارانداز میں اپنے کام انجام دے کر لائبریری چلی جاؤں گی۔ میں تھیٹر کے پیچھے واقع پارک میں بیٹھ کر ایک سینڈوچ کھاؤں گی۔ اسی اپنے سابقہ بینچ پر بیٹھوں گی، انہی دوسرے لوگوں کے ساتھ جو اپنی اپنی بینچوں پر بیٹھ کر لنچ کیا کرتے تھے۔ وہ لوگ جو خالی خالی نگاہوں سے دیکھتے تھے لیکن ظاہر یہ کرتے تھے کہ جیسے وہ کسی بہت ہی اہم مسئلہ پر غور وخوض کر رہے ہیں۔

پھر میں واپس اپنے کام پر جاؤں گی اور وہ سرگوشیاں سنوں گی کہ کون کس کے ساتھ باہر گیا، کسے کیا پریشانی ہے۔ کن کن لوگوں کی آنکھوں میں اپنے شوہروں کے متعلق آنسو ہیں اور میں اس احساس کے ساتھ واپس ہو جاؤں گی کہ مجھے کس قسم کا اعزاز حاصل ہے۔ میں خوبصورت ہوں، صاحب روزگار ہوں۔ میں جسے چاہوں اپنا بوائے فرینڈ منتخب کرلوں۔ چنانچہ میں دن کے اختتام پر بار جاؤں گی اور سب کچھ بارِدگر شروع ہو جائے گا۔

میری ماں جو میری خودکشی کی کوشش سے تقریباً دیوانی ہو چکی ہوگی وہ اس صدمے سے باہر ہو جائے گی اور مجھ سے پوچھے گی کہ میں اپنی زندگی کے متعلق کیا کرنے جا رہی ہوں اور میں آخر دوسروں جیسی کیوں نہیں ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ معاملات اتنے پیچیدہ نہیں جیسا کہ بس سمجھتی ہوں، میں نے تمہیں پروان چڑھانے کی امکان بھر کوشش اور ایک بہترین مثال قائم کی۔"

ایک دن، میں اس کی ایک جیسی باتیں سنتے سنتے تھک جاؤں گی اور اس کی خوشی کے لئے اس شخص سے شادی کرلوں گی جس سے میں محبت کرنے پر مجبور ہوں۔ وہ اور میں ایک نا اپنے خوابوں کی تعبیر پالیں گے، ایک گھر، بچے اور بچوں کا مستقبل۔ ہماری شادی شدہ دگی کا پہلا سال سرگرم ہوگا۔ دوسرے برس اس میں کمی واقع ہو جائے گی۔

پھر ہم لوگوں کی گفتگو بھی مختصر ہو جائے گی۔ میں خود پر دباؤ ڈالوں گی کہ صورت حال کو تسلیم کرلوں یہ بھی سوچوں گی کہ مجھ میں کیا خرابی ہے۔ کیونکہ وہ اب مجھ میں زیادہ دلچسپی نہیں لیتا۔ مجھے نظر انداز کرتا ہے، کچھ کرنے کے بجائے اپنے دوستوں کے متعلق گفتگو کرتا ہے، جیسے وہی اس کی حقیقی دنیا ہے۔

جب ہماری شادی خاتمے کے قریب ہوگی تو میں حمل سے ہو جاؤں گی۔ ہمارے یہاں ایک بچہ ہوگا اور ہم دونوں کچھ دنوں کے لئے قربت محسوس کرنے لگیں گے پھر صورت حال اسی جگہ پر آ جائے گی جیسی کہ پہلے تھی۔

پھر میرا وزن بڑھنے لگے گا جیسا کہ گزشتہ کل نرس نے اپنی خالہ کے متعلق بتایا تھا۔ یا پھر مزید کچھ دنوں کے بعد، حقیقت کا مجھے کوئی علم نہیں ہوگا، اور میں ڈائیٹنگ شروع کر دوں گی۔ آہستہ آہستہ ہر دن، ہر ہفتے وزن میں اضافہ ہوتا جائے گا، خواہ میں کتنا ہی کنٹرول کیوں نہ کر رہی ہوں، اور پھر میں وہ جادوئی گولیاں کھاؤں گی جو ڈپریشن کے احساس کو کم کرتی ہے۔ اس کے بعد میرے یہاں مزید بچے ہوں گے۔ میں ہر شخص سے کہوں گی کہ میں بچوں کی وجہ سے زندہ ہوں حالانکہ حقیقتاً ان کی زندگی کی وجہ میری حیات ہوگی۔

لوگ ہمیشہ ہمیں ایک خوش وخرم جوڑا گردانتے رہیں گے اور کوئی بھی نہ جان سکے گا کہ ہماری خوشیوں کے نیچے کتنی تنہائی، کتنی ترشی اور کتنی مایوسی ہے۔

پھر ایک دن میرا شوہر پہلی بار اپنی محبوبہ کو لائے گا اور میں نرس کی خالہ کی طرح ہنگامہ کھڑا کروں گی یا پھر خودکشی کے متعلق سوچنے لگوں گی۔ حالانکہ اس وقت تک میں بہت ہی بوڑھی اور بزدل ہو چکی ہوں گی اپنے دو یا تین بچوں کے ساتھ جنہیں میری مدد کی ضرورت ہوگی۔ میں ان کی پرورش کر کے پروان چڑھاؤں گی اور انہیں دنیا میں کوئی مقام دلانے میں ان کی مدد کروں گی قبل اس کے کہ میں سب کچھ چھوڑ چھاڑ دوں۔ میں خودکشی نہیں کروں گی۔ میں ایک منظر پیش کروں گی۔ مجھے دھمکی دی جائے گی کہ میں بچوں کو لے کر چلی جاؤں۔

سارے مردوں کی طرح میرا شوہر مجھے واپس بلائے گا۔ وہ مجھ سے کہے گا کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں اور یہ کہ اب دوبارہ ایسا نہیں ہوگا۔ اگر میں نے سچ مچ گھر چھوڑ دیا تو پھر یقیناً ایسا نہیں ہوگا۔ میرے پاس صرف یہ ترجیح ہوگی کہ میں اپنے والدین کے پاس چلی جاؤں اور اپنی باقی زندگی وہیں گزار دوں۔ دن بھر ماں کی باتیں سننا پڑیں گی کہ میں نے کیسے خوش رہنے کا ایک موقع ضائع کر دیا اور یہ کہ وہ چند قابل نظر انداز خرابیوں کے ایک اچھا شوہر تھا۔ میری علیحدگی سے میرے بچے سراسیمہ اور پریشان ہوں گے۔

دو تین سال بعد اس کی زندگی میں ایک دوسری عورت آ جائے گی۔ یہ بات میرے علم میں آئے گی۔ کیونکہ میں نے انہیں دیکھا ہوگا یا پھر کسی نے مجھے بتایا ہوگا لیکن اس بار میں ظاہر کروں گی کہ مجھے علم نہیں ہے۔ میں اپنی پوری قوت اس کی محبوبہ سے جنگ میں صرف کر دوں گی، پھر میرے پاس قوت ہی نہیں رہے گی۔ بہتر یہی ہوگا کہ زندگی جیسی ہے اسے اسی طرح قبول کرلوں، اپنے تصورات کے برعکس، میری ماں صحیح تھی۔

وہ روادار قسم کا شوہر بنا رہے گا، میں لائبریری میں کام کرتی رہوں گی، تھیٹر کے سامنے چوراہے پر سینڈوچ کھاتی رہوں گی، وہ کتابیں پڑھوں گی جنہیں آج تک ختم نہ کر سکی، ٹیلی ویژن پروگرام دیکھتی رہوں گی جو دس، بیس پچاس برسوں سے ایک ہی جیسا ہوتا ہے۔

ماسوائے اس کے کہ میں اپنا سینڈوچ اس احساس کے ساتھ کھاؤں گی کہ میں موٹی سے موٹی ہوتی جا رہی ہوں، میں اب بار نہیں جایا کروں گی کیونکہ میرا شوہر مجھ سے متوقع ہوگا کہ میں گھر آ کے بچوں کی دیکھ بھال کروں۔

اس کے بعد یہ مسئلہ انتظار کا ہوگا کہ بچے کب بڑے ہوتے ہیں اور پھر پورے دن خودکشی کے متعلق سوچنا، بغیر اسے کرنے کی جرات کے، پھر ایک اچھے دن میں اس نتیجے پر پہنچوں گی کہ بس یہی زندگی ہوتی ہے، فکر کی کوئی بات نہیں، کوئی تبدیلی نہیں ہوگی، اور میں سب کچھ قبول کر لوں گی۔

ویرونیکا نے اپنی اندرونی خود کلامی کو ختم کیا اور خود سے عہد کیا کہ وہ ویلٹ (دماغی اسپتال) کو زندہ رہتے ہوئے نہیں چھوڑے گی۔ یہ بہتر تھا کہ سب کچھ اسی وقت ختم کر دیا جائے کیونکہ وہ اب بھی مرنے کے لئے بہادر اور کافی صحت مند ہے۔

وہ سو گئی لیکن بار بار جاگتی رہی، وہ دیکھ اور محسوس کر رہی تھی کہ اس کے ارد گرد لگی ہوئی مشینوں کی تعداد میں کمی ہو چکی ہے اور اس کے جسم کی حرارت میں اضافہ ہو گیا ہے، نرسوں کے چہرے کے تاثرات میں تبدیلی آ چکی ہے لیکن اب بھی کوئی ایک شخص وہاں موجود ہے سنہرے پردوں کے پیچھے سے آتی ہوئی رونے کی آواز وہ سن رہی ہے، کراہنے کی آوزیں یا پھر سرگوشیوں کی خاموش تکنیکی لہجے میں، رہ رہ کے کہیں دور ایک مشین جھنجھناتی اور وہ تیز قدموں سے چلنے کی آوازیں سنتی جیسے کوریڈور میں کوئی دوڑ رہا ہو۔ پھر ان آوازوں میں وہ پُرسکون تکنیکی لہجہ تبدیل ہو جاتا اور تیزی سے احکامات دینے لگتا۔

اس کے دماغی دوروں کے درمیان وقفے میں، ایک نرس نے اس سے پوچھا:

''کیا تم یہ جاننا نہیں چاہتیں کہ اب کیسی ہو؟''

''میں واقف ہوں۔'' ویرونیکا نے جواب دیا۔ ''جو کچھ میرے جسم میں ہو رہا ہے وہ وہی ہے جو میری روح میں ہو رہا ہے۔''

نرس نے گفتگو جاری رکھنے کی کوشش کی لیکن ویرونیکا نے ظاہر کیا جیسے وہ سو رہی ہے۔

☆☆☆☆

4

جب اس نے دوبارہ آنکھیں کھولیں تو جانا کہ اس کی جگہ تبدیل کر دی گئی ہے۔ وہ جہاں تھی وہ ایک بڑے وارڈ جیسی جگہ تھی۔ اس کے ہاتھ میں اب بھی ایک ڈرپ لگی ہوئی تھی لیکن دوسرے تار اور سوئیاں وغیرہ نکال دی گئی تھیں۔

ایک طویل قامت ڈاکٹر جس نے سفید رنگ کا روائتی کوٹ پہن رکھا تھا، سر کے بالوں اور داڑھی کے رنگ سے قطعی متضاد جو گہرے کالے رنگ سے رنگا ہوا تھا، وہ اس کے بستر کے پاؤں والے حصے پر کھڑا تھا۔ اس کے قریب ایک جوان جونیئر ڈاکٹر کلپ بورڈ پکڑے نوٹس لے رہا تھا۔

''میں یہاں کتنی دیر سے ہوں؟'' اس نے پوچھا۔ اسے احساس ہوا اسے گفتگو کرنے میں تکلیف ہو رہی ہے، الفاظ کسی قدر لڑکھڑا کر نکل رہے ہیں۔

''تم اس وارڈ میں دو ہفتوں سے ہو، پانچ دن تک انتہائی نگہداشت کے یونٹ میں رہی ہو۔'' بوڑھے شخص نے جواب دیا۔ ''اور شکر ادا کرو کہ ابھی تک وہیں ہو۔''

جوان شخص حیران تھا کیونکہ گفتگو کا آخری حصہ بالکل حقیقت سے ماوراء تھا۔ ویرونیکا نے اس کے ردِعمل کو فوراً ہی محسوس کر لیا اور اس کا وجدان چوکس ہو گیا! کیا وہ یہاں کافی دنوں سے تھی؟ کیا وہ اب بھی خطرے سے دوچار تھی؟ اس نے ان دونوں آدمیوں کے تاثرات اور حرکات کا مطالعہ شروع کر دیا۔ وہ جانتی تھی کہ سوالات کرنا بے کار ہے، وہ اسے حقیقت سے

کبھی آگاہ نہیں کریں گے۔لیکن اگر وہ ذہین ہے تو جان لے گی کہ کیا ماجرا ہے۔

''مجھے بتاؤ تمہارا نام، پتہ اور ازدواجی حیثیت کیا ہے اور تاریخ پیدائش۔'' بڑی عمر والے شخص نے پوچھا۔ویرونیکا کو اس کا نام معلوم تھا،ازدواجی حیثیت اور تاریخ پیدائش بھی، لیکن اس نے تسلیم کیا کہ اس کا ذہن خالی خالی سا ہے۔اسے اپنا پتہ یاد نہیں آ رہا تھا۔

ڈاکٹر نے اس کی آنکھوں میں ٹارچ سے روشنی ڈالی اور کافی دیر تک خاموشی سے دیکھتا رہا۔ جوان شخص نے بھی یہی عمل دہرایا۔دونوں ڈاکٹروں نے ایک دوسرے کو دیکھا جس کا کوئی بھی مقصد نہیں تھا۔

''کیا تم نے رات کی نرس سے کہا تھا کہ میری روح میں کیا ہے وہ ہم نہیں دیکھ سکتے؟''

جوان ڈاکٹر نے سوال کیا۔

ویرونیکا یہ یاد نہیں یاد کر سکی۔اسے یہ جاننے میں مشکل ہو رہی تھی کہ وہ کون تھی اور وہاں کیا کر رہی تھی۔

''تمہیں نشہ آور دوا کے ساتھ مصنوعی نیند سلایا گیا تھا۔جس کے باعث تمہاری یادداشت کسی قدر متاثر ہوئی ہے۔لیکن برائے کرم تمام سوالات کے جوابات دینے کی کوشش کرو۔''

اور پھر ڈاکٹر نے قدر آسان سوالات کیے۔اس نے لبیانا اخبارات کے پرنسپل کے نام جاننے کی خواہش کی،اس شاعر کا نام پوچھا جس کا مجسمہ مرکزی چوراہے پر لگا ہوا ہے۔

(اوہ۔اس نام کو تو وہ کبھی نہیں بھول سکتی۔سلووینیا کے ہر ایک شخص کی روح میں وہ نام موجود ہے۔) اس کی ماں کے بالوں کا رنگ، اس کے ساتھ کام کرنے والوں کے نام اس کی لائبریری میں موجود مشہور کتابوں کے نام۔

ویرونیکا نے جواب نہ دینے کا فیصلہ کیا......لیکن چونکہ سوالات کا سلسلہ جاری تھا اس نے بھولی ہوئی باتوں کو یاد کرنا شروع کیا۔ایک مقام پر اسے یاد آیا کہ وہ اس وقت ایک

ماغی اسپتال میں ہے اور یہ کہ ایک پاگل سے معقول بات کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ لیکن اپنی
ہتری کے لئے اور ڈاکٹروں کو اپنی جانب کرنے کے لئے، اس نے غور کرنا شروع کر دیا کہ
لیا وہ اپنے متعلق یاد کر سکتی ہے، اس نے دماغ پر زور دینا شروع کر دیا۔ جب اس نے
موں اور حقائق کو پڑھنا شروع کیا تو اس طرح نہ صرف اس کی یادداشت میں بہتری محسوس
ہُئی بلکہ اس کی اپنی شخصیت میں بھی۔ اس کی خواہشات، زندگی کے بارے میں اس کا
مداز نظر سب سامنے آتا دکھائی دیا۔ خودکشی کرنے کا خیال، کس صبح۔ سب کچھ جو نشہ آور
ویات کے نیچے دبا ہوا تھا، سطح پر آ گیا۔

''بہت خوب۔'' بوڑھے ڈاکٹر نے سوالات کے اختتام پر کہا۔

''مجھے یہاں کب تک رہنا ہوگا؟''

جوان شخص نے اپنی نظروں کو نیچے کیا اور ویرونیکا کو لگا کہ جیسے سب کچھ ہوا میں معلق ہے۔ جیسے کہ اگر ایک بار سوال کا جواب دے دیا گیا تو اس کی زندگی کا ایک نیا باب رقم ہو جائے گا اور پھر اسے کوئی بھی تبدیل نہیں کر سکے گا۔

''تم اس سے کہہ سکتے ہو۔'' بوڑھے ڈاکٹر نے کہا۔ ''بہت سے دوسرے مریضوں نے افواہیں سن رکھی ہوں گی۔ اور وہ آخر میں حقیقت حال سے واقف ہو جائے گی۔ اسے راز میں رکھنا انتہائی دشوار ہوگا۔''

''ٹھیک ہے، تم نے اپنی قسمت کا فیصلہ خود کیا۔'' جوان شخص نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا، ایک ایک لفظ کو تولتے ہوئے۔ ''مناسب ہوگا کہ تم اپنے عمل کے نتائج سے باخبر رہو۔ خواب آور گولیوں کے کھانے سے تم کومے میں چلی گئیں جس کے نتیجے میں تمہارے دل کو شدید نقصان پہنچا۔ اور تم گوشت کے گلنے اور سل کی علامت ''Necrosis of the Ventrical'' کا شکار ہو گئیں۔

''اسے عام لوگوں کی زبان میں بتاؤ۔'' بوڑھے شخص نے کہا۔ ''صاف صاف بتا دو۔''

''تمہارا دل بری طرح متاثر ہوا اور جلد ہی دھڑکنا بھی بند کر دے گا۔''

''اس کا کیا مطلب ہوا؟'' ویرونیکا نے خوف سے پوچھا۔

''اگر تمہارے دل نے دھڑکنا بند کر دیا تو اس کا ایک مطلب ہوگا موت۔ مجھے نہیں معلوم کہ تمہارا مذہبی یقین کیا ہے لیکن......''

''میرا دل کب دھڑکنا بند کرے گا؟'' ویرونیکا نے ڈاکٹر کی بات میں مداخلت کرتے ہوئے پوچھا۔

''پانچ دنوں کے اندر، زیادہ سے زیادہ ایک ہفتے میں۔''

ویرونیکا کو یقین تھا کہ اس کے پیشے اور طرزِ عمل کے پیچھے، فکر و تشویش کی پشت پر جوان ڈاکٹر جو کچھ کہہ رہا تھا اس سے بے پناہ لطف محسوس کر رہا ہے۔ جیسے کہ وہ سزا کی مستحق ہے اور یہ بات دوسروں کے لئے اک مثال ہوگی۔

اپنی زندگی میں ویرونیکا نے یہ بارہا دیکھا تھا جس سے وہ واقف تھی کہ وہ دوسرے لوگوں کی زندگی کی دہشت کو اس طرح بیان کرتے تھے جیسے انہیں سچ مچ فکر ہو اور وہ ان کی مدد کرنا چاہتے ہوں لیکن حقیقت یہ تھی کہ وہ دوسروں کی تکلیفوں سے لطف لیتے تھے کیونکہ اس طرح انہیں یہ یقین ہو جاتا تھا کہ وہ خوش ہیں اور زندگی ان کے بارے میں فیاض ہے۔ وہ ایسے لوگوں سے نفرت کرتی تھی اور اپنی زندگی سے متعلق معلومات کو جوان ڈاکٹر کو نہیں بتانا چاہتی تاکہ اس پر اپنی ناکامیوں کا نقاب پڑا رہے۔

ویرونیکا نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے، مسکرا کے کہا!

''چنانچہ میں کامیاب ہوگئی۔''

''ہاں۔'' جواب آیا۔ لیکن اس تکلیف دہ خبر کو دے کر اسے جو لطف آیا تھا وہ جاتا رہا۔

☆☆☆

55

''بہر حال، دورانِ شب وہ خوف محسوس کرنے لگی۔ چند گولیاں کھا کے مرنا ایک بات تھی لیکن یہ اور بات کہ پانچ دن یا ایک ہفتے تک موت کا انتظار کیا جائے۔ جبکہ وہ پہلے ہی اس کی خواہاں تھی۔''

اس کی پوری زندگی کسی نہ کسی چیز کے انتظار میں گزری ہے۔ کبھی والد کے انتظار میں کہ وہ اپنے کام سے کب واپس آتے ہیں۔ اپنے محبوب کے پاس سے آنے والے خط کا انتظار جو کبھی نہیں آیا۔ اپنے سالانہ امتحانات کے ختم ہونے کا انتظار، ٹرین کا انتظار، بس کا انتظار، فون کال کا انتظار، چھٹی کے دن کا انتظار، چھٹیاں ختم ہونے کا انتظار۔ اور اب وہ موت کا انتظار کرنے جا رہی تھی جس نے اس سے ملاقات کا وقت لے رکھا ہے۔

''یہ میرے ہی ساتھ ہو رہا ہے۔ ورنہ لوگ عام طور پر اسی دن مر جاتے ہیں جس دن کی توقع کی جاتی ہے۔''

وہ یہاں سے نکل کر کچھ مزید گولیاں کھائے گی۔ اگر وہ ایسا نہ کر سکی تو پھر اس کا یہی حل ہوگا کہ لبیانا کی کسی اونچی عمارت سے کود جائے۔ اب وہ یہی کرے گی۔ اس نے تو اپنے والدین کو غیر ضروری دکھوں سے محفوظ رکھنے کی کوشش کی تھی لیکن اب اس کے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا۔

اس نے اپنے اردگرد دیکھا۔ سارے بستر سوئے ہوئے لوگوں سے بھرے ہوئے

تھے۔ ان میں کچھ لوگ بلند آواز سے خراٹے لے رہے تھے۔ کھڑکیوں پر بارز لگی ہوئی تھیں۔ وارڈ کے آخر میں ایک چھوٹا سا بلب روشن تھا جس کے باعث عجیب عجیب سی پرچھائیاں بن رہی تھیں جس کا مطلب تھا کہ وارڈ کی مسلسل نگرانی کی جارہی ہے۔ روشنی کے قریب بیٹھی ایک عورت کتاب پڑھ رہی تھی۔

یہ نرسیں بڑی مہذب ہوں گی، کیونکہ وہ اپنی ساری زندگی پڑھنے میں صرف کر دیتی ہیں۔

ویرونیکا کا بستر دروازے سے کافی دور تھا۔ اس کے اور عورت کے درمیان قریب قریب بیس بیڈز اور تھے۔ وہ تکلیف کے ساتھ اٹھی کیونکہ ڈاکٹروں کے مطابق وہ تین ہفتوں سے نہیں چلی تھی۔ نرس نے دیکھا کہ لڑکی چلی آ رہی ہے اس کے ساتھ کھانے کی ڈرپ گھسٹ رہی ہے۔

''میں واش روم جانا چاہتی ہوں۔'' اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔ اسے خوف تھا کہ دوسری پاگل عورتیں نہ بیدار ہو جائیں۔

عورت نے دروازے کی طرف مبہم سا اشارہ کیا۔ ویرونیکا کا دماغ تیزی سے کام کر رہا تھا۔ وہ ہر طرف دیکھ رہی تھی کہ فرار کا بھی کوئی راستہ ہے یا نہیں ہے۔ کوئی شگاف کوئی راستہ۔ یہ جلدی ہونا چاہئے۔ جب کہ وہ سوچتے رہیں کہ میں اتنی کمزور ہوں کہ کوئی عمل کر ہی نہیں سکتی۔

اس نے اپنے چاروں جانب دیکھا۔ واش روم میں دروازے نہیں تھے بلکہ دیواروں کے ذریعے پردہ کیا گیا تھا۔ اگر وہ یہاں سے نکلنا ہی چاہتی ہے تو اسے نرس کو دبوچ کر اس پر قابو پانا ہوگا اور پھر اس سے چابیاں چھیننی ہوں گی لیکن اس کے لئے وہ بہت زیادہ کمزور تھی۔

''کیا یہ ایک جیل ہے؟'' اس نے نرس سے سوال کیا جو اپنا مطالعہ ترک کر کے اس کے ہر ایک عمل پر نظر رکھے ہوئے تھی۔

''نہیں، یہ ایک دماغی اسپتال ہے۔''

''لیکن میں پاگل تو نہیں ہوں۔''

عورت ہنسی۔

''یہ وہی بات ہے جو سب کہتے ہیں۔''

''ٹھیک ہے پھر میں پاگل ہوں۔لیکن اس کا مطلب کیا ہے؟''

عورت نے ویرونیکا سے کہا کہ اپنے پیروں پر اتنی دیر تک نہ کھڑی رہو اور اسے واپس اس کے بستر پر بھیج دیا۔

''پاگل ہونے کا کیا مطلب ہے؟'' ویرونیکا نے زور دے کر پوچھا۔

''کل ڈاکٹر سے پوچھ لینا۔لیکن فی الوقت سو جاؤ ورنہ مجھے نیند کی دوا دینی پڑے گی۔ چاہے تم اسے پسند کرو یا نہ کرو۔''

ویرونیکا نے تعمیل کی۔واپس جاتے وقت اس نے سنا کہ ان بستروں میں سے ایک سے سرگوشی سنائی دے رہی ہے۔

''کیا تم پاگل کا مطلب نہیں جانتیں؟''

چند لمحوں تک اس نے اس آواز کو نظر انداز کیے رکھا کیونکہ وہ کسی کو دوست بنانا نہیں چاہتی تھی۔نہ ہی اپنے سماجی دائرے کو وسعت دینا، پھر سب کے ساتھ مل کر سرکشی کرنا۔اس کی تو بس ایک ہی سوچ تھی! موت۔اگر وہ سچ مچ نہ بھاگ سکی تو کوئی نہ کوئی طریقہ تلاش کر کے خود کو وہیں ختم کر لے گی، اور جلد سے جلد۔

لیکن عورت نے بھی وہی سوال پوچھا جو اس نے نرس سے پوچھا تھا۔

''کیا تم نہیں جانتیں کہ پاگل ہونے کا کیا مطلب ہے؟''

''تم کون ہو؟''

''میرا نام زیڈیکا (Zeedika) ہے۔اس وقت اپنے بستر پر چلی جاؤ اور جب نرس یہ سمجھ لے کہ تم سو چکی ہو تو پھر ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل رینگتی ہوئی یہاں آ جانا۔''

ویرونیکا اپنے بستر پر واپس ہوئی اور انتظار کرنے لگی کہ نرس اپنی کتاب پڑھنی شروع کر دے۔ پاگل ہونے کا کیا مطلب؟ اسے اس بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم تھا کیوں کہ یہ لفظ قطعی عجیب سے معنوں میں استعمال ہوتا تھا۔ مثلاً لوگ کہتے تھے کہ فلاں کھلاڑی پاگل ہے جو تمام ریکارڈ توڑ ڈالنا چاہتا ہے یا وہ آرٹسٹ پاگل ہیں کیونکہ انہوں نے عجیب غیر محفوظ زندگی اختیار کی۔ عام لوگوں کی زندگیوں سے بالکل مختلف۔

دوسری طرف ویرونیکا نے اپنے دبلے پتلے لوگوں کو لبلیانا کی سڑکوں پر، سردی کے موسم میں سپر مارکیٹ کی ٹرالی کھینچتے ہوئے دیکھا جس میں پلاسٹک کی تھیلیاں یا دریاں بھری ہوتی تھیں اور وہ زور زور سے بچو ہٹ جاؤ کی آوازیں نکالتے بڑھتے رہتے تھے۔

اسے نیند نہیں آ رہی تھی۔ ڈاکٹروں کے مطابق وہ قریب قریب ایک ہفتے تک سو چکی تھی۔ ایسے شخص کے لئے یہ کافی طویل وقت ہے جس نے کسی بڑے جذبے کے تحت زندگی گزاری ہو۔ پھر آرام کے لئے اتنا سخت وقت گزارا ہو۔ پاگل ہونے کا کیا مطلب ہے؟ اسے یہ بات کسی پاگل سے پوچھنی چاہیے۔

ویرونیکا خاموشی سے رینگ کر نیچے اتری ہاتھ میں لگی ہوئی سوئی کو نکالا اور زیڈیکا کے بستر تک اپنے دکھتے ہوئے پیٹ کو نظر انداز کرتے ہوئے گئی۔ اسے یہ بات نہیں معلوم تھی کہ متلی کا احساس کمزوردل کی وجہ سے تھا یا پھر اس کوشش کے باعث جو وہ کر رہی تھی۔

''میں یہ بات نہیں جانتی کہ پاگل ہونے کا کیا مطلب ہوتا ہے؟'' ویرونیکا نے سرگوشی کی ''لیکن میں نہیں ہوں۔ میں تو بس خودکشی میں ناکام ہوئی ہوں''۔

''وہ شخص جو اپنی دنیا میں رہتا ہے وہ پاگل ہے۔ جیسے جنونی، جیسے ذہنی اور جذباتی طور پر ناآسودہ فرد، جیسے مخبوط الحواس شخص۔ میرا مطلب ہے کہ ایسا شخص جو دوسروں سے مختلف ہو''۔

''جیسے تم؟''

''دوسری طرف'' زیڈیکا نے اپنی بات جاری رکھی اور یہ ظاہر کیا جیسے اس کی

بات نہیں سنی۔

''تمہارے پاس آئن اسٹائن ہے جو کہہ رہا ہے کہ وہاں ٹائم یا اسپیس نہیں ہے۔ بالکل ویسے ہی جیسے دو چیزوں کا ایک مرکب یا کولمبس جو کہتا رہا کہ دنیا کے دوسری جانب کوئی اتھاہ گھاٹی نہیں بلکہ ایک براعظم ہے۔ یا ایڈمنڈ ہلاری جسے یقین ہے کہ انسان ایورسٹ کی چوٹی پر پہنچ سکتا ہے یا بیٹل جس نے انتہائی مختلف میوزک ترتیب دیا اور عام لوگوں سے الگ لباس پہنا۔ وہ لوگ اور ایسے ہی ہزاروں دوسرے لوگ...... سب اپنی دنیا میں رہتے ہیں۔''

''یہ عورت بڑی سمجھداری کی باتیں کر رہی ہے۔'' ویرونیکا نے سوچا۔ اسے ماں کی سنائی ہوئی کہانیاں یاد آ رہی تھیں جو وہ عیسائی اولیاء کے متعلق سناتی تھی جو قسم کھا کے کہتے تھے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ یا کنواری ماں سے گفتگو کی ہے۔ کیا اسی دنیا کے باسی تھے؟

''ایک بار میں نے ایک ایسی عورت دیکھی تھی جس نے کافی مختصر لباس پہن رکھا تھا اور لبیانا کی سڑکوں پر چل رہی تھی جب کہ درجہ حرارت صفر درجے سے 5 ڈگری نیچے تھا۔'' میں سمجھی کہ وہ نشے میں ہے اس لئے اس کی مدد کو پہنچی لیکن اس نے میری جیکٹ لینے سے انکار کر دیا۔ شاید اس کی دنیا میں یہ موسم گرما تھا اور اس کا جسم اس ملاقات کی خواہش کے تحت گرم تھا جو اس کا منتظر تھا۔ چاہے وہ شخص اس کی ذہنی اپج میں ہی کیوں نہ ہو۔ اسے یہ حق تھا کہ وہ جیسا چاہتی ہے کرے وہ مرنا ہو یا جینا کیا تم ایسا نہیں سمجھتیں؟''

ویرونیکا نہیں جانتی کہ اس بارے میں کیا کہے۔ لیکن پاگل عورت کی باتیں معقول لگ رہی تھیں۔ کسے معلوم شاید یہ عورت وہی ہو جو نیم برہنہ لبیانا کی سڑکوں پر چلتی ہے؟

''میں ایک کہانی سناتی ہوں۔'' زیڈیکا نے کہا۔ ''ایک طاقتور ساحر جو پوری سلطنت کو

تباہ کر دینا چاہتا تھا، اس نے اس کنویں میں جادوئی زہر ڈالا جس سے پوری آبادی پانی پیتی تھی۔ جو بھی اس کنویں کا پانی پیتا وہ پاگل ہو جاتا۔"

دوسری صبح اس کنویں سے سب لوگوں نے پانی پیا اور پاگل ہو گئے سوائے بادشاہ اور اس کے خاندان کے لوگوں کے جو ایک دوسرے کنویں سے پانی پیتے تھے جو شاہی خاندان کے لئے مختص تھا، اور جادوگر اس میں زہر نہیں ملا سکا تھا۔ بادشاہ فکرمند تھا اور عوام کو کنٹرول کرنے کے لئے بہت سے قوانین جاری کئے۔ پولیس کے لوگ اور انسپکٹر نے بھی زہریلے کنویں سے پانی پیا تھا اس لئے انہوں نے بادشاہ کے فیصلے کو فضول سمجھتے ہوئے فیصلہ کیا کہ اس کے احکامات کو خاطر میں نہ لایا جائے۔

جب عوام نے شاہی احکامات سنے تو یہ سمجھے کہ بادشاہ پاگل ہو گیا ہے اسی لئے ناسمجھی کے احکامات دے رہا ہے۔ انہوں نے محل کی طرف مارچ کیا اور تخت سے دست برداری کا مطالبہ کر دیا۔

مایوسی کے عالم میں بادشاہ نے تاج سے دست برداری کا ارادہ کر لیا لیکن ملکہ نے اسے یہ کہتے ہوئے روک دیا کہ "چلو ہم بھی اسی عوامی کنویں سے پانی پیتے ہیں پھر ہم بھی ویسے ہی ہو جائیں گے جیسے کہ عوام ہیں۔"

"اور انہوں نے ویسا ہی کیا۔ بادشاہ اور ملکہ نے پاگل کر دینے والا پانی پیا اور فوراً ہی احمقانہ گفتگو شروع کر دی۔ اب اسے اپنے کئے پر ندامت ہونے لگی اور بادشاہ عقل و شعور کا مظاہرہ کرنے لگا تو لوگوں نے سوچا کہ اسے سلطنت پر کیوں نہ حکمرانی کرنے دی جائے؟"

"ملک میں امن و امان قائم ہو گیا حالانکہ وہاں کے عوام طرزِ عمل پڑوسیوں سے قطعی مختلف تھا۔ بادشاہ آخر تک حکومت کرتا رہا۔"

ویرونیکا ہنسنے لگی۔

"تم پاگل تو قطعی نہیں لگتیں۔" اس نے کہا۔

''لیکن میں ہوں۔ حالانکہ میں بہتر ہو رہی ہوں، کیونکہ میرا مسئلہ یہ ہے کہ مجھ میں ایک خاص کیمیکل کی کمی ہے۔ بہرحال مجھے امید ہے کہ کیمیکل کی وجہ سے مجھے پرانے ڈپریشن سے نجات مل جائے گی، میں چاہتی ہوں کہ میرا پاگل پن قائم رہے، میں اپنی زندگی اسی طرح گزارتی رہوں جس کا میں نے خواب دیکھا ہے، اس طرح نہیں جیسا کہ دوسرے لوگ چاہتے ہیں۔ کیا تم جانتی ہو ویلٹ کی دیواروں کے باہر کیا ہے؟''

''وہی لوگ ہیں جنہوں نے اسی کنویں سے پانی پیا ہے۔''

''بالکل صحیح۔'' زیڈیکا نے کہا۔ ''وہ لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ نارمل ہیں کیونکہ وہ سب کے سب ایک جیسی باتیں کرتے ہیں۔ ٹھیک ہے میں وہی ظاہر کرنے جا رہی ہوں کہ میں نے بھی اسی کنویں سے پانی پیا ہے جس سے انہوں نے پیا ہے۔''

''میں نے یہ پہلے کر لیا ہے اور یہی میرا مسئلہ ہے۔ میں کبھی ذہنی دباؤ کا شکار نہیں رہی نہ کبھی بہت خوشی محسوس کی اور نہ افسردگی۔ کم از کم ایسا نہیں جو زیادہ دنوں تک قائم رہے میرا مسئلہ وہی ہے جو ہر شخص کا ہے۔''

کچھ دیر تک زیڈیکا نے کچھ نہیں کہا، پھر:

''مجھے بتایا گیا ہے کہ تم مرنے والی ہو۔''

ویرونیکا متذبذب ہوئی، ایک لمحے تک۔ کیا وہ اس عورت پر بھروسہ کر سکتی ہے؟ اسے خطرے سے مقابلہ کرنا ہوگا۔

''ہاں، پانچ یا چھ دنوں میں۔ میں سوچ رہی ہوں کہ کیا کوئی ایسا طریقہ ہے کہ میں اس سے جلدی مر جاؤں۔ کیا تم یا کوئی دوسرا مجھے کچھ مزید خواب آور گولیاں فراہم کر سکتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ میرا دل اس بار نہیں بچ سکے گا۔ تم سمجھ سکتی ہو کہ مرنے کا انتظار کرنا کتنا تکلیف دہ ہوتا ہے۔ تمہیں میری مدد کرنی چاہئے۔''

زیڈیکا کے جواب سے پہلے، انجکشن کے ساتھ نرس آ گئی۔

"میں تمہیں خود انجکشن دے سکتی ہوں۔" اس نے کہا۔ "بصورت دیگر میں باہر گارڈز کو بھی مدد کے لئے بلا سکتی ہوں۔"

"اپنی طاقت ضائع نہ کرو۔" زیڈیکا نے ویرونیکا سے کہا۔ "اپنی قوت سنبھال... اگر تم وہ کرنا چاہتی ہو جو مجھ سے کہا ہے۔"

ویرونیکا اٹھی، اپنے بستر پر گئی اور نرس کو اجازت دیدی کہ وہ اپنا کام سرانجام د...

☆☆☆

6

دماغی اسپتال میں اس کا پہلا نارمل دن تھا۔ وہ وارڈ سے نکلی، طعام گاہ میں مردوں اور عورتوں کے ساتھ ناشتہ کیا۔ اُس نے دیکھا کہ فلموں میں دکھائی گئی اس قسم کی جگہوں سے یہ جگہ کتنی مختلف ہے۔ ہسٹیریا کے مناظر، چیخ وپکار، پاگلوں جیسی حرکات وسکنات...... لگتا تھا ہر چیز اسی مخصوص فضا میں ملفوف ہو کر رہ گئی ہے۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی بھی اپنی اندرونی کیفیت کو اجنبیوں پر نہیں ظاہر کرنا چاہتا۔

ناشتے کے بعد (جو یقیناً اچھا تھا۔ کوئی شخص کھانے کی کوئی برائی نہیں کر سکتا) سب لوگ دھوپ کھانے کے لئے باہر نکلے۔ حقیقت یہ تھی کہ کوئی سورج نہیں تھا...... درجہ حرارت صفر سے نیچے تھا اور باغ برف سے ڈھکا ہوا تھا۔

''میری یہاں موجودگی زندگی بچانے کے لئے نہیں بلکہ ختم کرنے کے لئے ہے۔'' ویرونیکا نے بہت سی نرسوں میں سے ایک کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''تم کو اب بھی باہر جا کے سورج میں بیٹھنا چاہئے۔''

''پاگلوں میں سے تم بھی ایک پاگل ہو۔ سورج تو کہیں بھی نہیں ہے۔''

''لیکن وہاں روشنی تو ہے اور وہ مریضوں کو پُرسکون رہنے میں مددگار ہوتی ہے بدقسمتی سے موسم سرما کافی دیر تک رہا کرتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہمیں زیادہ کام نہ کرنا پڑتا۔''

بحث بے کار تھی۔ وہ باہر گئی اور تھوڑی چلی پھری، اپنے اردگرد دیکھتے ہوئے۔ دراصل

وہ کسی ایسی جگہ کو تلاش کر رہی تھی جہاں سے فرار ہوا جا سکے۔ دیواریں بلند تھیں۔ جیسی کہ پرانی طرز کی جیلوں میں ہوا کرتی تھیں، لیکن واچ ٹاورز (سنتریوں کی جگہ جہاں سے وہ نگرانی کیا کرتے تھے) خالی تھے، باغ کے چاروں جانب ملٹری طرز کی عمارتیں کھڑی تھیں جس میں آج کل مردانہ اور زنانہ وارڈ بنے ہوئے تھے۔ منتظمین کے دفاتر اور ملازمین کے کمرے۔ ایک نظر ڈالتے ہی اس نے جو تاثر لیا وہ یہ تھا کہ صرف ایک جگہ ایسی تھی جہاں حقیقتاً نگرانی کی جا رہی تھی، وہ مین گیٹ تھا جہاں ہر آنے اور جانے والے لوگوں کے کاغذات دو گارڈز چیک کر رہے تھے۔

ایسا لگتا تھا ہر چیز اس کے دماغ میں بیٹھتی جا رہی ہے۔ اپنی یادداشت کی مشق کے لئے اس نے چھوٹی چھوٹی چیزوں کو یاد کرنا شروع کر دیا مثلاً وہ جگہ جہاں وہ اپنے کمرے کی چابی رکھا کرتی تھی، وہ ریکارڈر جسے اس نے حال ہی میں خریدا تھا، لائبریری میں اس سے مانگی جانے والی آخری کتاب۔

''میں زیڈیکا ہوں۔'' اس کی طرف بڑھتی ہوئی ایک عورت نے کہا۔ گزشتہ شب، ویرونیکا نے اس کا چہرہ نہیں دیکھا تھا۔ وہ رینگتی ہوئی اس کے بستر تک آئی تھی اور اسی طرح چھپی اس سے باتیں کرتی رہی تھی۔ زیڈیکا تقریباً 35 برس کی ہو گی اور دیکھنے میں انتہائی نارمل لگ رہی تھی۔

''امید کرتی ہوں کہ انجکشن نے تمہیں زیادہ تکلیف نہیں پہنچائی ہو گی۔ کچھ دیر بعد جسم عادی ہو جاتا ہے اور مسکن (نیند لانے والی) دوائیں اپنا اثر کھو دیتی ہیں۔''

''میں ٹھیک ہوں۔''

''گزشتہ شب کی ہماری گفتگو، کیا تمہیں یاد ہے کہ تم نے مجھ سے کیا پوچھا تھا؟''

''یقیناً مجھے یاد ہے۔''

زیڈیکا نے اس کا بازو پکڑ لیا اور وہ دونوں ایک ساتھ صحن میں لگے بے پتوں کے درختوں

کے درمیان چلنے لگیں۔ دیوار کے اس پار تم دیکھ سکتی ہو پہاڑ بادلوں میں چھپ رہے ہیں۔

''بہت سردی کے باوجود ایک پیاری صبح۔'' زیڈیکا نے کہا۔

''انتہائی عجیب بات ہے کہ مجھے سردی سے کبھی ڈپریشن نہیں ہوا۔ اسی طرح بھورے چھائے ہوئے بادلوں سے جیسا کہ اس وقت ہے۔ میں سوچتی ہوں کہ کیا قدرت کی مجھ سے مطابقت ہے جو میری روح منعکس ہو رہی ہے۔ دوسری طرف جب سورج نکلتا ہے تو بچے باہر آ کے سڑکوں پر کھیلنے لگتے ہیں اور ہر شخص خوش ہوتا ہے کہ یہ ایک اچھا دن ہے، اور پھر میں تکلیف محسوس کرتی ہوں کہ ایسی سرخوشی کی فراوانی میں، میں شامل نہیں ہو سکتی۔ یہ کسی قدر ناانصافی ہے۔''

ویرونیکا نے عملاً خود کو اس عورت سے الگ کر لیا کیونکہ جسم سے جسم کے چھونے کو وہ پسند نہیں کرتی تھی۔

''تم نے اپنی بات مکمل نہیں کی، تم کیا کہہ رہی تھیں۔ تم کچھ اس بات کے متعلق کہہ رہیں تھیں جو میں نے کل رات تم سے کہی تھی۔''

''یہاں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں، مرد اور عورتیں جو اس جگہ کو چھوڑ سکتے ہیں، وہ اپنے اپنے گھروں کو جا سکتے ہیں لیکن وہ یہاں سے نہیں جانا چاہتے۔ اس کی بہت ساری وجوہات ہیں: ویلٹ (دماغی اسپتال) اتنی بری جگہ نہیں ہے جیسا کہ لوگ کہتے ہیں، دوسری بات یہ ہے کہ پانچ ستارہ ہوٹل جیسی سہولیات سے کافی کم ہے۔ یہاں، اس کے اندر ہر شخص جو چاہے کہہ سکتا ہے، جو چاہے کر سکتا ہے، اور اس پر کوئی تنقید بھی نہیں کرتا۔ بہر حال وہ ایک دماغی اسپتال میں ہیں۔ جب گورنمنٹ کا انسپکشن ہوتا ہے تو یہ مرد اور عورتیں اس طرح سلوک کرتی ہیں جیسے خطرناک جنونی، کیونکہ یہاں کچھ لوگ سرکاری خرچے پر بھی ہیں یہ بات ڈاکٹروں کے علم میں ہے۔ لیکن مالکان کی طرف سے احکامات ہوتے ہیں جس کے باعث صورت حال بدستور رہتی ہے۔ کیونکہ مریض کم ہیں، بستر زیادہ خالی پڑے ہیں۔

''کیاان میں سے کسی کے پاس میرے لئے خواب آور گولیاں ہیں؟''

''ان سے ملواور کوشش کرو۔اس گروپ کو ہم خیال گروپ کہا جاتا ہے۔''

زیڈیکا نے ایک سفید بالوں والی عورت کی طرف اشارہ کیا جو چند جوان عورتوں سے محوکلام تھی۔

''اس کا نام ''میر ی'' ہے،اس کا تعلق ہم خیال گروپ سے ہے۔اس سے پوچھو۔''

ویرونیکا نے ''میری'' کی طرف بڑھنا شروع کیا،لیکن زیڈیکا نے اسے روک دیا۔

''نہیں،اس وقت نہیں،وہ ہنسی مذاق کررہی ہے۔وہ اس چیز کو نہیں روکے گی جس سے اسے لطف آرہا ہو محض ایک اجنبی سے حسن سلوک کرنے کے لئے۔اگراس کا ردِعمل خراب ہوا تو پھر کبھی اس کے قریب نہیں جاسکوگی۔''پاگل'' ہمیشہ پہلے تاثر پر یقین رکھتے ہیں۔''

ویرونیکا کو زیڈیکا کے انداز ادائیگی پر ہنسی آ گئی اس نے جس طرح ''پاگل'' کہا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ فکرمند بھی تھی کیونکہ یہاں ہر چیز نارمل دکھائی دے رہی تھی۔ برسوں تک سیدھے بار تک جانا۔اس بار سے اپنے محبوب کے ساتھ بستر پر جانا۔اپنے کمرے کے اپنے بستر سے،ماں کے گھر جانا،اوراب وہ کچھ ایسی چیزوں کا تجربہ کررہی تھی جس کے متعلق اس نے سوچا تک نہیں تھا۔ایک دماغی اسپتال،پاگل پن،فاترالعقل لوگوں کی پناہ گاہ۔جہاں لوگ یہ کہنے میں کوئی شرمندگی محسوس نہیں کرتے کہ وہ پاگل ہیں۔جہاں کوئی شخص اپنے پُرلطف کام کو کسی دوسرے کی خوشنودی کے لئے نہیں روکا کرتا۔

اسے شبہہ ہونے لگا کہ زیڈیکا سنجیدہ ہے۔ورنہ یہ کوئی طریقہ نہیں تھا کہ دماغی مریض یہ ظاہر کرنے لگیں کہ وہ دنیا جہاں وہ رہ رہے ہیں وہ دوسروں کی دنیا سے اچھی ہے۔لیکن اس کی کیا اہمیت ہے؟اس کے تجربے میں کچھ دلچسپ چیزیں آرہی تھیں۔بالکل مختلف،قطعی خلاف امید۔ذرا یہ تصور کریں کہ وہ جگہ جہاں لوگ یہ ظاہر کریں کہ وہ پاگل ہیں تا کہ وہ کچھ کرسکیں جو وہ چاہتے ہیں۔

اس مناسب لمحے میں ویرونیکا کے خیالات بدل گئے۔اسے یاد آیا کہ ڈاکٹر نے کیا کہا تھااور وہ خوف محسوس کرنے لگی۔

''میں تھوڑی دیر تنہا چہل قدمی کرنا چاہتی ہوں۔''اس نے زیڈیکا سے کہا۔ بالآخر وہ بھی پاگل تھی اور اسے کسی کی دلچسپیوں کی کوئی فکر نہیں تھی۔

عورت چلی گئی، اور ویرونیکا کھڑی پہاڑوں کو دیکھتی رہی جو ویلٹ کی دیواروں کے پیچھے موجود تھے۔ لگا کہ زندہ رہنے کی ایک معمولی سی خواہش اس کی سطح پر موجود ہے لیکن ویرونیکا نے ارادتاً اسے بھگا دیا۔

''مجھے جلد از جلد ان گولیوں کو حاصل کر لینا چاہیے۔''

اس نے وہاں اپنی صورت حال منعکس کی۔ یہ بات خیال سے بعید تھی۔

اس کے باوجود کہ انہوں نے سب کو پاگل پن کرنے کی اجازت دے رکھی تھی جو وہ کرنا چاہتی تھیں۔اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ اس کا آغاز کہاں سے کرے۔

اس نے پاگلوں والا کوئی کام نہیں کیا تھا۔

تھوڑی دیر باغ میں گزارنے کے بعد ہر شخص کینٹین میں چلا گیا تا کہ لنچ کر سکے۔اس کے فوراً بعد مردوں اور عورتوں کو نرسیں ایک بڑے لاؤنج میں لے گئیں جو مختلف حصوں میں تقسیم تھا۔ وہاں میزیں، کرسیاں، صوفے، ایک پیانو ایک ٹیلی ویژن اور بڑی بڑی کھڑکیاں تھیں جس سے پورا آسمان اور بادلوں کا نظارہ کیا جا سکتا ہے۔ کسی بھی کھڑکی پر گرل نہیں لگی ہوئی ہے کیونکہ کمرہ باغ کی طرف کھلتا ہے۔ سردی کی وجہ سے دروازے بند تھے لیکن اسے کھولنے کے لئے بس ہینڈل کو گھمانا کافی تھا پھر تم باہر نکل کر درختوں کے درمیان ایک بار پھر چہل قدمی کر سکتے ہو۔

بہت سے لوگ اندر داخل ہوئے اور ٹیلی ویژن کے سامنے بیٹھ گئے۔ دوسرے لوگ خلا میں گھورتے رہے، کچھ آہستہ آواز میں خود سے محوِ کلام رہے لیکن اپنی زندگی کے ایسے

لمحات میں کبھی نہیں کیا تھا۔ ''میری'' اس وقت ایک بڑے گروپ میں تھی اس بڑے کمرے کے ایک کونے میں۔ کچھ دوسرے مریض قریب ہی چہل قدمی کر رہے تھے اور ویرونیکا نے ان میں شامل ہونے کی کوشش کی تاکہ سمجھ سکے کہ اس گروپ کے لوگ کیا کہہ رہے ہیں۔

اس نے ممکن حد تک اپنے ارادے کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش کی لیکن وہ جس کے بھی قریب جاتی وہ یکا یک خاموش ہو جاتے اور گھوم کے اسے دیکھنے لگتے۔

''تمہیں کیا چاہئے؟'' ایک بڑی عمر کے آدمی نے کہا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ اس ہم خیال گروپ کا لیڈر رہے (اگر کوئی ایسا گروپ تھا اور زیڈیکا اتنی پاگل نہیں تھی جیسی کہ لگتی تھی)۔

''کچھ بھی نہیں، میں تو بس گزر رہی تھی۔''

''انہوں نے ایک دوسرے پر سرسری سی نظر ڈالی اور اپنے ہاتھ کی جنبش سے پاگل پن کا اظہار کیا۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا۔'' وہ بس گزر رہی تھی۔'' دوسرے نے اس جملے کو ذرا بلند آواز سے ادا کیا اور پھر اس لفظ کو چیخ کر ادا کرنے لگے۔''

ویرونیکا کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے، وہ خوف سے مفلوج کھڑی رہی۔ ایک بڑے ڈیل ڈول کا مرد ان کے قریب آیا تاکہ جان سکے کہ کیا ہو رہا ہے۔

''کچھ نہیں۔'' گروپ کے ایک شخص نے کہا۔ ''وہ بس گزر رہی تھی۔ وہ اس وقت یہاں کھڑی ہوئی ہے۔ لیکن وہ بس گزر رہی ہے۔''

پورا گروپ ہنسنے لگا۔ ویرونیکا نے عجیب سا محسوس کیا اور مسکرائی، گھومی اور آگے بڑھ گئی۔ چنانچہ کسی نے بھی یہ نہیں دیکھا کہ اس کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے ہیں۔ وہ سیدھی باغ میں چلی گئی۔ بغیر کوٹ یا جیکٹ پہنے۔ ایک نرس نے کوشش کی کہ اسے واپس اندر لے آئے لیکن دوسرے نے آ کر اس کے کان میں کچھ سرگوشی کی اور پھر دونوں اسے چھوڑ کے چلے گئے۔ ''ایسی سردی میں، ایسے لوگوں کی صحت کا کیا خیال کرنا جنہوں نے مرنے کا تہیہ کر رکھا ہو۔''

وہ الجھن، تناؤ اور چڑ چڑاہٹ کا شکار تھی۔ وہ کبھی مشتعل نہیں ہوئی تھی۔ اس نے بچپن ہی سے سیکھ رکھا تھا کہ جب کبھی ایسی صورت حال پیدا ہو تو تحمل کے ساتھ ہٹ جاؤ۔ وہ پاگل لوگ اس لئے ایسا کر رہے تھے کہ وہ شرمندگی خوف اور غصہ محسوس کرے اور ایسی خواہش پیدا ہو کہ وہ ان لوگوں کو قتل کر دے، انہیں الفاظ سے گھاؤ لگائے۔ اس نے ایسا کچھ نہیں کیا۔

لیکن شاید ''کومے'' سے نکالنے کے لئے جو گولیاں کھلائی گئی تھیں اس نے اسے کمزور اور نحیف عورت میں تبدیل کر دیا تھا، وہ اپنا تحفظ کرنے کی اہل نہیں رہی تھی۔ بچپن میں وہ اس سے زیادہ خراب صورتِ حال سے مقابلہ کر چکی تھی، اور اب پہلی بار وہ اپنے آنسوؤں پر قابو نہیں رکھ سکی تھی۔ اس کی ضرورت یہ تھی کہ وہ ایسے لوگوں میں واپس جائے جن کی عادی تھی۔ کوئی ایسا شخص جو سختی سے جواب دے سکے اور ظاہر کرے کہ اسے اس توہین سے کوئی تکلیف نہیں پہنچی کیونکہ وہ ان تمام لوگوں سے بہتر ہے۔ اس گروپ میں ایک وہی ہے جو رنے کی جرات رکھتی ہے۔ اس میں سے کون ہے جو اسے زندگی کے متعلق پڑھا سکے جبکہ وہ ب ویلٹ کی دیواروں کے پیچھے بھیڑ کی صورت میں موجود ہیں۔ اس کو کسی سلسلے میں ان کی دکی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ چاہے اسے مرنے کے لئے پانچ یا چھ دن تک انتظار ہی کیوں کرنا پڑے۔

''ایک دن تو پہلے ہی گزر چکا۔ اب باقی رہے چار یا پانچ دن۔''

وہ تھوڑا سا چلی، جما دینے والی سردی کو اپنے جسم میں داخل کرتے اور خون کے بے تموج کرتے ہوئے جو رگوں میں تیزی سے گردش کر رہا تھا۔ اس کا دل بھی زوروں سے ھڑک رہا تھا۔

''حقیقت یہ ہے کہ میں یہاں ہوں ان گنے ہوئے دنوں کے ساتھ۔ لوگوں کے ان نصروں کو اہمیت دیتے ہوئے جو کہ اس سے قبل میں نے دیکھا تھا۔ ان لوگوں کو جنہیں میں جلد ہی پھر کبھی نہیں دیکھوں گی۔ پھر بھی میں تکلیف میں پریشان ہو رہی ہوں۔ میں حملہ کرنا

اور دفاع کرنا چاہتی ہوں۔ اپنا وقت کیوں برباد کروں۔''

لیکن وہ بہت کم وقت کو یوں ضائع کر رہی تھی۔ اس اجنبی کمیونٹی میں تھوڑی سی جگہ حاصل کرنے کے لئے جنگ کر رہی تھی، جہاں تمہیں اس وقت جنگ کرنی ہوتی ہے جب لوگ اپنے قوانین تم پر لاگو کرتے ہیں جن کو تم پسند نہیں کرتے۔

''میں تسلیم نہیں کر سکتی، میں نے ایسا کبھی نہیں کیا۔ میں نے کبھی بے وقوفی کی باتوں پر جنگ نہیں کی۔''

وہ بر فیلے باغ کے درمیان میں رک گئی۔ یہ ویسا ہی تھا کیونکہ ہر چیز میں بیوقوفی تھی اور اس نے اس بات کو تسلیم نہیں کیا کہ اس پر زندگی قدرتی طور پر ٹھونسی گئی ہے۔ بچپن میں اس نے سوچا تھا کہ اس کا انتخاب قبل از وقت ہے اور اب جوانی میں وہ اس بات سے متفق تھی کہ تبدیلی کے لئے اب دیر ہو چکی ہے۔

اس کے بعد سے اس نے اپنی توانائی کو کہاں صرف کیا؟ یقین کرنے کی اس کوشش میں کہ اس کی زندگی بدستور ویسی ہی ہے جیسی ہمیشہ رہی ہے۔ اس نے اپنی بہت سی خواہشات کا گلا اس لئے گھونٹ دیا تاکہ اس کے والدین اس سے ویسی ہی محبت کرتے رہیں جیسی کہ بچپن میں کیا کرتے تھے۔ حالانکہ وہ اس بات سے واقف تھی کہ حقیقی محبت میں تبدیلیاں آتی رہتی ہیں اور وقت کے ساتھ ساتھ پیدا ہوتی رہتی ہے اور اپنے اظہار کے نئے راستے تلاش کرتی رہتی ہے۔ ایک دن جب اس نے ماں کو روتے ہوئے کہتے سنا کہ اس کی شادی ختم ہو گئی۔ ویرونیکا نے اپنے والد کو دیکھا۔ وہ روئی، دھمکی دی اور بالآخر اس سے وعدہ لیا کہ وہ گھر نہیں چھوڑے گا۔ اس بات کا تصور نہیں کیا جا سکتا کہ اس کے والدین کو اس کے لئے کتنی بڑی قیمت چکانی ہو گی۔

جب اس نے ملازمت حاصل کرنے کے متعلق فیصلہ کیا تو اس نے ایک کمپنی کی پیشکش کو ٹھکرا دیا جو اس کے نئے قائم ہوئے ملک میں ابھی جلد ہی بنی تھی اور پبلک لائبریری

کی ملازمت کو ترجیح دی جہاں تمہیں زیادہ پیسے تو نہیں ملتے لیکن وہاں تم محفوظ ہوتے ہو۔
وہ ہر روز اپنے کام پر جاتی رہی، ہمیشہ وقت کی پابندی پر عمل کیا۔ روزانہ یقین کرتے
ہوئے کہ اسے اپنے سپروائزر سے کوئی دھمکی تو نہیں ملی۔ وہ خوش اور مطمئن تھی، اس نے
کبھی جدوجہد نہیں کی چنانچہ آگے بھی نہیں بڑھی۔ اسے جو کچھ درکار تھا وہ مہینے کے آخر
میں ملنے والی تنخواہ تھی۔

اس نے راہباؤں کے علاقے میں کرائے پر کمرہ لیا کیونکہ نز چاہتی تھیں کہ سارے
کرایہ دار خاص وقت تک واپس آجایا کریں اوراس کے بعد وہ دروازے کو بند کر دیا کرتے۔
جو وقت پر نہ پہنچ پاتا تو اسے سڑک پر سونا پڑتا تھا۔ اس کو ہمیشہ بوائے فرینڈ سے حقیقی صورت
حال بیان کرنی ہوتی۔ تا کہ رات کسی ہوٹل کے کمرے یا اجنبی بستر پر نہ گزارنی پڑے۔

جب اس نے شادی کرنے کا خواب دیکھا تو ہمیشہ تصور میں لبیانا سے باہر ایک
چھوٹے سے مکان میں دیکھا۔ ایک ایسے آدمی کے ساتھ جو اس کے والد سے قطعی مختلف
ہوتا۔ ایسا شخص جو اس کے ساتھ ایک ایسے گھر میں خوش رہتا جہاں آگ روشن ہوتی اور
برف سے ڈھکے پہاڑ نظر آتے رہتے۔

اس نے خود کو سمجھا رکھا تھا کہ مردوں کو بے کم و کاست لطف دینا چاہیے، نہ زیادہ اور
نہ کم صرف اتنا جتنی ضرورت ہو۔ وہ کسی سے ناراض نہیں ہوا کرتی تھی کیونکہ اس کا مطلب یہ
ہوتا کہ میں بھی ویسا ہی کروں۔ دشمنوں کی طرف جنگ کرنے کے نتیجے میں اَن دیکھی
صورت حال کا سامنا کرنا پڑتا جیسے انتقام یا بدلہ۔

جب قریب قریب ہر وہ چیز حاصل ہوگئی جس کی وہ خواہش رکھتی تھی تو وہ اس نتیجے پر
پہنچی کہ اس کے وجود کا کوئی مقصد نہیں۔ کیونکہ ہر دن ایک ہی جیسا ہوتا تھا چنانچہ اس نے
فیصلہ کیا کہ مر جائے۔

ویرونیکا کمرے کے اندر داخل ہوئی اور چلتی ہوئی اس کونے میں پہنچی جہاں گروپ

کے لوگ جمع تھے۔ سب لوگ جوش وخروش سے محوِ گفتگو تھے لیکن جب وہ قریب پہنچی تو یکسر خاموش ہو گئے۔

وہ سیدھی اس بوڑھے شخص کے پاس پہنچی جو اس گروپ کا لیڈر لگتا تھا۔ اس سے پہلے کہ کوئی اسے روکتا اس نے اس کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ رسید کر دیا۔

''کیا تم اس کا جواب نہیں دو گے؟'' اس نے بلند آواز سے کہا تاکہ کمرے میں موجود ہر ایک شخص سن لے۔ ''کیا تم کچھ نہیں کرو گے؟''

''نہیں'' اپنا ہاتھ منہ تک لے گیا اور خون کی ایک پتلی سی لکیر اس کی ناک سے نکل پڑی۔ ''کیا تم کافی دنوں سے ہمیں پریشان نہیں کر رہے ہو'' وہ فتح مندی کے ساتھ لاؤنج سے نکل کر وارڈ میں آ گئی۔ اس نے ایک ایسی بات کر دی تھی جو زندگی میں کبھی نہیں کی تھی۔

اس واقعے کے بعد تین دن گزر گئے، زیڈیکا جسے ہم خیال لوگوں کا گروپ کہا کرتی تھی۔ ویرونیکا کو اس تھپڑ پر افسوس تھا، اس لئے نہیں کہ اسے اس شخص کے ردِعمل کا کوئی خوف تھا بلکہ اس لئے کہ اس نے کچھ عجیب سی حرکت کر دی تھی۔ اگر وہ بہت محتاط نہ ہوتی تو تسلیم کر لیتی کہ زندگی کی کوئی قیمت ہے اور وہ اس کی بے معنی تکلیف کی وجہ ہے وہ بہت جلد دنیا چھوڑ دے گی۔

اس کے پاس صرف ایک ترجیح تھی یعنی وہ ہر چیز اور ہر شخص سے دور رہے۔ وہ ویلٹ کے قوانین اور ضابطوں کو اسی طرح تسلیم کرتی رہے جیسے کہ پہلے کرتی تھی۔ یعنی اسپتال کے روزمرہ کاموں کے لئے جانا، لنچ کرنا، لاؤنج میں جانا، دوسری واک کے لئے باغ میں جانا، رات کا کھانا کھانا، ٹیلی ویژن دیکھنا اور پھر بستر پر لیٹ جانا۔

ویرونیکا کے سونے سے پہلے ہمیشہ ایک نرس دواؤں کے ساتھ آتی ہے، دوسری تمام عورتوں کو گولیاں ملتی ہیں جبکہ ویرونیکا واحد عورت تھی جسے انجکشن لگا کرتا تھا۔ اس نے کبھی شکایت نہیں کی لیکن یہ ضرور جاننا چاہتی تھی کہ اسے اتنی زیادہ مسکن دوائیں کیوں دی جاتی

ہیں جبکہ اسے نیند نہ آنے کا مسئلہ کبھی نہیں رہا۔ انہوں نے وضاحت کی کہ انجکشن مسکن دوا نہیں بلکہ دل کے علاج کی دوا ہے۔

اس طرح روزمرہ عام سی مصروفیت میں، اسپتال کے اندر اس کے دن میں یکسانیت پیدا ہوگئی۔ جب ہر دن ایک جیسا ہو تو بہت جلدی گزر جاتا ہے۔ اگلے دو یا تین دنوں بعد وہ نہ تو دانت میں برش کرے گی اور نہ بالوں میں کنگھا۔ ویرونیکا کو احساس تھا کہ اس کا دل تیزی کے ساتھ کمزور ہوتا جا رہا ہے۔ اس کے سینے میں درد رہنے لگا، سانس لینے میں تکلیف رہنے لگی۔ اس میں کسی قسم کی کوئی اشتہا نہیں رہ گئی تھی۔ وہ کوئی چھوٹا موٹا کام بھی کرتی تو اسے چکر آنے لگتا۔

ہم خیال گروپ والوں سے ہونے والے واقعے کے بعد وہ کبھی کبھی سوچا کرتی: ''اگر میں انتخاب کر سکتی، اگر میں پہلے سمجھ لیتی کہ میرا ہر دن ایک جیسا کیوں ہوتا ہے، اس لئے کہ میں ایسا ہی چاہتی تھی۔ شاید............''

لیکن جواب ہمیشہ ایک جیسا ہوتا: ''کوئی شاید وغیرہ نہیں کیونکہ انتخاب کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔'' اس طرح اس کا اندرونی سکون واپس آ جاتا۔ کیونکہ ہر بات کا فیصلہ پہلے ہی ہو چکا ہوتا ہے۔

اس دوران اس نے زیڈیکا سے اپنا تعلق بڑھایا (دوستی نہیں کیونکہ دوستی قائم کرنے کے لئے کافی وقت صرف کرنا پڑتا، جو ممکن نہیں تھا) وہ تاش کھیلتیں اس طرح جلدی وقت گزارنے میں آسانی پیدا ہوتی...... کبھی کبھی وہ ساتھ ساتھ باغ میں چہل قدمی کرتیں، خاموشی کے ساتھ۔

ایک صبح، ناشتے کے فوراً بعد وہ سب لوگ دھوپ کھانے باہر نکلے جیسا کہ ضابطہ تھا۔ زیڈیکا سے ایک نرس نے کہا کہ تم واپس وارڈ میں چلی جاؤ کیونکہ یہ دن تمہارے علاج کا ہے۔

ویرونیکا نے جو اس کے ساتھ بیٹھی ناشتہ کر رہی تھی، یہ درخواست سن لی۔

''کس قسم کا علاج؟''

''یہ ایک پرانا طریقہ علاج ہے جو ساٹھ سال کی عمر میں کیا جاتا ہے لیکن ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ شاید اس سے جلد آرام آجائے۔ کیا تم ساتھ چل کر دیکھنا چاہتی ہو؟''

''تم نے کہا تھا کہ تم اداس رہتی ہو، تو کیا اس کی دواؤں کا زیادہ استعمال تو نہیں جو تم کیمیکل کے لئے کھاتی ہو؟''

''کیا تم دیکھنا چاہتی ہو؟'' زیڈیکا نے اصرار کیا۔

وہ عام ڈگر سے ہٹنے جا رہی ہے، ویرونیکا نے سوچا۔ وہ کچھ نئی چیزیں دریافت کرنے جا رہی تھی، جب کہ اسے کوئی چیز سیکھنے کی حاجت نہیں تھی اس کی سب سے بڑی ضرورت تحمل تھا لیکن اس کا تجسس اس پر غالب ہوا اور اس نے گردن ہلا دی۔

''یہ کوئی تماشا نہیں ہے کہ دیکھا جائے'' نرس نے کہا۔

''وہ مرنے جا رہی ہے۔ وہ مشکل ہی سے کچھ دیکھ سکتی ہے اسے ہمارے ساتھ چلنے دو۔''

☆☆☆

7

ویرونیکا مسکراتے ہوئے عورت کو دیکھتی ہے جسے بیڈ پر باندھ دیا گیا تھا۔

''اسے بتاؤ کہ کیا ہورہا ہے۔'' زیڈیکا نے میل نرس سے کہا۔

ورنہ وہ ڈر جائے گی۔

اس نے گھوم کے سرنج دکھائی۔ وہ ڈاکٹر جیسا ہو کہ خوشی محسوس کر رہا تھا۔ ایک ایسا ڈاکٹر جو جونیئر ڈاکٹر کو صحیح طریقہ کار اور علاج سمجھا رہا ہو۔

''اس سرنج میں انسولین کی مناسب مقدار ہے۔'' اس نے سنجیدگی سے بات کرتے ہوئے کہا۔ اس کی آواز ماہرانہ انداز کی تھی۔ ''یہ ذیابیطس میں زیادہ گلوکوز کو جنگ کے ذریعے کم کرتی ہے۔ بہرحال جب خوراک بہت زیادہ ہو اس کے بعد نارمل تو اس کے نتیجے میں خون کی گلوکوز ''کومے'' کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔''

اس نے سوئی کو آہستگی سے تھپتھپایا تا کہ اگر تھوڑی بہت ہوا موجود ہو تو نکل جائے، پھر زیڈیکا کے دائیں پیر میں لگا دیا۔

''اب کیا ہونے جا رہا ہے۔ وہ اب ''کومے'' میں جا رہی ہے۔ ڈرنا مت اگر اس کی آنکھیں پتھرانے لگیں، اور یہ بھی امید نہ رکھنا کہ جب تک دواؤں کا اثر باقی رہے گا تمہیں پہچانے گی۔''

''یہ بہت ہی تکلیف دہ ہے، غیر انسانی فعل۔ لوگ اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ

''کومے'' سے نکلیں نہ کہ اس میں چلے جائیں۔''

''لوگ زندہ رہنے کے لئے جدوجہد کرتے ہیں، خودکشی نہیں کرتے۔'' نرس نے جواب دیا۔لیکن ویرونیکا نے اس کی بات کونظر انداز کر دیا۔کومے کی صورت حال اعضاء کو آرام پہنچاتی ہے۔اس کا کام یہ ہوتا ہے کہ تمام خطرات کو کم کرے اور کھنچاؤ کو یکسر ختم کر دے۔

وہ گفتگو کے دوران دوا کو سرنج کے ذریعے جسم میں داخل کر رہا تھا اور زیڈیکا کی آنکھیں پژمردہ ہوتی جا رہی تھیں۔

''پریشان نہ ہو'' ویرونیکا اس سے کہہ رہی تھی۔تم قطعی طور پر نارمل ہو۔تم نے مجھے جس بادشاہ کی کہانی سنائی......

''اپنا وقت ضائع مت کرو۔وہ تمہاری کسی بات کو نہیں سن پائے گی۔''

بستر پر لیٹی ہوئی عورت جو چند منٹ پہلے خوش و خرم اور زندگی سے پُر نظر آ رہی تھی، اب اس کی آنکھیں کہیں دور کسی نقطے پر مرکوز تھیں، اور اس کے منہ کے کونے سے جھاگ نکل رہا تھا۔

''تم نے کیا کیا؟'' اس نے چیخ کے نرس سے کہا۔

''اپنا فرض ادا کیا ہے۔''

ویرونیکا نے زیڈیکا کو آوازیں دینا شروع کر دیں۔چیخی اور دھمکی دی کہ میں پولیس کے پاس جاؤں گی، پریس میں جاؤں گی اور انسانی حقوق والوں کے پاس جاؤں گی۔

''پُرسکون رہو۔تم دماغی اسپتال میں ہو اور تمہیں قواعد وضوابط کو پیش نظر رکھنا ہے۔''

اس نے دیکھا کہ وہ شخص انتہائی سنجیدہ ہے اس لئے خوف زدہ ہو گئی۔لیکن چونکہ اس کے پاس ضائع ہو جانے والی کوئی چیز نہیں تھی اس لئے چیختی رہی۔

☆☆☆

8

وہ کہاں سے آئی تھی۔ زیڈیکا وارڈ اور بیڈ کو دیکھ سکتی ہے۔ سب خالی سوائے ایک کے جس پر اس کا جسم بندھا ہوا تھا اور قریب ہی ایک لڑکی کھڑی ہوئی خوف سے دیکھ رہی تھی۔ لڑکی کو یہ نہیں معلوم تھا کہ بستر پر پڑی ہوئی شخصیت ابھی تک زندہ تھی، نظام حیات پوری طرح کام کر رہا تھا لیکن اس کی روح محوِ پرواز تھی اتنی بلند کہ قریب قریب چھت کو چھو رہی تھی وہ مکمل سکون کا تجربہ حاصل کر رہی تھی۔

زیڈیکا ستاروں میں سماوی سفر پر تھی۔ یہ ایک حیرت انگیز تجربہ تھا جو اسے انسولین شاک کے دوران ہوا۔ اس نے اس بات کو کسی پر آشکار نہیں کیا۔ صرف وہی تھی جسے ڈپریشن سے شفاء ملی تھی اور جیسے ہی وہ تندرست ہوئی، وہ امید کر رہی تھی کہ اس جگہ کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ دے گی۔ اگر اس نے کہنا شروع کر دیا کہ اس نے اپنے جسم کو خیر باد کہہ دیا ہے تو لوگ سمجھیں گے وہ پہلے سے زیادہ پاگل ہوگئی ہے۔ یعنی ویلٹ میں داخلے کے وقت جتنی پاگل تھی اس سے زیادہ۔ بہرحال وہ جیسے ہی اپنے جسم میں دوبارہ داخل ہوئی، اس نے دونوں موضوعات کا مطالعہ شروع کر دیا۔ انسولین شاک اور اس عجیب احساس کا مطالعہ کہ وہ خلا میں اڑ رہی ہے۔

تحریر میں اس علاج پر زیادہ مواد نہیں تھا۔ پہلے پہل اس کا استعمال 1930ء میں ہوا تھا۔ لیکن نفسیاتی اسپتالوں میں مکمل پابندی تھی کیونکہ امکانات تھے کہ مریضوں میں ناقابل

تبدیل نقصان نہ ہو جائے۔اس کیفیت کے دوران وہ ڈاکٹر آئیگر کے دفتر نورانی پیکر پہنچی۔ عین اس وقت جب وہ اسپتال کے مالکان سے اسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا۔" یہ جرم ہے۔" ڈاکٹر آئیگر کہہ رہا تھا۔" ہاں لیکن یہ سستا بھی ہے فوری بھی" دوسرے شخص نے جواب دیا۔ بہر حال پاگلوں میں کون دلچسپی لیتا ہے؟ کوئی شخص شکایت نہیں کرے گا۔

اس کے باوجود کچھ ڈاکٹر اسے اب بھی ڈپریشن کے علاج کا فوری طریقہ سمجھتے ہیں۔ زیڈیکا نے انسولین شاک کے متعلق جو کچھ لکھا تھا اسے پڑھا اور دیکھا بطور خاص ان مریضوں سے بالمشافہ تفصیلات جانیں جنھوں نے اس کا تجربہ کیا تھا۔ سب کی کہانی ایک جیسی تھی! دہشت اور مزید دہشت۔ ان میں سے کسی نے بھی اس سے ملتی جلتی کسی چیز کا تجربہ کیا تھا جیسا کہ ان لمحات میں اسے ہوا تھا۔

اس نے لب لباب بیان کیا...... قطعی درست......انسولین اور جسم کو چھوڑتے ہوئے ہوش کے احساس میں کوئی رشتہ نہیں ہوتا۔ دوسری طرف اس طریقہ علاج سے مریض کی دماغی وسعت میں کمی واقع ہوتی ہے۔

اس نے روح کی موجودگی پر تحقیق شروع کر دی۔ اس نے چند کتابیں روحانیات اور ماورائے فطرت حقائق پر پڑھیں۔ پھر ایک دن وہ لٹریچر اس کے ہاتھ لگ گیا جس میں وہی باتیں لکھی ہوئی تھیں جو وہ تجربہ کر رہی تھی۔ اسے "سماوی سفر" کا نام دیا گیا تھا۔ بہت سے لوگ پہلے بھی ایسا تجربہ کر چکے تھے۔ کچھ نے اپنی محسوسات کو صرف بیان کر دیا تھا جبکہ دوسروں نے وہ تکنیک اختیار کی تھی کہ اشتعال میں اضافہ ہو۔ زیڈیکا کو یہ فن ازبر ہو گیا تھا اور وہ ہر شب جہاں جی چاہتا اڑتی پھرتی۔

ان تجربات کے بیان اور ظرف نگاہی (Vision) میں فرق تھا۔ لیکن سب میں کچھ نکتے یکساں تھے۔ عجیب وغریب چڑچڑاہٹ پیدا کرنے والی آوازیں جو جسم اور روح کے علیحدہ علیحدہ ہونے سے قبل پیدا ہوتی تھیں جس کے بعد ایک لرزش اور پھر یکایک حواس اور

شعور کا چلا جانا اور پھر سکون و سرمستی اور ہواؤں میں اڑنا۔ ایک نقرئی ڈوری کے ذریعے جسم سے منسلک ہوئے۔ ایک ایسی ڈوری جو طویل تر مقام تک کھنچتی چلی جائے۔ حالانکہ روایتیں (یقیناً کتابوں میں) بھی ہیں کہ اگر سلور کی باریک ڈور ٹوٹ جائے تو آدمی مر جائے گا۔

بہرحال اس کا تجربہ یہ تھا کہ وہ جہاں تک چاہتی جاتی لیکن اس کی ڈور کبھی نہیں ٹوٹی۔ لیکن جو سچ پوچھیں تو وہ کتابیں اسے سمجھانے کا بہترین ذریعہ تھیں کہ وہ کس طرح زیادہ سے زیادہ سماوی سفر اختیار کرے۔ مثلاً اس نے یہ سیکھا کہ جب وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ حرکت کرے تو اسے خود کو خلا میں موجودگی پر توجہ دینا چاہئے۔ جہاں وہ حقیقتاً جانا چاہتی ہے اس کا تصور کرے۔ اس طرح نہیں جیسے ہوائی جہازوں کے راستے ہوتے ہیں...... جو ایک جگہ سے اڑ کر ضروری فاصلہ طے کر کے دوسری جگہ پہنچتا ہے...... سماوی سفر کے دوران حیرت انگیز سرنگوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ تم خود کو کسی جگہ تصور کرتی ہو، تم مناسب سرنگ میں انتہائی تیز رفتاری سے داخل ہوتی ہو اور دوسری جگہ دکھائی دینے لگتی ہو۔

یہ کتابیں ہی تھیں جس کے ذریعہ اس کا خلائی مخلوق سے خوف جاتا رہا تھا۔ آج دنیا میں کوئی دوسرا شخص نہیں، صرف وہی ہے جس نے پہلی بار اپنا جسم چھوڑا اور دیکھا کہ بہت سے لوگ اسے حیرت سے دیکھ کر لطف لے رہے ہیں۔ اس کا پہلا تاثر تھا کہ وہ مرے ہوئے لوگ ہیں، اور ان کے بھوت اسپتال میں موجود ہیں۔ پھر کتابوں کی مدد اور اپنے تبصرے میں اس نے تسلیم کیا کہ اپنا جسم چھوڑ کر چند روحیں اس کے قریب چل پھر رہی ہیں، انہی میں ایسے لوگ بھی تھے جو اس کی طرح زندہ تھے۔ انہوں نے یا تو اپنا جسم چھوڑنے کی تکنیک کو بڑھا لیا تھا یا پھر انہیں یہ نہیں معلوم تھا کہ ان کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ دنیا کے کسی حصے میں وہ گہری نیند سو رہے تھے جبکہ ان کی روح آزادی سے دوسری جگہ گھوم پھر رہی ہے۔

آج...... یہ جانتے ہوئے کہ یہ اس کا آخری سماوی سفر ہے جو انسولین کے ذریعے شروع ہوا۔ کیونکہ اس نے ابھی ڈاکٹر آئیگر کے آفس کا دورہ کیا تھا اور اسے یہ کہتے ہوئے

سنا تھا کہ اسے اسپتال سے چھٹی دے دیگا......اس نے فیصلہ کہ وہ فی الحال ویلٹ میں ہی رہے گی۔لیکن اس لمحے سے جب وہ مین گیٹ سے باہر ہوگی تو دوبارہ واپس نہیں لوٹے گی، یہاں تک کہ روح کی شکل میں بھی اور وہ چاہتی تھی کہ خدا حافظ کہے۔

خدا حافظ کہنا...... یہ حقیقتاً مشکل مرحلہ تھا۔ایک بار دماغی اسپتال میں ایک شخص رہتا ہے، ان تمام آزادیوں کے ساتھ جو پاگلوں کی دنیا میں ہوا کرتی ہیں اور اس کا عادی ہو چکا ہوتا ہے۔تم اس بات کی ذمہ داری نہیں لے سکتے کہ تم روزانہ کی خوراک کے لئے جدوجہد کرو گے۔بارِ دگر دنیاوی معاملات کے لئے زحمت اٹھاؤ گے۔تم گھنٹوں کسی تصویر کو دیکھنے میں صرف کردو گے یا پھر بے معنی لکیریں کھینچنے میں ہر چیز نظر انداز ہو جاتی ہے کیونکہ تم دماغی طور پر بیمار ہو۔جیسا کہ اس نے خود مشاہدہ، بارہا مشاہدہ کیا کہ بہت سے ساتھیوں کے اسپتال میں داخل ہونے کے بعد صحت کے سلسلے میں بہتری آئی۔وہ اب اپنی بیماری کی علامات کو نہیں چھپاتے اور خاندانی ماحول ان کا مددگار ہوتا ہے۔

ابتدا میں زیڈیکا کو ویلٹ میں بڑی جذب وکشش نظر آئی اور اس نے سوچا کہ اگر وہ صحت یاب ہوگئی تو مذہبی گروہ میں شامل ہو جائے گی۔لیکن بعد میں تسلیم کیا کہ اگر وہ ہوش مندی کی دنیا میں آجائے گی تو وہ سب کچھ کرے گی جس سے باہر رہ کر کرنے میں لطف لیا کرتی تھی۔جیسا کہ زندگی کے آئے دن کے چیلنجز سے نبرد آزما ہوتی تھی۔جیسا کہ کسی نے کہا تھا کہ تمہیں تو بس یہ کرنا ہے کہ اپنے پاگل پن کو کنٹرول کرو۔تم روسکتی ہو، پریشان اور غصہ کرسکتی ہو جیسے کہ صحیح الدماغ لوگ کرتے ہیں۔جب تک تمہیں یاد آتا رہے، اس پر تمہاری روح ان تکلیف دہ صورت حال پر قہقہے لگاتی تھی۔

وہ جلد ہی اپنے گھر واپس چلی جائے گی، اپنے بچوں اور اپنے شوہر کے پاس اور زندگی کے اس حصے میں بھی کشش ہوگی۔اس میں شبہہ نہیں کہ روزگار کی تلاش میں دشواری ہوگی کیونکہ لبیانا جیسے چھوٹے شہر میں خبریں بہت تیزی سے گردش کرتی ہیں، اور ویلٹ میں اس

کے قیام کو بہت سے عام لوگ جانتے ہیں لیکن اس کا شوہر اتنی آمدنی کا حامل ہے کہ وہ خاندان کو سمیٹ لے، اور وہ اپنے خالی اوقات میں اپنے سماوی سفر کو جاری رکھے لیکن انسولین کے زیر اثر نہیں۔

بہر حال وہ اپنے اس تجربے کو دہرانا پسند نہیں کرے گی جس کے باعث اسے ویلٹ لایا گیا تھا۔

ڈپریشن یعنی احساس بیچارگی۔

ڈاکٹروں کا کہنا تھا کہ ابھی حال ہی میں ایک مادہ دریافت ہوا ہے Serotonin (ایک مرکب جو خونی خلیوں اور مادوں میں پایا جاتا ہے) اور یہ ایک ایسا کمپاؤنڈ ہے جس کے ذریعے انسان کچھ محسوس کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس مادے یعنی Serotonin کی کمی کسی کے اپنے کام پر توجہ کو ختم کر دیتا ہے۔ نیند، کھانے اور زندگی کے لطف سے مسرور نہیں ہو پاتا۔ جب یہ مادہ یکسر غائب ہو جائے تو آدمی تشدد۔ یاس پسندی کے تجربات سے دوچار ہو کر ادنیٰ اور حقیر، انتہائی تھکا ہوا، خوفزدہ، فیصلہ کرنے میں دشواری اور بالآخر مایوسیوں میں ڈوب جاتا ہے جو اسے مکمل طور پر لاتعلق بنا دیتا ہے یا خودکشی پر آمادہ کر دیتا ہے۔

دوسرے روائتی ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ زندگی میں کوئی بھی شدید تبدیلی ڈپریشن کا سبب ہو سکتی ہے...... کسی دوسرے ملک جانا، کسی پیارے کی جدائی، طلاق، کام کی زیادتی کا مطالبہ یا خاندان...... کچھ جدید مطالعہ کے مطابق موسم سرما اور گرما میں قیدی کو مقررہ حدود میں رہنے کا پابند کرنا جہاں سورج کی روشنی کی کمی ہو تو یہ بھی ڈپریشن کا سبب ہو سکتا ہے۔

زیڈیکا کے کیس میں، بہر حال وجوہات سادہ تھیں ویسی نہیں جیسی کہ لوگ سمجھتے تھے۔ ماضی میں چھپا ہوا ایک شخص بلکہ خیالی شخصیت جو اس نے ایک شخص کی صورت میں قائم کر رکھا تھا جسے وہ ماضی بعید میں جانتی تھی۔

یہ کتنی احمقانہ بات تھی کہ ایک ایسے شخص کے لئے ڈپریشن اور پاگل پن کا شکار ہوا

جائے جس کا وہ فی الحال ایڈریس بھی نہ جانتی ہو۔ لیکن وہ جس کے ساتھ جوانی میں محبت میں گرفتار ہوئی، ویسے ہی جیسے دوسری نارمل لڑکیاں ہوتی ہیں، زیڈیکا نے چاہا تھا کہ وہ ایک ناممکن محبت کا تجربہ کرے۔

بہر حال اپنی دوستوں کے برخلاف جو صرف ناممکن محبت کا خواب دیکھتی ہیں، زیڈیکا نے فیصلہ کیا کہ اور آگے تک جائے گی۔ دراصل اس نے اس خواب کی حقیقت تسلیم کرنے کی کوشش کی تھی۔ وہ سمندر کے دوسرے کنارے رہتا تھا اور زیڈیکا نے اپنا سب کچھ فروخت کر دیا تا کہ وہاں جا کر اس سے ملاقات کرے۔ وہ شادی شدہ تھا لیکن اس نے استانی کی حیثیت سے اپنا کردار قبول کر لیا اور خاموشی سے منصوبہ بندی کرتی رہی کہ اسے اپنا شوہر بنا لے۔ اس کے پاس اپنے لئے کافی وقت تھا لیکن زیڈیکا ایک سستے سے ہوٹل کے کمرے میں دن رات گزارتی اور اس کے فون کا انتظار کرتی رہتی۔

اس کے مضبوط ارادے کے باوجود کہ وہ محبت میں سب کچھ قربان کر دے گی وہ اپنے ارادے میں کامیاب نہیں ہوسکی۔ اس نے (مرد) براہ راست کوئی بات نہیں کی لیکن ایک دن زیڈیکا نے مان لیا کہ اسے مزید خوش آمدید نہیں کہا جائے گا چنانچہ وہ سلووینیا واپس آ گئی۔

وہ چند مہینے تھوڑا بہت، اس کے ساتھ گزارے ہوئے ہر سیکنڈ کو یاد کرتی رہی۔ بار بار ان پُر مسرت لمحات کو یاد کرتی رہی جو اس کی صحبت میں گزرے تھے۔ یہ کوشش بھی کرتی رہی کہ کوئی بات اسے یہ یقین دلا دے کہ مستقبل میں دوبارہ وہی رشتہ پھر قائم ہو جائے گا۔ اس کے تمام دوست اس کی کیفیت سے فکر مند تھے لیکن زیڈیکا کے دل میں کسی چیز نے اس سے کہا کہ یہ بس وقت گزاری ہے۔ اس کی قیمت اس کی اپنی ذات تھی جسے وہ بغیر کسی شکایت کے ادا کر رہی تھی۔ وقت اسی طرح گزرتا رہا۔ ایک صبح وہ بیدار ہوئی تو اس میں زندگی کی بے پناہ خواہش تھی۔ بہت دنوں کے بعد یہ کیفیت پیدا ہوئی تھی۔ چنانچہ وہ نکلی اور ایک

ملازمت حاصل کر لی۔ اس نے صرف ملازمت ہی نہیں حاصل کی بلکہ ایک خوبصورت، ذہین جوان شخص کی توجہ بھی حاصل کر لی اور بہت سی دوسری عورتوں کو دیکھنے کے بعد، اس سے اس کی شادی ہوگئی۔

وہ دونوں ایک آرام دہ گھر میں رہنے لگے جس میں ایک باغ بھی تھا اور وہاں سے دریا نظر آتا تھا جو لبیانا میں بہتا تھا۔ ان کے بچے ہوئے انہوں نے موسم گرما میں آسٹریا یا اٹلی کا دورہ بھی کیا۔

جب سلووینیا نے فیصلہ کیا کہ یوگوسلاویہ سے علیحدگی اختیار کر لے تو مرد کو آرمی میں طلب کر لیا گیا۔ زیڈیکا سربین تھی...... جو دشمن ملک تھا چنانچہ اس کی زندگی اس مقام پر پہنچ گئی جو نقطہ اختتام ہوتا ہے۔ کھنچاؤ اور تناؤ کے دن گزرے فوجیں لڑائی کی تیاری کر رہی تھیں اور کوئی بھی اس بات سے واقف نہیں تھا کہ اس اعلان کا کیا نتیجہ نکلے گا اور اس سلسلے میں کتنا خون بہے گا۔ زیڈیکا کو معلوم تھا کہ وہ اس سے کتنی محبت کرتی ہے۔ وہ اپنا زیادہ تر وقت خدا سے دعا مانگتے گزارا کرتی کیونکہ صرف اسی سے امید تھی۔ وہ کسی بھی طرح اپنے شوہر کی واپسی چاہتی تھی۔

وقت اسی طرح گزرتا رہا۔ وہ واپس آ گیا۔ بچے اس قابل ہو چکے تھے کہ اسکول جا سکیں، جہاں انہیں سلووینیا کی زبان پڑھائی جاتی تھی، اور جنگ کی دھمکی تبدیل ہو کر پڑوسی ریپبلک کروشیا چلی گئی۔

تین برس گزرنے کے بعد یوگوسلاویہ کی جنگ کروشیا سے بوسنیا چلی گئی اور خبریں گردش کرنے لگیں کہ سرب قتل عام کرتے پھر رہے ہیں۔ زیڈیکا نے سوچا کہ یہ کتنی بڑی ناانصافی ہے کہ چند پاگل جنگجوؤں کی وجہ سے پوری قوم کو مجرم قرار دے دیا جائے۔ اس کی زندگی ایک مفہوم پا گئی جس کی اسے توقع تک نہ تھی۔ اس نے فخر اور ہمت سے اپنے لوگوں کا دفاع کیا، اخبارات میں لکھ کر، ٹیلی ویژن پر نمودار ہو کے، کانفرنسز منعقد کر کے۔ ان میں

سے کسی چیز نے بھی پھل نہیں دیا، یہاں تک کہ آج کل دنیا بھر کے لوگ یہ سمجھتے اور یقین رکھتے ہیں کہ سرب کے لوگ ہی اس ظلم و بربریت کے ذمہ دار ہیں۔ لیکن زیڈیکا یہ جانتی ہے کہ اس نے اپنا فرض ادا کر دیا اور یہ کہ وہ اس مشکل وقت میں اپنے بھائیوں اور بہنوں کو نہیں چھوڑ سکتی۔ وہ اپنے شوہر، بچوں اور ان لوگوں کی حمایت کو نہیں بھول سکتی جو دونوں طرف کی پروپیگنڈا مشین سے استعمال نہیں ہوئے۔

ایک شام وہ سلووینیا کے عظیم شاعر ''پریسرن'' کے مجسمے کے قریب چہل قدمی کر رہی تھی کہ اس نے شاعر کی زندگی کے متعلق سوچنا شروع کر دیا۔ وہ جب 34 برس کا تھا تو چرچ میں اس کی ملاقات ایک نوجوان لڑکی ''جولیا پریمک'' سے ہوگئی اور وہ اس کی محبت میں گرفتار ہوگیا اور قرون وسطیٰ کے شاعروں کی طرح اس کے لئے نظمیں لکھنی شروع کر دیں، اس امید کے ساتھ کہ ایک دن اس سے شادی کرلے گا۔ دوسری طرف جولیا کا تعلق اپر کلاس فیملی سے تھا جو ایک بار چرچ میں ''پریسرن'' کو نظر آئی لیکن اس کے بعد کبھی اس کے قریب پہنچنے کا موقع نہیں مل سکا لیکن اس اچانک ملاقات نے اسے تخلیقی عمل پر اس طرح متوجہ کیا کہ اس نے خوبصورت ترین شاعری کی اور اپنے نام کو بلند ترین مقام پر پہنچا دیا۔ لبیانا کے چھوٹے سے چوراہے پر لگے ہوئے مجسمے میں دکھایا گیا ہے کہ شاعر کسی چیز کو غور سے دیکھ رہا ہے۔ اگر تم اس کی نگاہوں کا تعاقب کرو گے تو دیکھو گے کہ چوراہے کی دوسری جانب ایک گھر کے پتھر پر ایک عورت کا چہرہ کندہ ہے۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں جولیا رہتی تھی۔ اپنی موت کے بعد بھی اپنی ناممکن محبت کو وہ لگاتار دیکھتا رہتا ہے۔

''تو اس سے کیا اگر اس نے کچھ سختی کے ساتھ جنگ کی؟''

زیڈیکا کے دل نے زوروں سے دھڑکنا شروع کر دیا۔ شاید یہ خرابی کی ابتدا ہو، شاید اس کے ایک بچے کے ساتھ حادثہ...... وہ دوڑتی ہوئی واپس گھر پہنچی تا کہ انہیں ٹیلی ویژن دیکھتا اور پاپ کارن کھاتا پائے۔

بہر حال یہ افسردگی نہیں گئی۔ زیڈیکا لیٹ گئی اور قریب قریب بارہ گھنٹے تک سوتی رہی اور جب بیدار ہوئی تو خود کو اٹھنے کے قابل نہ پایا۔ پریسرن کی کہانی نے اسے پھر پہلے پیار، پہلی محبت کی یاد دلا دی، جس نے اس سے دوبارہ کبھی رابطہ نہیں پیدا کیا تھا۔

زیڈیکا نے خود سے سوال کیا۔ کیا میں بہت سختی سے لڑی ہوں؟ کیا مجھے استانی کے کردار تک محدود رہنا چاہیئے تھا بجائے اپنی توقع کے مطابق خواہش کرنے کے؟ کیا میں نے اپنی پہلی محبت کے لئے اتنی ہی جدوجہد کی جتنی کہ اپنے لوگوں کے ساتھ مل کر جنگ کی؟

زیڈیکا نے خود کو تسلیاں دیں لیکن اس کی افسردگی میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ ایک بار اسے جنت کا گمان ہوا تھا، دریا کے قریب گھر، شوہر جس سے وہ محبت کرتی تھی۔ بچے جو ٹیلی ویژن کے سامنے بیٹھے پاپ کارن کھا رہے ہوں...... یہ سب چیزیں رفتہ رفتہ تبدیل ہو کر جہنم بن گئیں۔

آج بہت سی سماوی سفر اور بڑے تن و توشت کی مخلوق سے مڈبھیڑ کے بعد زیڈیکا اس بات کو سمجھ گئی کہ یہ سب کچھ خرافات تھی۔ اس نے اپنے ناممکن پیار کو ایک وجہ گردانا، اور وہ جیسی بھی زندگی گزار رہی تھی اس کے تانے بانے کو توڑنے کا اک بہانہ۔ وہ جیسی زندگی گزارنا چاہتی تھی حقیقتاً اس کے برعکس تھی۔

لیکن بارہ ماہ قبل، صورت حال قطعی مختلف تھی۔ وہ سمندر پار رہنے والے محبوب کو دیوانہ وار تلاش کر رہی تھی۔ اس نے بین الاقوامی فون کال پر بہت بڑی رقم خرچ کی تھی لیکن وہ اب اس شہر میں نہیں رہتا تھا، اور اس کو تلاش کرنا ناممکن تھا۔ اس نے ایکسپریس میل سے خطوط بھیجے جو ہمیشہ واپس آ گئے۔ اس لئے اس کے تمام دوستوں کو فون کیا لیکن کسی کو خبر نہیں تھی کہ اس کے ساتھ کیا ہوا۔

اس کے شوہر کو کوئی اندازہ نہیں تھا کہ کیا ہو رہا ہے۔ یہ بات اسے غصہ دلاتی رہی کیونکہ اسے کم از کم شبہہ تھا جس کی اس نے شکایت کی، ناراض ہوا، دھمکی دی کہ اسے سڑک پر

پھینک دے گا۔ وہ سمجھ گئی کہ بین الاقوامی ٹیلی فون آپریٹرز، پوسٹ مین اور اس کی تمام گرل فرینڈز نے اسے سمجھا دیا ہے کہ تم غیر متعلق بنے رہو۔ اس نے وہ تمام زیورات فروخت کر دیئے جو اسے شادی کے وقت دیئے گئے تھے اور سمندر پار کے لئے ہوائی جہاز کا ٹکٹ خریدا لوگوں نے اسے سمجھایا کہ امریکہ ایک بہت بڑا ملک ہے اور وہاں اس وقت تک جانے کا کوئی فائدہ نہیں اگر تمہیں یہ نہ معلوم ہو کہ اسے کہاں تلاش کرنا ہے۔

ایک شام وہ اپنے عشق کی آگ میں جلتی لیٹی ہوئی تھی۔ اس پر محبت کا اتنا سودا سوار تھا کہ پہلے کبھی نہیں ہوا تھا، یہاں تک کہ اس وقت بھی نہیں جب وہ واپس آ کر لبیانا میں اپنے روزمرہ کے کاموں میں لگی ہوئی تھی۔ اس نے وہ شب اور دوسرے دو دنوں تک اپنے کمرے میں ہی رہ کر گزارا۔ تیسرے دن اس کے شوہر نے جو انتہائی مہربان اور سخت فکرمند تھا۔ ایک ڈاکٹر سے رابطہ کیا۔ کیا اسے واقعی نہیں معلوم تھا کہ زیڈیکا اس دوسرے شخص سے تعلق پیدا کرنا چاہتی ہے...... اپنی باعزت زندگی کو بدل کر خفیہ طور پر کسی کی بیوی بن جائے اور لبیانا، اپنے گھر اور اپنے بچوں کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دے؟

ڈاکٹر آیا...... وہ ہسٹیریائی مریضہ بن کے دروازہ دیکھنے لگی اور صرف اُسی وقت کھولا جب ڈاکٹر رخصت ہو گیا۔ ایک ہفتے بعد اس میں ارادے کی اتنی طاقت بھی نہ رہی کہ وہ اپنے بستر سے نکل سکتی اور بستر کو ہی واش روم بنا لیا۔ اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ختم ہو گئی، سر اس شخص کی نامربوط یادوں سے بھر گیا جس کے متعلق وہ سمجھنے لگی تھی کہ وہ بھی اسے ہزیمت سے دیکھتا ہے۔

اس کے پُرجوش مہربان شوہر نے بستر کی چادریں تبدیل کیں۔ اس کے بالوں کو سنوارا اور کہا کہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ بچوں نے اس کے کمرے میں آنا چھوڑ دیا کیونکہ وہ انہیں بلا کسی وجہ کے تھپڑ مار دیا کرتی تھی اور پھر جھک کے ان کے پیروں کو بوسہ دے کر معافی کی خواستگار ہوتی، اپنا پاگل پن ظاہر کرنے کے لئے شب خوابی کے لباس کو

تارتار کر دیا کرتی۔

دوسرے ہفتے کے بعد جو خوراک دی جاتی وہ اسے الٹ دیتی۔ پوری رات جاگ کر گزارتی اور پورا دن سوکر۔ دو آدمی بغیر دستک دیئے اس کی خواب گاہ میں آئے۔ان میں سے ایک نے اسے پکڑا اور دوسرے نے انجکشن لگایا پھر جب اس کی آنکھ کھلی تو وہ ویلٹ میں تھی۔

''ڈپریشن'' اس نے سنا کہ ڈاکٹر اس کے شوہر سے کہہ رہا ہے۔ کبھی کبھی یہ انتہائی معمولی باتوں سے بھی ہو جاتا ہے مثلاً کیمیکل کے ایک مادے کی کمی سے جسے Serotonin (ایک مرکب جو خونی خلیوں میں پایا جاتا ہے) کہتے ہیں۔

☆☆☆

9

وارڈ کی چھت سے زیڈیکا نے دیکھا کہ نرس آ رہی ہے اور اس کے ہاتھ میں سرنج ہے۔ لڑکی ابھی تک وہیں کھڑی ہوئی اس کے جسم سے گفتگو کرنے کی کوشش کر رہی تھی، اور اس کی خالی خالی آنکھوں سے اسے خوف آ رہا تھا کچھ دیر تک زیڈیکا نے ہونے والی صورت حال بتانے کے متعلق سوچا۔ لیکن پھر اس نے ارادہ بدل دیا۔ لوگ جب تک کہ بتایا نہ جائے کچھ نہیں سیکھتے انہیں اپنے لئے خود تلاش کرنا پڑتا۔

نرس نے سوئی کو اس کے بازو پر رکھا اور اس میں گلوکوز انجکٹ کر دیا۔ جیسے ہی اس نے ہاتھوں کو پکڑا زیڈیکا کا غیر مادی وجود یعنی روح نے چھت چھوڑ دی اور اندھیری سرنگ سے انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ اس کے جسم میں داخل ہوگئی۔

''ہیلو، ویرونیکا۔''

لڑکی خوفزدہ دکھائی دے رہی تھی۔

''کیا تم ٹھیک ٹھاک ہو؟''

''ہاں، میں ٹھیک ہوں۔ خوش قسمتی سے میں اس خطرناک علاج سے بچ گئی ہوں لیکن اب دوبارہ یہ عمل نہیں ہوگا۔''

''تم یہ کیسے جانتی ہو؟ یہاں کوئی مریض کی خواہش کا احترام نہیں کرتا۔''

زیڈیکا جانتی تھی کیونکہ سماوی سفر کے دوران وہ ڈاکٹر آئیگر کے دفتر گئی تھی۔

''میں اس کی وضاحت نہیں کر سکتی کہ کیوں، بس میں جانتی ہوں۔ کیا تمہیں میرا پہلا سوال یاد ہے جو میں نے کبھی تم سے پوچھا تھا؟''

''ہاں، تم نے پوچھا تھا کہ پاگل کا کیا مطلب ہوتا ہے؟''

بالکل ٹھیک، اس بار میں تمہیں کوئی کہانی سنانے نہیں جا رہی ہوں۔

پاگل پن اپنے خیالات کے اظہار کی نااہلی ہوتی ہے یہ ویسے ہی ہے جیسے تم اگر کسی دوسرے ملک میں ہو اور تم میں ہر چیز کو جو تمہارے ارد گرد ہو رہی ہے دیکھنے اور سمجھنے کی اہلیت تو ہے لیکن اس کی وضاحت کرنے کی اہل نہیں ہوتیں کہ تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہے یا کسی مدد کی کیونکہ وہاں جو زبان بولی جاتی ہے اسے تم نہیں سمجھ پاتیں۔

''ہم سب لوگوں نے یہ محسوس کیا ہے۔''

''اور ہم تمام لوگ، کسی نہ کسی طور پاگل ہیں۔''

☆☆☆

10

کھلی ہوئی کھڑکیوں کی باہر، آسمان ستاروں سے بھرا ہوا تھا اور پہلی چوتھائی کا چاند پہاڑوں کی اوٹ سے نکل رہا تھا۔ شاعر پورے چاند سے محبت کرتے ہیں۔ انہوں نے اس بارے میں ہزارہا نظمیں لکھ رکھی ہیں لیکن یہ نیا چاند تھا جسے ویرونیکا بہت زیادہ پسند کرتی ہے کیونکہ اس میں ابھی یہ گنجائش ہوتی ہے کہ وہ بڑھے اور پھیلے اور اپنے انحطاط سے پہلے پوری سطح کو منور کردے۔

وہ محسوس کر رہی تھی کہ لاؤنج میں پیانو پر جائے اور اس شب خوبصورت موسیقی سے جشن منائے جسے اس نے اسکول کے زمانے میں سیکھا تھا آسمان کو دیکھ کر اس میں آسودگی کا ناقابل بیاں احساس ہو رہا تھا۔ جیسے کائنات کی لامحدود قدرت نے اپنا دوام اسے بخش دیا ہو۔ بہر حال اس کی خواہش کو آہنی دروازے اور ایک عورت نے ختم کر دیا جو ہمیشہ بیٹھی نہ ختم ہونے والی کتاب پڑھتی رہتی تھی اس کے علاوہ رات کے اس پہر کوئی شخص پیانو بجاتا بھی نہیں تھا۔ وہ تمام پڑوسیوں کو بیدار کردے گی۔

ویرونیکا ہنسی۔ ''پڑوسی'' وارڈ والے لوگ، سب کے سب پاگل۔ ان پاگلوں کو نشہ آور ادویات دی جاتی ہیں تاکہ وہ سوجائیں۔

اس میں اپنی آسودگی کا احساس ابھی تک قائم تھا۔ وہ اٹھی اور زیڈیکا کے بیڈ تک پہنچی لیکن وہ گہری نیند سو رہی تھی شاید اس دہشت ناک تجربے کے بعد بحالی کا عمل جاری تھا۔

''اپنے بستر پر واپس جاؤ۔'' نرس نے کہا۔ ''اچھی لڑکیوں کو فرشتوں یا جیبوں کے متعلق خواب دیکھنا چاہئے۔''

''میرے ساتھ بچوں جیسا سلوک نہ کرو۔ میں اس قسم کی پاگل عورت نہیں ہوں جو ہر ایک چیز سے ڈرتی ہے۔ میں شوریدہ سر، ہسٹیریکل ہوں۔ میں اپنی جان کی بھی پروانہیں کرتی اسی طرح دوسروں کی زندگیوں کی بھی۔ بہرحال آج میری صورتِ حال مختلف ہے۔ میں نے چاند کو دیکھا اور جی چاہا کہ کسی سے گفتگو کی جائے۔''

نرس اس کے ردِعمل کو حیرت سے دیکھتی رہی۔

''کیا تمہیں مجھ سے ڈر لگ رہا ہے؟'' ویرونیکا نے پوچھا۔ ''چند دنوں کے اندر اندر میں مر جاؤں گی۔ میرے پاس ہے ہی کیا جس کا نقصان ہوگا؟''

''میری پیاری تم واک کے لئے کیوں نہیں چلی جاتیں اور مجھے کتاب ختم کرنے دو؟''

کیونکہ یہ ایک جیل ہے اور دوسری جیل وارڈ کی نگراں جو یہ ظاہر کرتی رہتی ہے کہ وہ کتاب پڑھ رہی ہے تاکہ دوسرے لوگ یہ سمجھیں کہ وہ ایک ذہین عورت ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ ہر لمحے وارڈ کی نگرانی کرتی رہتی ہے اور، وارڈ اور دروازوں کی چابیوں کی اس طرح حفاظت کرتی ہے کہ جیسے وہ کوئی خزانہ ہو۔ بلاشبہ یہی قانون ہے اور اس پر اسے عمل کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس طرح وہ خود کو خود مختار ظاہر کرتی ہے جو روزمرہ زندگی میں اسے نہیں حاصل، اپنے شوہر اور بچوں کے ساتھ۔

ویرونیکا لڑکھڑا رہی تھی اور اس کی وجہ سے وہ ناواقف تھی۔

''چابیاں؟'' نرس نے کہا۔ ''دروازے ہمیشہ کھلے رہتے ہیں۔ تم کیا سمجھتی ہو؟''

اس کی بات کا کیا مطلب ہے کہ دروازہ کھلا ہوا ہے؟ چند دن قبل میں یہاں سے نکلنا چاہتی تھی اور یہ عورت میرے ساتھ واش روم تک گئی تھی۔ اب وہ کیا کہہ رہی ہے؟

''میری باتوں کو سنجیدگی سے نہ لیا کرو۔'' نرس نے کہا۔ ''حقیقت یہ ہے کہ ہمیں یہاں

اتنی زیادہ حفاظت کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ حکومت کی طرف سے مسکن ادویہ ملتی ہیں۔ تم کانپ رہی ہو، کیا تمہیں سردی لگ رہی ہے؟''

''مجھے نہیں معلوم۔ میرا خیال ہے کہ میرے دل کے ساتھ کچھ کرنا چاہئے۔''

''اگر تمہارا جی چاہے تو تم واک کے لئے جا سکتی ہو۔''

''میں سچ مچ جو کرنا چاہتی ہوں وہ پیانو بجانا ہے۔''

''لاؤنج بالکل الگ تھلگ ہے، چنانچہ تمہارے پیانو بجانے سے کوئی ڈسٹرب نہیں ہوگا۔ جو چاہتی ہو وہ کرو۔''

ویرونیکا کی لڑکھڑاہٹ بزدلی، بے ہمتی میں تبدیل ہو کر سسکیوں میں آ گئی۔ وہ جھکی اور اپنا سر عورت کی گود میں رکھ کر زاروقطار رونے لگی۔

نرس نے کتاب کو نیچے رکھا اور ویرونیکا کے بالوں پر ہلکی ہلکی ضربیں لگانے لگی کہ اس کی اداسی اور آنسو فطری اظہار ہے۔ وہ تقریباً آدھے گھنٹے تک وہیں بیٹھی رہیں۔ ایک رو رہی تھی اور دوسری اسے تسلیاں دے رہی تھی۔

رونا بالآخر ختم ہو گیا۔ نرس نے اٹھنے میں اس کی مدد کی پھر اس کے ہاتھ کو پکڑا اور دروازے کی طرف لے گئی۔

''تمہارے جتنی بڑی میری اپنی بیٹی ہے۔ جب تم ڈرپ اور ٹیوب کے ساتھ داخل ہوئی تھیں تو میں سوچ رہی تھی کہ اتنی پیاری جوان لڑکی، جس کا پورا خاندان ہو وہ خود کو کیوں ہلاک کرنا چاہتی ہے۔ پھر مختلف قسم کی افواہیں اڑیں۔ اس خط کے متعلق جو تم نے چھوڑا تھا۔ جس کے متعلق مجھے یقین نہیں ہے کہ وہی اصل وجہ تھی، اور تم دل کے مسئلے کے باعث زیادہ دنوں تک زندہ نہیں رہ سکتیں۔ میں اپنے دماغ سے اپنی بیٹی کی شبیہہ نہیں نکال سکی کہ اس وقت کیا ہوگا اگر اس نے بھی کوئی ایسا ہی فیصلہ کیا؟ آخر لوگ کیوں قدرتی چیزوں کے برخلاف جاتے ہیں۔ حالانکہ کچھ بھی ہو زندہ رہنے کے لئے لڑنا چاہئے؟

''میرے رونے کی یہی وجہ تھی۔'' ویرونیکا نے کہا۔''جب میں نے گولیاں کھائی تھیں تو میں ایک ایسی شخصیت کو ہلاک کرنا چاہتی تھی جس سے میں نفرت کرتی تھی۔ مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ ایک دوسری ویرونیکا میرے اندر چھپی ہوئی ہے۔ ویرونیکا جس سے میں محبت کرسکتی ہوں۔''

''لوگ دوسروں سے کیوں نفرت کرتے ہیں؟''

''شاید بزدلی کی وجہ سے یا پھر اس مستقل خوف کے باعث کہ وہ دوسروں کی توقع کے مطابق عمل نہیں کرتے۔ چند لمحات پہلے میں خوش تھی، میں یہ بھولی ہوئی تھی کہ میں مرنے والی ہوں پھر جب مجھے یاد آیا کہ میں کس صورت حال سے دوچار ہوں تو خوف محسوس کرنے لگی۔''

نرس نے دروازہ کھولا ویرونیکا باہر نکل گئی۔ وہ مجھ سے یہ کیونکر پوچھ سکتی ہے؟ وہ کیا چاہتی ہے۔ یہ سمجھنے کے لئے کہ میں کیوں رو رہی تھی؟ کیا وہ یہ نہیں جانتی کہ میں قطعی نارمل ہوں، ویسی ہی خواہشات اور اندیشوں کے ساتھ جیسے کہ دوسرے لوگ ہوتے ہیں اور اس قسم کے سوال کا کیا مطلب، اب بہت دیر ہوچکی، کیا مجھے دہشت زدہ کیا جاسکتا ہے؟

جب کاریڈور میں پہنچی جہاں وارڈ جیسی مدھم روشنی تھی تو ویرونیکا نے تسلیم کیا کہ کافی دیر ہوچکی ہے، وہ اپنے خوف پر قابو نہیں پاسکتی۔

''مجھے خود کو سنبھالنا چاہئے۔ میں عورتوں کے اس قبیلے سے تعلق رکھتی ہوں جو اگر کوئی فیصلہ کرلیں تو اس سے منحرف نہیں ہوتے اور جو ہر چیز پر گہری نظر رکھتے ہیں۔''

یہ سچ ہے کہ اپنی زندگی میں اس نے بہت سی چیزوں کو اس طرح دیکھا کہ اس کے نتائج کیا نکلیں گے لیکن صرف غیر اہم چیزوں کو مثلاً طویل لڑائی جھگڑوں کو جسے معذرت کے ایک بول کے ساتھ ختم کیا جاسکتا تھا۔ یا اس شخص کو فون نہ کرنا جس سے وہ محبت کرتی تھی صرف اس لئے کہ اس کی سوچ کے مطابق کہ یہ تعلق اسے کہیں کا نہ رکھے گا آسان چیزوں کے لئے اس کا رویہ انتہائی سخت ہوا کرتا تھا جیسے وہ خود کو یقین دلانا چاہتی ہو کہ وہ کتنی سخت اور مختلف

ہے جبکہ حقیقت یہ تھی کہ وہ ایک کمزور اور نازک عورت تھی جو کبھی نہ تو اچھی شاگرد رہی اور نہ ہی اسکول کے کھیلوں میں بہتر کارکردگی دکھائی نہ گھر میں امن وسکون قائم کرسکی۔

اس نے اپنی چھوٹی چھوٹی خرابیوں کو اس لئے دور کیا تا کہ صرف بنیادی اہمیت کے معاملات سے ہی شکست کھا سکے۔اس نے کچھ ایسا کیا کہ اس وقت خود انحصار دکھائی دے جب کہ حقیقتاً اسے ساتھیوں کی ضرورت تھی۔ وہ جب کسی کمرے میں داخل ہوتی تو سب لوگوں کی نگاہیں اس کی طرف اٹھتیں لیکن وہ ہمیشہ اپنی راتیں تنہا گزارا کرتی، ٹیلی ویژن دیکھتے ہوئے جسے کبھی وہ صحیح طور پر ٹھیک تک نہ کرتی تھی۔اس نے اپنے تمام دوستوں کو یہ تاثر دیا کہ وہ ایک ایسی عورت ہے جس سے حسد کیا جائے اور وہ اپنی زیادہ تر توانائیوں کو اس کوشش میں صرف کرتی کہ اپنے بنائے ہوئے کردار کو برقرار رکھے۔

اس طرح اس کے پاس اتنی قوت نہیں بچ پاتی تھی کہ وہ دنیا میں ہر ایک شخص کی طرح، خود اپنی خوشیوں کے لئے استعمال کرسکے۔لیکن دوسرے لوگ کافی تک چڑھے تھے۔ان کا ردِعمل غیر متوقع ہوتا۔انہوں نے اپنے اردگرد دفاعی دیوار کھڑی کر رکھی تھی۔ان کا برتاؤ اسی جیسا ہوتا تھا، وہ ظاہر کرتے تھے کہ جیسے انہیں کسی چیز کی پروانہیں ہے۔ جب کوئی شخص زندگی کے متعلق زیادہ کھلا دکھائی دیتا تو وہ یا تو اسے یکسر رَد کر دیتے یا پھر مبتلائے مصیبت کرتے ہوئے پست سمجھنے لگتے۔

وہ اپنی قوت اور مضبوط ارادے سے بے شمار لوگوں کو بہت زیادہ متاثر کرسکتی ہے لیکن اب ہے کہاں؟ محرومی کی اسیر، بالکل اکیلی، ویلٹ میں، موت کے کمرے میں۔

ویرونیکا کا خودکشی سے متعلق پچھتاوا سطح پر آ گیا اور اس نے اسے سختی کے ساتھ پرے دھکیل دیا۔اب وہ ایسی بات محسوس کر رہی تھی جسے اس سے قبل کبھی محسوس نہیں کیا تھا۔نفرت۔

نفرت، جو اسی طرح مجسم ہے جیسے کہ دیواریں۔ پیانو یا نرسیں۔ وہ اپنے جسم سے تباہ کن توانائی کو نکلتے ہوئے گویا چھو سکتی ہے۔اس نے اس احساس کو نمودار ہونے دیا موسم کو

خاطر میں لائے بغیر، چاہے وہ اچھا ہو یا برا۔ وہ خود پر قابو نہیں رکھ سکتی تھی اور نہ صحیح طرزِ عمل اختیار کر سکتی تھی۔ ویرونیکا اپنی زندگی کے باقی ماندہ دو یا تین دنوں کو غیر مناسب طرزِ عمل سے گزارنا چاہتی تھی۔

اس کی ابتدا اس نے ایک بوڑھے شخص کے منہ پر تھپڑ مار کے کیا۔ وہ نرس کے سامنے زاروقطار روئی۔ اس نے اچھی بننے سے انکار کر دیا۔ وہ واقعتاً جو کچھ چاہتی تھی وہ تنہائی تھی اور اب وہ بالکل آزاد تھی کہ نفرت محسوس کرے حالانکہ اتنی سمجھدار ضرور تھی کہ اس نے اپنے اردگرد موجود چیزوں کی توڑ پھوڑ کرنے سے گریز کیا اور اپنی زندگی کے باقی ماندہ حصے جو مسکن دواؤں اور وارڈ میں موجود بستر کا خطرہ مول نہیں لیا۔

اس لمحے اسے ہر چیز سے نفرت تھی، خود اپنے آپ سے، دنیا سے، اس کے سامنے جو کرسی رکھی ہوئی تھی اس سے، کوریڈور میں پڑے ٹوٹے ہوئے ریڈ ییٹر سے۔ ایسے لوگوں سے جو کامل تھے، جرائم پیشہ لوگوں سے، وہ ایک دماغی اسپتال میں تھی چنانچہ ان چیزوں کو محسوس کر سکتی تھی جو عام طور پر خود سے بھی چھپاتے ہیں کیونکہ ہم سب صرف محبت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ تاکہ تسلیم کریں۔ چیزوں کے اردگرد راہوں کو دیکھیں، لڑائیوں کو نظر انداز کریں۔ ویرونیکا کو ہر ایک چیز سے نفرت تھی۔ چاہے اسے سینکڑوں ویرونیکاز کو ہی کیوں نہ دریافت کرنا پڑے جو اس کے اندر رہتی ہیں اور جو دلچسپ ہیں، پاگل، متجسس، بہادر، بے باک۔

پھر اسے اس شخص سے نفرت کا احساس ہوا جسے وہ دنیا میں سب سے زیادہ چاہتی تھی۔ اپنی ماں سے، ایک عجیب وغریب شخصیت جو دن بھر کام کرتی اور رات میں برتن دھوتی۔ اپنی زندگی کی قربانی دیتے ہوئے تاکہ اس کی بیٹی اچھی تعلیم حاصل کر سکے، پیانو اور وائلن بجانا سیکھے، شہزادیوں جیسے لباس پہنے، اس کے پاس جینز اور خوبصورت جوتے ہوں۔ وہ اپنا پرانا لباس اتار پھینکے جسے برسوں سے پہن رہی ہے۔

''میں ایسی شخصیت سے نفرت کیسے کر سکتی ہوں جس نے مجھے ہمیشہ پیار دیا؟''

ویرونیکا نے سوچا جو الجھن کا شکار تھی اور اپنی محسوسات کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن اب بہت دیر ہو چکی تھی۔ اس کی نفرت کی زنجیریں کھل چکی تھیں۔ اس نے اپنے ذاتی جہنم کا دروازہ کھول لیا تھا۔ وہ اس پیار سے نفرت کر رہی تھی جو اسے دیا گیا تھا کیونکہ اس کے جواب میں کبھی کچھ نہیں مانگا تھا جو ایک بے ہودہ، غیر حقیقی اور قانون قدرت کے خلاف بات تھی۔

اس محبت نے اپنے عوض کچھ نہ مانگ کر اسے احساسِ جرم میں مبتلا کر دیا تھا۔ ایک ایسی خواہش کہ دوسروں کی توقعات کو پورا کرے یہاں تک کہ اسے وہ سب کچھ چھوڑنا پڑے جس کا اس نے خواب دیکھا تھا۔ یہ محبت ہی تھی جس نے برسا برس تک یہ کوشش کی کہ اس کی تمام تر مشکلات اور اخلاقی کمزوریوں کو اس سے چھپائے رکھے جو دنیا میں موجود ہے اس حقیقت کو نظر انداز کرتے ہوئے کہ ایک دن وہ ان سب باتوں سے واقف ہو جائے گی نتیجتاً اس کے سامنے عاجز و لاچار ہو کر رہ جائے گی۔

اور اس کا باپ؟ وہ اپنے باپ سے بھی نفرت کرتی تھی کیونکہ اس کی ماں کے برخلاف، جو ہر گھڑی کام کے سلسلے میں مصروف رہا کرتی تھی، وہ (باپ) جانتا تھا کہ کس طرح زندہ رہتے ہیں۔ وہ جوان ہی تھا کہ اس نے اس سے چھپی ہوئی محبت کی اس طرح نہیں جیسے کوئی اپنے باپ سے کرتا ہے بلکہ اس طرح جیسے کسی مرد سے کرتے ہیں۔ وہ اس سے نفرت کرتی تھی کیونکہ وہ ہمیشہ جاذب نظر رہا اور ہر شخص کے ساتھ کھلا ہوا سوائے اس کی ماں کے جو واحد ہستی تھی جس سے ایسا سلوک کیا جاتا۔

اسے ہر چیز سے نفرت تھی۔ لائبریری جس میں کتابیں بھری ہوئی ہیں اور ان کتابوں میں زندگی کے متعلق تشریحات موجود ہیں۔ اسکول جو اس پر دباؤ ڈالتا تھا کہ اپنی پوری شام الجبرا سیکھنے میں صرف کرو۔ حالانکہ وہ کسی ایسے ایک شخص کو بھی نہیں جانتی، اساتذہ اور حساب دانوں کے علاوہ جو الجبرا کو اپنی خوشیوں کے لئے پسند کرتے ہیں وہ اتنا زیادہ الجبرا، جیومیٹری

یا بہت بڑی بڑی چیزیں جو محض بے کار ہوتی ہیں کیوں ہمیں پڑھاتے اور سکھاتے ہیں؟

ویرونیکا نے دباؤ ڈال کر لاؤنج کا دروازہ کھولا، پیانو کے قریب گئی، اس کا ڈھکنا اوپر اٹھایا اور اپنی تمام تر طاقت کو مجتمع کرتے ہوئے اس کے بٹنوں کو زور زور سے دبانے لگی۔ ایک دیوانہ وار بدآہنگ، ناگوار آواز خالی کمرے کی دیواروں سے ٹکرا کر اس تک پہنچی اور اس تیز آواز نے گویا اس کی روح کو پارہ پارہ کر دیا۔ اس لمحے اس کی روح کا یہ سچا عکس تھا۔

اس نے پیانو کے بٹنوں پر بار بار ضربات لگائیں اور کرخت آوازیں اس کے گوش سماعت پر ہتھوڑے برساتی رہیں۔

میں پاگل ہوں۔ مجھے اس کی اجازت دی گئی۔ میں نفرت کر سکتی ہوں، میں پیانو پر ضرب لگا سکتی ہوں۔ کیونکہ دماغی مریض جانتے ہیں کہ اسے کس طرح بجاتے ہیں؟

اس نے پیانو کو بجایا، ایک بار، دو بار، دس بار، بیس بار جتنی بار اس نے ایسا کیا اس کی نفرت میں کمی ہوتی نظر آئی اور پھر یکسر ختم ہو گئی۔

ایک بار پھر سکون کا سیلاب در آیا اور ویرونیکا نے دوبارہ ستاروں بھرے آسمان اور نئے چاند کو دیکھا۔ اس کا پسندیدہ چاند کمرے کو اپنی نرم و لطیف روح سے بھر رہا تھا۔ دوام اور لامحدودیت کا تاثر رفتہ رفتہ واپس ہو رہا تھا، تمہیں انہیں سے کسی ایک کو دیکھنا تھا مثلاً اس کائنات کو جس کی کوئی انتہا نہیں، دوسرے کی موجودگی کو محسوس کرنا، وقت جو کبھی ختم نہیں ہوتا، جو کبھی نہیں گزرتا۔ وہ ہمیشہ حال میں موجود رہتا ہے۔ جہاں زندگی کے سارے راز چھپے ہوئے ہیں۔ جب وہ وارڈ سے کمرے کی جانب بڑھ رہی تھی تو اس کے محسوسات میں خالص نفرت بھری ہوئی تھی۔ جبکہ اب اس کے دل میں اتنا زیادہ بغض نہیں رہ گیا تھا۔ اس نے بالآخر اپنی منفی محسوسات کو اجاگر کیا، وہ احساسات جو برسوں سے اس کی روح کو پریشان کر رہے تھے۔ اس نے احتیاط کے ساتھ انہیں محسوس کیا اور وہ اب ضروری نہیں رہے تھے، وہ ختم ہو سکتے تھے۔

وہ خاموشی میں چھپی ہوئے موجودہ لمحات سے لطف اندوز ہوتے ہوئے، سر سے پیچھے موجودہ خالی جگہ محبتوں سے پُر کر رہی تھی۔ جب اس نے محسوس کیا وہ لمحہ آ چکا ہے تو اس نے اپنا رخ چاند کی طرف کرتے ہوئے۔ موسیقی (Sonate) بجا کر اسے خراج عقیدت پیش کیا، وہ گمان کر رہی تھی کہ چاند سب کچھ سنتے ہوئے فخر محسوس کر رہا ہے اور ستاروں کے حسد ورقابت کو بڑھا رہا ہے۔ پھر اس نے ستاروں کے لئے بھی موسیقی چھیڑی اسی طرح باغ کے لئے، پہاڑوں کے لئے جسے وہ اندھیرا ہونے کے باعث نہیں دیکھ سکتی ہے لیکن اسے اچھی معلوم ہے کہ وہ وہاں موجود ہے۔

جب وہ باغ کے لئے موسیقی بجا رہی تھی تو دوسرے پاگل لوگ نظر آئے۔ ایڈورڈ انشقاقِ نفسی کا مریض جس کی بیماری نا قابل علاج تھی۔ اس کی موجودگی سے ویرونیکا کو کوئی خوف نہیں آیا بلکہ وہ مسکرائی، حیرت انگیز طور پر بارِ دگر مسکرائی۔

شاید موسیقی اس کی ویران دنیا میں سرایت کر رہی تھی، اس کی اپنی دنیا جو چاند سے بھی دور تھی۔ وہ شاید معجزات دکھا سکتی ہے۔

☆☆☆

11

ڈاکٹر آ ئیگر جب ویلٹ کے اپنے چھوٹے کنسلٹنگ روم کے دروازے پر پہنچا تو سوچا کہ مجھے ایک نئی ''کی چین'' لینی چاہئے۔ پرانی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو رہی ہے اور سٹیل کا ایک سجاوٹی حصہ بھی فرش پر گر گیا تھا۔

ڈاکٹر آ ئیگر نے جھک کے اسے اٹھایا۔ وہ اس غلاف جیسی چیز کا کیا کرے؟ وہ اسے پھینک بھی سکتا ہے۔ حالانکہ اس نے پہلے ہی کہا تھا کہ ایک نئی چرمی پٹی لگا دے۔ ورنہ وہ اسے اپنے بھانجے کو دیدیگا کہ کھیلے۔ دونوں باتیں عجیب سی تھیں۔ ''کی چین'' کوئی بہت زیادہ قیمتی چیز نہیں ہوتی اور بھانجے کو بھی اس سے دلچسپی نہیں۔ وہ اپنا تمام وقت ٹیلی ویژن دیکھنے میں صرف کر دیا کرتا ہے یا پھر الیکٹرونک کھلونے کھیلتے ہوئے جو اٹلی سے منگوائے گئے ہیں۔ ڈاکٹر آ ئیگر خود کو اب تک آمادہ نہیں کر سکا کہ اسے اٹھا کر باہر پھینک دے۔ چنانچہ اس نے اسے اپنی جیب میں رکھ لیا، یہ فیصلہ بعد میں کیا جائے گا کہ اسے کیا کیا جائے۔

یہی وجہ تھی کہ وہ اسپتال کا ڈائریکٹر تھا مریض نہیں کیونکہ کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے سوچا کرتا تھا۔

اس نے لائٹ جلائی، کیونکہ یہ موسم سرما تھا اس لئے سورج ذرا دیر سے طلوع ہوتا تھا۔ گھر چھوڑنا، طلاق اور روشنی کا نہ ہونا، ڈپریشن کے مریضوں کی تعداد میں اضافہ کا

اصل سبب تھا۔ ڈاکٹر آئیگر پُر امید تھا کہ جلد ہی موسمِ بہار آ جائے گا جو اس کے آدھے مسائل حل کر دے گا۔

اس نے آج کی اپنی ڈائری دیکھی۔ اسے کوئی طریقہ دیکھنا تھا کہ ایڈورڈ کو فاقوں سے مرنے سے کس طرح بچایا جائے۔ اس کی پراگندہ ذہنی نے ایسا کر دیا تھا کہ اس کے متعلق کسی قسم کی پیش بینی نہیں کی جا سکتی تھی۔ اس وقت اس نے کسی قسم کی خوراک لینے سے منع کر دیا تھا۔ ڈاکٹر آئیگر نے پہلے ہی اسے نسوں کے ذریعے خوراک دینے کی سفارش کر دی تھی۔ لیکن اس نے یہ قبول نہیں کیا۔ ایڈورڈ 28 برس کا ایک طاقتور جوان تھا۔ لیکن ڈرپ کے باوجود وہ کمزور ہوتا گیا بالآخر ہڈیوں کا ڈھانچہ ہو کر رہ گیا۔

ایڈورڈ کے والد کیا سوچیں گے؟ وہ جوان سلووینین ریپلک کا ایک جانا پہچانا سفیر تھا۔ وہ 1990ء میں یوگوسلاویہ سے نازک مذاکرات کے وقت اس وفد میں شامل تھا۔ اس نے بلغراد حکومت میں برسوں خدمات انجام دیں، اور اپنے تخفیف کاروں کو محفوظ کیا جن پر الزام تھا کہ وہ دشمن کے لئے کام کرتے ہیں۔ وہ اب بھی بیرونی سفارتی نمائندوں کی جماعت میں خدمات انجام دے رہا تھا۔ سوائے اس وقت کے جب وہ ایک دوسرے ملک کی نمائندگی کر رہا ہو۔ وہ ایک طاقتور اور بااثر شخص تھا جس سے ہر کوئی ڈرا کرتا تھا۔

ڈاکٹر آئیگر اس وقت فکر مند تھا بالکل اسی طرح جیسے وہ اپنی ''کی چین'' کی شیلڈ کے لئے پریشان تھا۔ لیکن اس نے فوراً ہی اپنے خیالات کو ختم کر دیا۔ جہاں تک سفیر کے بیٹے کا تعلق ہے تو اس کی کوئی اہمیت نہیں تھی کہ اس کا لڑکا صحت مند دکھائی دیتا ہے یا نہیں۔ اسے اس کی خواہش نہیں تھی کہ سرکاری تقریبات میں اسے لے جایا جاتا ہے یا نہیں۔ یا پھر ان جگہوں پر کمپنی دینا جہاں وہ حکومتی نمائندے کی حیثیت سے بھیجا جاتا ہے۔ ایڈورڈ ویلٹ میں تھا اور وہیں پر وہ تاحیات رہے گا یا پھر کم از کم اس وقت تک جب تک کہ اس کا باپ اچھی اور بھاری تنخواہ لیتا رہے گا۔

ڈاکٹر آئیگر نے فیصلہ کیا کہ نسوں کے ذریعے خوراک کی فراہمی روک دی جائے اور ایڈورڈ کو کچھ مزید نحیف ہونے دیا جائے جب تک کہ وہ از خود کھانے کی خواہش نہ کرے۔ اگر صورت حال خراب ہوتی ہے تو وہ ایک رپورٹ آگے بڑھاتے ہوئے تمام تر ذمہ داری ڈاکٹروں کی کونسل پر ڈال دیگا۔ جو ویلٹ کے کرتا دھرتا ہیں۔

مسئلے کو کم کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ذمہ داریوں کو مشترکہ بنا دیا جائے۔ اس کے والد نے اسے پڑھایا تھا، وہ بھی ایک ڈاکٹر تھا بہت سی اموات اس کے ہاتھوں ہوئی تھیں لیکن اتھارٹیز سے اسے کبھی کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوا۔

ایک بار ڈاکٹر آئیگر نے حکم دیا کہ ایڈورڈ کا علاج روک دیا جائے اور پھر دوسرا کیس دیکھنے لگا۔ رپورٹ کے مطابق زیڈیکا نے اپنے علاج کا کورس مکمل کرلیا ہے اور اسے اسپتال سے چھٹی ہوسکتی ہے۔ ڈاکٹر آئیگر خود اس سے ملنا چاہتا تھا۔ کوئی ایسا ڈاکٹر نہیں تھا جو مریضوں کے خاندان والوں کی شکایات سے خوف کھاتا ہو۔ جو ویلٹ میں داخل تھے۔ جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے، بہت کم ہی مریض ایسے ہوتے تھے جو کامیاب علاج کے بعد پہلی جیسی صورت میں آجائیں اور دماغی اسپتال میں ایک خاص عرصہ گزارنے کے بعد اپنی عام زندگی میں واپس چلے جائیں۔

یہ اسپتال کی غلطی نہیں تھی اور نہ ہی دنیا میں پھیلے ہوئے کسی بھی اسپتال کی۔ اپنی پرانی اچھی حالت میں آجانے کا مسئلہ ہر جگہ ایک جیسا تھا۔ جیسے کوئی بھی جیل یا قید خانہ نے کسی بھی قیدی کی اصلاح نہیں کی...... اس نے ہمیشہ انہیں مزید جرم کرنے کے طریقے سکھائے...... چنانچہ اسپتالوں نے کم ہی کسی مریض کو غیر حقیقی دنیا کے قابل بنایا جہاں ہر چیز کی آزادی ہوتی ہے اور جہاں کوئی بھی ان کے اعمال کی ذمہ داری نہیں قبول کرتا۔

بس ایک ہی طریقہ تھا کہ دیوانگی کا کوئی علاج ڈھونڈا جائے، اور ڈاکٹر آئیگر اپنا دل اور روح اس کے لئے وقف کرتے ہوئے ایک مقالہ تیار کر رہا تھا۔ جو نفسیاتی دنیا میر

انقلاب برپا کردے گا۔ دماغی اسپتالوں میں عارضی مریض جو ناقابل علاج مریضوں کے ساتھ رہتے تھے، انہوں نے معاشرتی پستی میں جانے کا عمل شروع کر دیا۔ جو ایک بار شروع ہو جائے تو اس کا رکنا محال تھا۔ زیڈیکا دماغی اسپتال میں دوبارہ آئے گی، اس بار خود اپنی مرضی سے کوئی ایسی شکایت کرتے ہوئے جس کا وجود ہی نہ ہو۔ اس کی آمد کی وجہ یہ ہوگی کہ وہ ان لوگوں میں رہے جو اسے باہر کی دنیا سے زیادہ بہتر طور پر سمجھتے ہیں۔

بہر حال اگر اس نے زہر سے لڑنے کا کوئی طریقہ تلاش کر لیا، اس زہر سے جسے ڈاکٹر آئیگر سمجھتے تھے کہ وہی پاگل پن کی وجہ ہوتی ہے۔ اس طرح اس کا نام تاریخ میں جگہ پائے گا اور بالآخر لوگ جاننے لگیں گے کہ سلووینیا کہاں واقع ہے۔ اس ہفتے اسے ایک نادر موقع ملا یعنی ہونے والی خودکشی کا۔ وہ دنیا کی پوری دولت کے عوض بھی اس موقع کو ضائع نہیں کرے گا۔

ڈاکٹر آئیگر خوشی محسوس کر رہا تھا حالانکہ اس نے معاشی وجوہات کی بنا پر علاج کرنے کی حامی بھری تھی مثلاً انسولین شاک سے جو کافی عرصہ پہلے ہی رد کیا جا چکا تھا۔ وہی معاشی وجہ ویلٹ اسپتال کے پیچھے بھی تھی جس نے اُکسایا کہ یہ نفسیاتی علاج کا ایک نیا طریقہ ہے اسی طرح وقت اور عملہ ہونے کے باعث اس نے گندھک کے تیزاب پر اپنی تحقیق جاری رکھی اسے مالکان اسپتال کی اجازت حاصل تھی کہ انہیں اسپتال میں ہی رہنے دیا جائے جو خود کو ایک مذہبی فرقہ کہا کرتے تھے۔ ادارے کے شیئر ہولڈرز نے برداشت کا مظاہرہ کیا......غور کریں جو لفظ استعمال ہوا وہ نہ ''اچھا'' تھا اور نہ ہمت افزائی والا بلکہ برداشت ہے اس وقت کافی طویل عرصہ تک نئے پاس شدہ ڈاکٹر کو کسی اسپتال میں مددگار ڈاکٹر کی حیثیت سے گزارنا انتہائی ضروری ہوا کرتا تھا۔ وہ کہا کرتے تھے کہ نئے صحت یاب ہونے والوں کو واپس اپنی پرانی دنیا میں بھیجنے کے فیصلے کا انہیں اختیار تھا کہ کس لمحے جانے دیا جائے۔ اسی طرح ویلٹ میں رہنے والوں کا فیصلہ بھی انہی کو کرنا ہوگا۔ جیسا کہ کسی خاص ہوٹل یا کلب

میں اس قسم کے لوگوں کو جانے کا۔ چنانچہ ڈاکٹر آئیگر نے کچھ ایسا انتظام کیا کہ پاگل اور معتدل لوگوں کو ایک ہی جگہ رکھا جائے تا کہ معتدل لوگ اپنا مثبت اثر پاگلوں پر ڈال سکیں۔ زوال پذیر چیزوں سے محفوظ رکھنے اور پاگلوں کے منفی اثرات سے بچانے کے لئے جو قدرے صحت یاب ہو چکے تھے، مذہبی فرقے کے ہر ایک شخص کے لئے ضروری تھا کہ وہ دن میں ایک بار اسپتال کو چھوڑ دیا کریں۔

ڈاکٹر آئیگر کا خیال تھا کہ شیئر ہولڈرز کی بیان کردہ وجوہات کہ صحت مند لوگوں کی اسپتال میں موجودگی ''انسانی ہمدردی'' کی بناء پر ہے محض عذر خواہی ہے دراصل انہیں خوف تھا کہ لبیانا میں سلووینیا کا چھوٹا خوبصورت دارالحکومت ہے اس میں دولت مند پاگلوں کی کمی ہے جو اس عالی شان عمارت کے اخراجات اٹھا سکتے ہوں۔ اس کے علاوہ پبلک ہیلتھ سسٹم میں کئی دماغی اسپتال بھی چل رہے تھے جو ویلٹ پر دماغی صحت کی مارکیٹ میں برے اثرات ڈال رہے تھے۔

جب شیئر ہولڈرز نے پرانی بیرک کو اسپتال میں تبدیل کیا تھا تو عورت اور مرد مریضوں کی تعداد کا ٹارگٹ بہت مختصر سا تھا جو یوگوسلاویہ کی جنگ میں متاثر ہونے والے تھے۔ بہر حال جنگ مختصر ہوئی۔ شیئر ہولڈرز کو یقین تھا کہ جنگ دوبارہ شروع ہو گی لیکن نہیں ہوئی۔

اس کے علاوہ موجودہ تحقیق کے مطابق جنگ جتنے نفسیاتی مریض پیدا کرتی ہے وہ اضمحلال، کوفت، پیدائشی مرض، تنہائی اور دھتکار سے پیدا ہونے والے مریضوں سے انتہائی کم ہوتی ہے۔ جب کسی معاشرے کو بڑے مسائل کا سامنا ہو، مثلاً جنگ، شدید غصہ یا عذاب خداوندی تو خودکشی کرنے والوں میں تھوڑا اضافہ ہو جاتا ہے لیکن قابل ذکر کمی ڈپریشن، دماغی خلل شدید دماغی عارضہ کے مریضوں میں ہوتی ہے اور جب ان کے مسائل پر قابو پا لیا جاتا ہے تو وہ نارمل حالت میں آ جاتے ہیں۔ ڈاکٹر آئیگر نے سوچا کہ صرف

انسان اگر ایسا کرسکتا ہوتو پاگل ہونے کا تعیش از خود کرتا ہے۔

اس کے سامنے ایک دوسرا نیا سروے رکھا ہوا تھا۔اس بار کینیڈا اسے جسے امریکی اخبار نے ایک ایسا ملک قرار دیا تھا جہاں کا معیارِ زندگی انتہائی بلند ہے۔ڈاکٹر آئیگر نے پڑھا:

کینیڈا کی شماریات کے مطابق، 40 فیصد افراد 15 سے 34 برس عمر کے، 33 فیصد لوگ 35 سے 54 برس، اور 20 فیصد لوگ 55 سے 64 سال عمر کے، پہلے ہی کسی نہ کسی دماغی بیماری میں مبتلا ہیں۔خیال ہے کہ ہر پانچ میں سے ایک شخص کسی نہ کسی نفسیاتی خلل میں گرفتار ہے جبکہ ہر آٹھ کینیڈین میں سے ایک زندگی کے کسی نہ کسی حصے میں دماغی خلل کے باعث اسپتال میں داخل کیا جاتا ہے۔

''ہمارے مقابلے میں ان کے پاس ایک بڑی مارکیٹ ہے۔''اس نے سوچا۔

ڈاکٹر آئیگر نے چند مزید کیسز کا جائزہ لیا اور احتیاط سے سوچتا رہا کہ کونسل کے کن لوگوں کو اعتماد میں لینا چاہئے اور کسے چھوڑ دینا چاہئے۔اس وقت تک اس نے اپنا تمام کام مکمل کرلیا تھا، دن بھی ڈھل چکا تھا، چنانچہ اس نے اپنی لائٹ بند کردی۔

پھر فوراً ہی اس نے حکم دیا کہ پہلا مریض جس نے حسب وعدہ وقت لے رکھا ہے، اسے اندر بھیجو یعنی خودکشی کرنے والے کی ماں کو۔

''میں ویرونیکا کی ماں ہوں۔وہ کیسی ہے؟''

ڈاکٹر آئیگر نے سوچا کہ کیا اسے حقیقت حال بیان کردینی چاہئے تاکہ وہ ناگوار حیرت سے محفوظ رہے۔بہرحال اس کی بھی ایک بیٹی ہے اور اس کا نام بھی یہی ہے......لیکن اس نے فیصلہ کیا کہ بہتر یہ ہوگا کہ کچھ نہ کہے۔

''میں ابھی تک سمجھ نہیں پایا۔''اس نے جھوٹ بولا۔''مجھے ایک ہفتہ اور چاہئے۔''

''میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ ویرونیکا نے ایسا کیوں کیا؟''ماں نے ڈبڈبائی

آنکھوں کے ساتھ کہا۔

''ہم تو ہمیشہ محبت کرنے والے والدین رہے ہیں۔ ہم نے ہر قسم کی قربانیاں دیں تاکہ اس کی پرورش اچھی سے اچھی ہو سکے۔ حالانکہ میرے شوہر اور مجھ میں نشیب و فراز بھی آئے۔ لیکن ہم نے اپنی فیملی مربوط رکھی اور ثابت قدمی کی ایک مثال کی طرح قائم رہے۔ اس کی ملازمت اچھی تھی، شکل وصورت بھی بہت اچھی ہے، وہ پھر بھی......

''......اس کے باوجود اس نے خودکشی کرنے کی کوشش کی۔'' ڈاکٹر آئیگر نے کہا ''حیرت کی کوئی بات نہیں۔ اس طرح ہوتا ہے۔ لوگ خوشیوں کے ساتھ خوش اسلوبی سے عہدہ برآ نہیں ہوتے۔ اگر تم کہو تو میں تمہیں کینیڈا کے اعداد و شمار دکھاؤں۔''

''کینیڈا؟''

ایسا لگا جیسے عورت خوفزدہ ہو گئی ہو۔ ڈاکٹر آئیگر نے اس پر توجہ نہ دیتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی۔

''دیکھو۔ تم یہاں اس لئے نہیں آئی ہو کہ اپنی بیٹی کا حال معلوم کرو بلکہ اس کی خودکشی کی کوشش پر معذرت کرنے آئی ہو۔ اس کی عمر کتنی ہے؟''

''چوبیس سال۔''

''گویا وہ بالغ ہے، تجربہ کار عورت جو یہ جانتی ہے کہ وہ جو کچھ چاہتی ہے اور اپنے فیصلوں کو عملی جامہ پہنانے کی اہلیت رکھتی ہے۔ تمہاری شادی یا تمہاری قربانیوں کا کیا بنا جو تم نے اور تمہارے شوہر نے دی؟ وہ اپنی مرضی سے کتنی دیر رہی۔''

''چھ سال۔''

''کیا تم جانتی ہو؟ بنیادی طور پر وہ خود مختار ہے۔ لیکن آسٹرین ڈاکٹر سگمنڈ فرائڈ کو یقین ہے...... مجھے یقین ہے کہ تم نے اس کا نام رکھا ہوگا......اس نے بچوں اور والدین کے درمیان غیر صحت مند رشتوں کے بارے میں لکھا ہے۔ آج کل لوگ ہر چیز کے لئے انہیں

مورد الزام ٹھہراتے ہیں۔ کیا تم جانتی ہو کہ ہندوستانیوں کو یقین ہے کہ اگر لڑکا قاتل ہو جاتا ہے تو دراصل والدین کی پرورش کا نتیجہ ہوتا ہے؟ مجھے بتاؤ۔''

''میں قطعی نہیں جانتی۔'' عورت نے جواب دیا۔ جو ڈاکٹر کے رویئے کے باعث اُکتائی ہوئی سی تھی شاید اس پر مریضوں کا اثر ہو۔

''ٹھیک ہے، میں تمہیں بتاؤں گا۔'' ڈاکٹر آئیگر نے کہا۔ ''ہندوستانیوں کا اس بات پر یقین ہے کہ قاتل بننے میں نہ سوسائٹی نہ والدین اور نہ ان کے بزرگ قصوروار ہوتے ہیں۔ کیا جاپانی اس لئے خودکشی کرتے ہیں کہ ان کا کوئی لڑکا ڈرگ لینے کا فیصلہ کرتا ہے اور باہر جا کر لوگوں کو قتل کر دیتا ہے؟ جواب وہی ہے ''نہیں'' جیسا کہ ہم سب لوگ جانتے ہیں کہ جاپانی تو ہیٹ گر جانے پر بھی خودکشی کر لیتے ہیں۔ دوسرے دن ہم پڑھتے ہیں کہ ایک جاپانی نے یونیورسٹی کے داخلہ امتحان میں ناکامی کے باعث خود کو ختم کر لیا۔''

''کیا تم سمجھتے ہو کہ میں اپنی بیٹی سے گفتگو کر سکتی ہوں؟ عورت نے پوچھا جسے جاپانیوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی اسی طرح ہندوستانیوں یا کینیڈا والوں سے۔''

''ہاں، ہاں، تھوڑی دیر میں۔'' ڈاکٹر آئیگر نے اپنی بات کے درمیان مداخلت پر قدرے برہم ہوتے ہوئے کہا۔ ''لیکن پہلے میں یہ چاہتا ہوں کہ ایک بات سمجھ لو۔ جسمانی عارضے کے علاوہ لوگ صرف اس لئے پاگل ہوتے ہیں جب وہ لگی بندھی زندگی سے فرار حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کیا تم میری بات کو سمجھ گئیں؟''

''ہاں میں سمجھ گئی۔'' عورت نے جواب دیا۔ ''اور اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ میں اس کی دیکھ بھال کی اہل نہیں تھی تو تمہیں یقین کرنا چاہئے کہ میں نے کبھی اپنی زندگی تبدیل کرنے کی کوشش نہیں کی۔''

''بہت خوب۔'' لگا کہ ڈاکٹر آئیگر کو اطمینان ہو گیا۔ ''کیا تم ایک ایسی دنیا کا تصور کر

سکتی ہو، مثال کے طور پر، ہم اس بات کے سزاوار نہیں کہ اپنی زندگی میں ایک ہی چیز کو بار بار دہراتے رہیں؟ مثلاً اگر ہم سب نے فیصلہ کرلیا کہ سب صرف اسی وقت کھائیں گے جب بھوکے ہوں گے تو ہماری بیویاں اور ریسٹورنٹ والے کیا کریں گے؟''

''یہ ایک عام سی بات ہوگی کہ صرف اس وقت کھائیں جب ہم بھوکے ہوں۔''

عورت نے سوچا لیکن کہا کچھ نہیں کیونکہ اسے خوف تھا کہ اس طرح شاید وہ ویرونیکا سے بات نہ کرنے دے۔

''اس طرح ایک بڑے الجھاؤ کی صورت پیدا ہو جائے گی۔'' عورت نے بالآخر کہا۔

''میں خود ایک گھریلو عورت ہوں اور جانتی ہوں کہ میں کیا کہہ رہی ہوں۔''

''چنانچہ ہم ناشتہ، دوپہر اور رات کا کھانا کھاتے ہیں۔ ہم ہر روز صبح وقت مقررہ پر سوکر اٹھتے ہیں اور ہفتے میں ایک دن آرام کرتے ہیں، جب کرسمس کا تہوار ہوتا ہے تو ہم ایک دوسرے کو تحائف دیتے ہیں۔ ایسٹر پر ہم چند دن جھیل پر گزارتے ہیں۔ تم اس وقت کیسا محسوس کروگی اگر تمہارا شوہر یکا یک لونگ روم میں حق زوجیت ادا کرنا چاہتا ہو؟''

عورت نے سوچا کہ ''یہ شخص کیسی گفتگو کر رہا ہے؟ میں تو یہاں اپنی بیٹی سے ملنے آئی ہوں۔''

''مجھے بہت افسوس ہوگا۔'' عورت نے احتیاط کے ساتھ کہا، یہ سمجھتے ہوئے کہ صحیح جواب دے رہی ہے۔

''بہت خوب۔'' ڈاکٹر آئیگر غرایا۔ ''اس حق کی ادائیگی کے لئے بیڈروم صحیح جگہ ہے۔ دوسری جگہ ایسا کرنا ایک بری مثال قائم کرے گا اور انتشار کا سبب بنے گا۔''

''کیا میں اپنی بیٹی سے مل سکتی ہوں؟'' عورت نے کہا۔

ڈاکٹر آئیگر نے چھوڑ دیا۔ یہ دیہاتی عورت نہیں سمجھ سکتی کہ وہ کیا گفتگو کر رہا ہے۔ وہ فلسفیانہ انداز میں پاگل پن پر گفتگو نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ اس کی بیٹی نے

خودکشی کے لئے خطرناک عمل کیا تھا اور ''کومے'' میں چلی گئی تھی۔

ڈاکٹر نے گھنٹی بجائی اور اس کی سیکریٹری آ گئی۔

''اس جواب عورت کو بلاؤ جس نے خودکشی کی کوشش کی تھی۔'' اس نے کہا۔ ''وہ جس نے اخبارات کو خط لکھا تھا کہ وہ خود کو اس لئے ختم کر رہی ہے کہ نقشے پر سلووینیا کو دکھایا جائے۔''

☆☆☆

12

میں اس سے نہیں ملنا چاہتی۔ میں نے باہر کی دنیا سے رابطہ ختم کر لیا ہے۔

یہ لاؤنج میں کہنا سخت دشوار تھا جبکہ ہر شخص وہاں موجود ہو۔ لیکن نرس بھی کچھ زیادہ محتاط نہیں تھی چنانچہ اونچی آواز میں کہا کہ اس کی ماں اس سے ملنا چاہتی ہے۔ اس کے کہنے کا انداز کچھ ایسا تھا جیسے یہ بات سب کی دلچسپی کی ہے۔

وہ اپنی ماں سے نہیں ملنا چاہتی، اس لئے کہ اس طرح دونوں ہی پریشان ہوں گی۔ اس سے بہتر یہ ہوگا کہ اس کی ماں اسے مری ہوئی سمجھ لے۔ ویرونیکا کو گڈبائی کہنے سے ہمیشہ ہی نفرت رہی۔

آدمی جہاں سے آیا تھا اسی طرح غائب ہو گیا۔ اور وہ اس کی تلاش میں پہاڑوں تک گئی۔ ایک ہفتے بعد سورج دوبارہ نکلا۔ وہ چیزیں جن سے وہ واقف تھی، گزشتہ شب ہو گئی کیونکہ جب وہ پیانو بجا رہی تھی تو چاند نے اسے بتایا تھا۔

''نہیں، یہ حماقت ہو گی، میری پکڑ کمزور ہو رہی ہے۔ سیارے (Planets) گفتگو نہیں کرتے، اگر کرتے ہیں تو صرف نجومیوں سے۔ اگر چاند کسی سے بات کرتا ہے تو یہ پراگندہ ذہنی ہوتی ہے۔''

عین اس لمحے اسے یہ خیال آیا، اس نے اپنے سینے میں شدید درد محسوس کیا، اس کے ہاتھ پاؤں مفلوج ہو گئے۔ اس نے سر میں چکر محسوس کیا۔ ہارٹ اٹیک۔

وہ خوش فہمی کا شکار ہوئی۔ جیسے موت نے اسے مرنے کے خوف سے آزاد کر دیا ہو۔ چنانچہ یہی خاتمہ تھا۔ ممکن ہے وہ اب بھی درد محسوس کر رہی ہو لیکن پانچ منٹ کی تکلیف کی ابدی چین وسکون کے مقابلے میں کیا قیمت ہے؟ اس سب کے جواب میں اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ فلموں میں اس کو اس بات سے شدید تکلیف ہوتی تھی جب مرے ہوئے لوگ آنکھیں کھلی رکھتے تھے۔

لیکن ہارٹ اٹیک اس کے تصور سے قطعی مختلف چیز تھی۔ اسے سانس لینے میں دشواری ہونے لگی اور ویرونیکا نے تسلیم کرتے ہوئے خوف محسوس کیا کہ وہ ڈر کی انتہا کا تجربہ کر رہی ہے۔ گھٹن۔ وہ اس طرح مر رہی تھی جیسے زندہ دفن کی جا رہی ہو۔ یا پھر یکا یک سمندر کی تہہ تک پہنچ گئی ہو۔

وہ لڑکھڑائی، گری، محسوس کیا کہ اس کے چہرے پر ایک بھرپور گھونسا پڑا ہے۔ وہ سانس لینے کی سر توڑ کوشش کرتی رہی لیکن ہوا اندر نہیں جا رہی تھی۔ لیکن سب سے بڑی خرابی یہ تھی کہ موت نہیں آئی۔ وہ قطعی ہوش و حواس میں تھی کہ اس کے آس پاس کیا ہو رہا ہے۔ وہ ابھی تک رنگوں کو دیکھ اور شکلوں کو پہچان رہی تھی، ہاں اسے سننے میں دشواری ضرور تھی کہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں۔ رونے کی آوازیں اور بلند آواز سے کہی جانے والی باتیں، بہت دور سے آنے والی صدائیں لگ رہی تھیں جیسے کہ یہ کسی دوسری دنیا سے آ رہی ہوں۔ اس کے علاوہ ہر چیز حقیقی لگ رہی تھی۔ اس کے پھیپھڑوں میں ہوا نہیں سما رہی تھی، وہ اس کے پھیپھڑوں اور مسلز کے اختیار میں نہیں رہی تھی پھر بھی اس کے ہوش غائب نہیں ہوئے۔

اس نے محسوس کیا جیسے کسی نے اسے چھوا، پلٹایا، لیکن اب اپنی آنکھوں کی حرکت پر اسے اختیار نہیں رہا تھا، وہ بری طرح پھڑک رہی تھیں اور ساتھ ساتھ دماغ کو سینکڑوں شبیہوں کا پیغام بھیج رہی تھی جس میں گھٹن کا احساس اور مکمل بصری الجھن شامل تھی۔

تھوڑی دیر بعد شبیہہ دور ہو گئی اور جب شدید تکلیف اپنی انتہا کو پہنچی تو ہوا پھیپھڑوں

تک پہنچ گئی لیکن ہیبت ناک آواز کے ساتھ کہ کمرے میں موجود لوگ خوف سے مفلوج ہوکر رہ گئے۔

ویرونیکا نے شدید انداز میں الٹیاں کرنی شروع کر دیں۔ اس افسوسناک صورتحال کے ختم ہوتے ہی چند پاگلوں نے ہنسنا شروع کر دیا، اس نے اپنی ذلت محسوس کی اور مفلوج سی ہوکر رہ گئی۔

ایک نرس دوڑتی ہوئی اندر آئی اور اس کے بازو میں انجکشن لگا دیا۔

''اب ٹھیک ہے۔ پُرسکون ہو جاؤ، اب بات ختم ہوگئی۔''

''میں مری نہیں۔'' اس نے چیخنا شروع کر دیا دوسرے مریضوں کی طرف گھسٹتے ہوئے اور سارے فرش اور فرنیچر کو اپنی الٹی سے خراب کرتے ہوئے۔ میں ابھی تک اس بیہودہ اسپتال میں ہوں، اس دباؤ کے ساتھ کہ تم لوگوں کے ساتھ رہوں، ہر دن ہر رات ہزاروں بار مرنا......اور تم میں سے کسی کے پاس رحم کا ذرا برابر احساس نہیں۔''

''تم کیا چاہتے ہو؟ تم مجھے زہر کا انجکشن کیوں لگاتے ہو جبکہ میں نے مرنے کا فیصلہ کر رکھا ہے؟ تم اتنے بے رحم کیسے ہو سکتے ہو؟''

خود پر قابو نہ رکھتے ہوئے وہ فرش پر بیٹھ گئی اور بے اختیار رونا، چیخنا اور بلند آہنگی سے سسکیاں لینا شروع کر دیں جبکہ کچھ مریض ہنستے ہوئے اس کے گندے لباس پر پھبتیاں کسنے لگے۔

''اسے خواب آور دوا دو۔'' ایک ڈاکٹر نے تیزی سے اندر آتے ہوئے کہا۔ ''اس صورتِ حال کو قابو میں لاؤ۔''

نرس، بہر حال وہیں ساکت کھڑی ہوئی تھی۔ ڈاکٹر دوبارہ باہر گیا اور دو میل نرس اور سرنج کے ساتھ واپس آ گیا۔ آدمیوں نے لڑکی کو پکڑا جو کمرے کے درمیان جدوجہد کر رہی تھی جبکہ ڈاکٹر نے قے بھرے ہاتھ کی نس میں خواب آور انجکشن کا آخری قطرہ انجکٹ کر دیا۔

☆☆☆

13

وہ ڈاکٹر آئیگر کے کمرہ مشاورت میں صاف ستھرے بستر پر لیٹی ہوئی تھی جس پر سفید چادر بچھی ہوئی تھی۔

وہ اس کے دل کی دھڑکن سن رہا تھا۔ ویرونیکا نے ظاہر کیا جیسے وہ اب بھی سو رہی ہے۔ لیکن اس کے اندر کچھ تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ معائنہ کرتے وقت ڈاکٹر بڑبڑایا۔

''اپنی صحت کے متعلق فکر نہ کرو۔ تم سو سال زندہ رہ سکتی ہو۔''

ویرونیکا نے آنکھیں کھولیں۔ کسی شخص نے اس کا لباس اتار دیا تھا۔ کون؟ ڈاکٹر آئیگر؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اسے برہنہ دیکھا ہے؟ اس کا دماغ ٹھیک طرح کام نہیں کر رہا تھا۔

''تم نے کیا کہا؟''

''میں نے کہا ہے کہ فکر نہ کرو۔''

''نہیں، تم نے کہا ہے کہ میں سو سال تک زندہ رہ سکتی ہوں۔''

ڈاکٹر اپنی میز تک گیا۔

''تم نے کہا ہے کہ میں سو سال تک زندہ رہ سکتی ہوں۔'' ویرونیکا نے اپنی بات دہرائی۔

''دواؤں میں کوئی بات یقینی نہیں ہوتی۔'' ڈاکٹر آئیگر نے بات بناتے ہوئے کہا

''ہر چیز ممکن ہے۔''

''میرے دل کی کیا کیفیت ہے؟''

''ویسی ہی۔''

وہ مزید کچھ سننا نہیں چاہتی تھی۔ جب کسی مشکل کیس سے سابقہ پڑتا ہے تو ڈاکٹر کہا کرتے ہیں۔ ''تم سو سال تک زندہ رہو گی یا رہو گے۔'' یا ''تم میں کوئی بڑی خرابی یا مرض نہیں ہے'' یا کہتے ہیں کہ ''تمہارا دل اور بلڈ پریشر جوان لڑکیوں جیسا ہے'' یا پھر یہ کہ ''ہم نے تمہارے ٹیسٹ دوبارہ کرائے ہیں۔'' پھر مریض خوف کے مارے، وحشت میں کمرہ مشاورت سے چلے جاتے ہیں۔

اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن نہیں اٹھ سکی۔ کمرے میں موجود سب لوگ اس کی طرف دیکھنے لگے۔

''تھوڑی دیر تک لیٹی رہو۔ جب تک کہ بہتر محسوس نہ کرو۔ تم مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچا رہی ہو۔''

اوہ، ہاں۔ ویرونیکا نے سوچا۔

ایک تجربہ کار فزیشن ہونے کے ناطے، ڈاکٹر آئیگر تھوڑی دیر کھڑا رہا۔ اس طرح جیسے وہ میز پر کاغذات کا مطالعہ کر رہا ہو۔ اگر ہم کسی کے ساتھ ہیں اور وہ کچھ نہ بول رہا ہو، تو صورت حال میں چڑچڑاہٹ، کھنچاؤ پیدا ہو جاتا ہے بلکہ وہ بات ناقابل برداشت ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر آئیگر سوچ رہا تھا کہ لڑکی گفتگو شروع کرے تاکہ پاگل پن اور اس کے علاج پر لکھے جانے والے ٹیسٹ کے لئے کچھ معلومات جمع کر سکے۔

لیکن ویرونیکا نے زبان سے ایک لفظ بھی ادا نہیں کیا۔ ''ممکن ہے اس پر گندھک کے زہریلے مواد کا ابھی تک اثر ہو۔'' ڈاکٹر آئیگر نے سوچا کہ اس خاموشی کو ختم کیا جانا چاہئے جو چڑچڑاہٹ، کھنچاؤ کو ناقابل برداشت بنا رہی ہے۔

''اچھا تو تم پیانو بجانا چاہتی ہو۔'' اس نے ممکن حد تک غیر جذباتی ہونے کی کوشش

کرتے ہوئے کہا۔

''پاگل اس سے محظوظ ہوئی۔ گزشتہ کل اس کی گفتگو سننے والے لوگ اس کی باتوں سے زخمی ہو رہے تھے۔''

''ہاں، ایڈورڈ۔ پاگل نے کسی کو مخاطب کیا کہ وہ کتنا محظوظ ہوا تھا۔ کسے خبر تھی وہ عام انداز میں کھانا شروع کرسکتا ہے۔''

''ذہن کو پراگندہ کردینے والی موسیقی؟ اور اس نے یہ کسی دوسرے کے لئے کہا۔''

''ہاں میں سمجھ سکتا ہوں کہ تم کس کے متعلق گفتگو کر رہے ہو۔''

ڈاکٹر صحیح تھا...... جو اتنے رنگے ہوئے بالوں کے ساتھ مریض لگ رہا تھا۔

ویرونیکا نے پراگندہ ذہنی کا لفظ اکثر سن رکھا تھا لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کا مطلب کیا ہے۔

''پھر کیا مرض میں افاقہ ہوا؟'' اس نے امید کے ساتھ پوچھا کہ شاید پراگندہ خیالی کے متعلق کچھ مزید معلومات حاصل ہوسکیں۔

''اسے قابو میں رکھا جاسکتا ہے، جو سچ پوچھو تو ہم ابھی تک اس بات سے ناواقف ہیں کہ پاگل پن کی دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ ابھی تک ہر چیز نئی ہے اور طریقہ علاج ہر دہائی میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ پراگندہ خیالی میں مبتلا شخص جسے قدرتی میلان حاصل ہوتا ہے کہ وہ خود کو اس دنیا سے اس وقت تک غائب رکھے جب تک کوئی اثر انگیز، عنصر، کبھی معقول کبھی معمولی، فرد واحد کی صورت حال کے مطابق اس پر دباؤ ڈالے کہ وہ اپنی حقیقت آشکار کرے۔ یہ مکمل بیگانگی کی صورت میں بڑھ سکتا ہے جسے ہم شقاق ذہنی (Catatonia) یا دونفسی کا عارضہ کہتے ہیں جس کے ساتھ باری باری سکتہ اور تشنج کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ لیکن لوگ کم ہی صحت یاب ہوتے ہیں ایسے مریضوں کو مشکل سے کام کی اجازت اور نارمل زندگی گزارنے کے لئے چھوڑا جاتا ہے یہ حالات اور ماحول کے مطابق ہوتا ہے۔''

''تم کہتے ہو کہ وہ اپنی حقیقت خود آشکار کرتے ہیں۔'' ویرونیکا نے کہا۔ ''لیکن حقیقت کسے کہتے ہیں؟''

''جسے لوگوں کی بڑی تعداد مان لے۔ اس کے لئے ضروری نہیں ہے کہ وہ یقینی طور پر اچھی یا انتہائی منطقی بات ہو۔ بس یہ وہ بات ہے جو پورے معاشرے کی خواہش کے مطابق ڈھل گئی ہو۔ یہ چیز تم دیکھ سکتی ہو، یہ ہماری گردن کے گرد پھیلی ہوئی ہے؟''

''تمہارا مطلب تمہاری ٹائی سے ہے؟''

''بے شک۔ تمہارا جواب منطقی ہے۔ معقول جواب صرف مکمل نارمل شخص ہی دے گا۔ یہ ایک ٹائی ہے۔ بہرحال ایک پاگل شخص کہے گا کہ میری گردن کے گرد لپٹی ہوئی چیز مضحکہ خیز اور بیکار ہے۔ ایک رنگین کپڑا بڑے گھماؤ کے ساتھ بندھا ہوا ہے۔ جو پھیپھڑوں تک ہوا پہنچانے اور گردن موڑنے میں دشواری پیدا کرتا ہے۔ ہمیں اس وقت بہت ہوشیار رہنا ہوتا ہے جب ہم کہیں کسی پنکھے کے قریب ہوں بصورت دیگر اس کپڑے سے ہمیں پھانسی لگ جائے گی۔''

''اگر کوئی پاگل مجھ سے پوچھے کہ ٹائی کا مقصد کیا ہے۔ تو میں کہوں گا کہ قطعی کچھ نہیں۔ اس سے تزئین بھی نہیں ہوتی کیونکہ آج کل یہ علامت ہو چکی ہے غلامی، طاقت اور بے تعلقی کی۔ اب اس کا ایک ہی حقیقی مقصد رہ جاتا ہے یعنی ٹائی احساس سکون حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے بطور خاص اس وقت جب گھر پہنچ کر آپ اسے اتارتے ہیں تو احساس ہوتا ہے کہ آپ نے خود کو کسی چیز سے آزاد کر لیا ہے حالانکہ آپ ٹھیک سے یہ نہیں سمجھ پاتے کہ کس چیز سے آزادی نصیب ہوئی ہے۔

''لیکن کیا سکون کا احساس ٹائی باندھنے کا جواز ہو سکتا ہے؟ نہیں تاہم اگر ایک پاگل شخص اور نارمل آدمی سے پوچھیں کہ یہ کیا چیز ہے تو دیوانہ کہے گا کہ ٹائی۔ یہ اہم بات نہیں کہ صحیح کون ہے، اہم یہ ہے کہ اخلاقی اور سماجی لحاظ سے درست کیا ہے۔''

''چنانچہ، کیونکہ میں نے اس رنگین کپڑے کے ٹکڑے کو اخلاقی اعتبار سے درست نام دیا ہے تو تم نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ میں پاگل نہیں ہوں۔''

نہیں، تم پاگل نہیں ہو، ڈاکٹر آئیگر نے سوچا جو اس موضوع کا ماہر تھا، اس کے علاوہ اس کے کمرہ مشاورت کی دیواروں پر بہت سی اسناد لٹکی ہوئی تھیں۔ اپنی زندگی کو ختم کرنے کی کوشش انسان کے لئے ایک دوسری بات ہے۔ وہ بہت سے لوگوں کو جانتا ہے جنہوں نے ایسا کیا لیکن اب اسپتال کے باہر زندگی گزار رہے ہیں۔ معصوم اور نارمل بنے صرف اس لئے کہ انہوں نے خودکشی کا رُسوا کن راستہ اختیار نہیں کیا تھا۔ وہ لوگ خود کو آہستہ آہستہ قتل کر رہے تھے، خود کو زہر دے رہے تھے جسے ڈاکٹر آئیگر گندھک کا تیزاب کہا کرتا ہے۔

گندھک کا تیزاب ایک زہریلا مادہ ہوتا ہے، مردوں اور عورتوں میں اس نے جو کچھ دیکھا تھا اس کی علامات کا ذکر اپنی گفتگو میں کیا تھا۔ اب وہ اس موضوع پر ایک مقالہ لکھ رہا تھا۔ اس مقالے کو وہ Slovenian Academy of Sciences میں پیش کرے گا تا کہ وہ اس کے حسن و قبح پر نظر ڈال سکے۔ دیوانگی کی دنیا میں یہ ایک انتہائی اہم قدم تھا کیونکہ ڈاکٹر پینل نے حکم دیا تھا کہ مریضوں کو ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں نہیں رکھنا چاہئے جس سے علاج معالجے کی دنیا حیرت میں رہ گئی تھی۔ ان کا خیال بہر حال یہ تھا کہ اس طرح کچھ لوگ شاید شفایاب ہوسکیں۔

اس طرح نفسانی خواہش کے ساتھ...... کیمیکل کا ردِعمل نفسانی خواہش کا ذمہ دار ہوتا ہے جیسا کہ ڈاکٹر فرائڈ نے نشاندہی کی ہے۔ لیکن کسی لیبارٹری نے کبھی اس کا تجزیہ کر کے نتائج برآمد کرنے کی کوشش نہیں کی...... یہ تیزابی عنصر انسان کے نامیہ (نامی وجود جو ایک یا زائد خلیوں سے بنا ہوا اور مختلف اعضائے رئیسہ پر مشتمل ہو) سے اس وقت خارج ہوتا ہے جب ایک شخص خود کو خوف میں مبتلا پاتا ہے۔ اب بھی اسے اٹھا کر Spectrographic ٹیسٹ (مشاہدہ کرنے والا آلہ) سے گزارنا ہوتا ہے۔ اسے آسانی سے پہچانا جا سکتا ہے

حالانکہ اس کا مزہ نہ تو میٹھا ہوتا ہے اور نہ کھٹا...... بلکہ تلخ ہوتا ہے۔ ڈاکٹر آئیگر نے بلا پہچانے اس خطرناک عنصر کو دریافت کرنے کے بعد زہر کا نام دیا جو ماضی کے بادشاہوں، ہر قسم کے عشاق کے کام آتا رہا۔ خاص طور سے اس وقت جب کسی ناپسندیدہ شخص سے چھٹکارا حاصل کرنے کی حاجت پیش آتی ہو۔

ایک سنہرا دور، بادشاہوں اور شہنشاہوں کا دور جب کوئی شخص رومانی انداز سے زندہ رہتا تھا یا مر جایا کرتا تھا۔ قاتل اپنے شکار کو شام کے کھانے پر مدعو کرتے، خدمت گار دو گلاسوں میں مشروب بھرتے۔ دونوں گلاسوں میں سے ایک میں زہریلا مواد ڈالا جاتا۔ ذرا تصور کریں شکار میں کیسی تبدیلیاں ہوتی ہوں گی، گلاس کو اٹھانا، نرم یا جارحانہ انداز میں چند الفاظ ادا کرنا، گلاس کا مشروب اس طرح پینا جیسے اس میں کوئی خوش ذائقہ چیز شامل ہے پھر اپنے میزبان کو آخری بار حیرت سے دیکھنا اس کے بعد فرش پر گر جانا۔

لیکن یہ زہر جو انتہائی قیمتی ہونے کے ساتھ مشکل سے دستیاب ہوتا تھا، اس کی جگہ اب کچھ زیادہ قابل اعتماد چیزوں نے لے لی ہے جیسے ریوالور، بیکٹیریا وغیرہ۔ ڈاکٹر آئیگر ایک رومانوی شخصیت نے اسے ابہام سے نکالا اور روح کے امراض میں استعمال کیا اور جس کی دریافت جلد ہی پوری دنیا کو حیران کر دے گی۔

یہ عجیب بات ہے کہ آج تک کسی نے گندھک کے تیزاب کو مہلک زہر کی حیثیت سے بیان نہیں کیا تھا۔ حالانکہ زیادہ متاثرہ اشخاص اس کا مزہ بتا سکتے تھے، اور انہوں نے زہر کے عمل کو کڑواہٹ سے تعبیر کیا۔ کم یا زیادہ ہر شخص اپنے اندر کڑواہٹ رکھتا ہے بالکل ویسے ہی جیسے ہم سب T.B کے جراثیم رکھتے ہیں۔ لیکن یہ دونوں بیماریاں صرف اس وقت حملہ کرتی ہیں جب مریض کمزور ہوتا ہے۔ کڑواہٹ یا تلخی کی صورت میں، مرض کی صحیح کیفیت اس وقت اجاگر ہوتی ہے جب انسان میں نام نہاد ''اصل حقیقت'' کا خوف ہو۔

کچھ لوگ اپنی خواہش کے مطابق ایک ایسی دنیا تعمیر کرنا چاہتے ہیں جس میں کسی قسم کا

بیرونی عمل دخل نہ ہو۔ بیرونی دنیا کے مقابل ایک انتہائی مبالغہ آمیز بلند دفاعی تعمیر۔ جو نئے لوگوں، نئے مقامات، کچھ مختلف تجربات کے مقابل ہو اور اپنے اندر کی دنیا یوں ہی برقرار رہے۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں سے تلخی اپنا ناقابل تبدیل کام شروع کرتی ہے۔ تلخی کا اصل ہدف عزم وارادہ ہوتا ہے (یا گندھک کا تیزاب جیسا کہ ڈاکٹر آئیگرا سے کہتا ہے) وہ لوگ جن پر اس اضطراب یا بے چینی کا حملہ ہوتا ہے، وہ اپنی تمام تر خواہشات سے بیگانہ ہو جاتے ہیں اور چند ہی برسوں میں وہ اس قابل نہیں رہ جاتے کہ اپنی دنیا کو چھوڑ سکیں، جہاں انہوں نے اپنی انرجی کے وافر ذخائر جمع کر کے اونچی دیواریں تعمیر کر دی تھیں تاکہ وہ اپنی سمجھ کے مطابق اصل حقیقت جان سکیں۔

بیرونی حملے سے بچنے کے لئے انہوں نے قصداً اندرونی افزائش کے عمل کو محدود کر دیا تھا۔ انہوں نے بچوں کی طرح ٹیلی ویژن دیکھتے ہوئے ٹریفک کی شکایت کرتے ہوئے کام کو جاری رکھا لیکن یہ چیزیں خود بخود ہوتی ہیں بلا کسی خاص جذبے کے، کیونکہ بہر حال ہر چیز قابو میں ہوتی ہے۔

تلخی کے باعث زہریلے مواد کا مسئلہ وفور جذبات، نفرت، محبت، مایوسی، تجسّس سے پروان چڑھتا ہے مزید یہ کہ خود فطاہر نہیں ہونے دیتا۔ تھوڑی دیر بعد تلخی میں مبتلا شخص اپنی ساری خواہشات کے احساس کو فراموش کر دیتا ہے۔ ان میں زندہ رہنے اور مر جانے کی خواہش بھی نہیں رہتی اور مسئلہ یہی تھا۔

یہی وجہ ہے کہ تلخی کے باعث مشتعل اشخاص مافوق الفطرت خصوصیات کے حامل اور پاگل لوگوں کے متلاشی ہوتے اور ان کی توجہ چاہتے ہیں جس کے لئے انہیں نہ تو زندگی کا خوف ہوتا ہے اور نہ موت کا۔ مافوق الفطرت خصوصیات کے حامل اور پاگل افراد کبھی خوف سے مبرا اور لوگوں کی کہی ہوئی باتوں کو خاطر میں نہیں لاتے۔ پاگل شخص خودکشی کرتا ہے اور مافوق الفطرت خصوصیات کے حامل افراد اسے ایک مقصد پر شہید ہو جانے کا نام

دیتے ہیں لیکن دونوں ہی مریں گے اور تلخی کئی دن اور کئی رات تک اس خرافات پر قائم رہے گی کہ وہ دونوں کتنے عظیم لوگ تھے۔ صرف یہی وہ لمحہ ہوتا ہے جب تلخی میں مبتلا شخص کے اندر اتنی توانائی ہوتی ہے کہ وہ اپنی دفاعی دیوار پر چڑھ کے باہر کی دنیا میں جھانک کے دیکھے لیکن اس وقت اس کے ہاتھ اور پاؤں اتنے تھک چکے ہوتے ہیں کہ وہ اپنی روزمرہ زندگی میں لوٹ آتا ہے۔

دائمی تلخی میں مبتلا شخص ہفتے میں ایک بار، اتوار کی سہ پہر کو اپنی بیماری کا ادراک کرتا ہے، پھر کوئی مصروفیت اور روزمرہ کے کام نہ ہونے کے باعث علامات قائم رہتی ہیں چنانچہ وہ سمجھنے لگتا ہے کہ اس کے ساتھ کچھ بہت ہی برا ہوا ہے کیونکہ نہ ختم ہونے والی سہ پہر کے عذاب سے کچھ سکون میسر ہونے کے بعد وہ مسلسل چڑچڑاہٹ محسوس کرنے لگتا ہے۔

بہرحال جیسے ہی پیر والا دن آئے گا تو تلخی میں مبتلا شخص یکا یک بیماری کی علامات بھلا دے گا گو یہ شکوہ بھی کرے گا کہ اسے اتنی فرصت نہیں مل پائی کہ وہ آرام کرسکتا اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی شکایت کرے گا کہ اتوار (چھٹی کا دن) ہمیشہ بہت جلد گزر جاتا ہے۔

سماجی نقطہ نظر سے اس بیماری کا یہ پہلو بہتر ہے کہ وہ ایک معیار پہنچا تا ہے کہ اب اس کے بعد کسی نظر بندی کی حاجت نہیں رہی سوائے ایسے مریضوں کے جن میں زہر کا اتنا اثر ہو کہ مریض کے طرزِ عمل کا اثر دوسروں پر پڑنے لگے۔ بہت سے تلخی کا شکار لوگ اسپتال سے باہر رہنے لگتے ہیں اور ان سے معاشرے اور دوسرے لوگوں کو کوئی خطرہ نہیں ہوتا اور اس کی وجہ وہ دفاعی دیوار ہوتی ہے جسے وہ اپنے اردگرد تعمیر کرتے ہیں۔ وہ دنیا سے خود کو قطعی الگ تھلگ رکھتے ہیں یہاں تک کہ وہ اس میں شریک کار ہی کیوں نہ ہوں۔

ڈاکٹر سگمنڈ فرائیڈ نے جنسی جبلت اور اس کی وجہ، مزید اس کے علاج کو نفسیات کے طور پر دریافت کیا۔ اس زہر (Vitriol) کی موجودگی کے علاوہ ڈاکٹر آئیگر نے یہ ضرورت محسوس کی کہ اس کا علاج بھی ممکن ہوسکتا ہے۔ وہ دوا اور علاج کی تاریخ میں اپنا نام چھوڑنا

چاہتا ہے۔اس نے ان مشکلات کا اندازہ نہیں لگایا کہ جب شائع ہو کر سامنے آئے گی تو ''نارمل'' لوگ جو خوش اور مطمئن انداز میں اپنی زندگی گزار رہے ہیں، کبھی اس بیماری کی موجودگی کو تسلیم نہیں کریں گے۔ جب کہ ''بیمار'' لوگوں سے دماغی اسپتالوں کی صنعت، لیبارٹریز، کانگرس وغیرہ بھر جائیں گی۔

''مجھے اس بات کا علم ہے کہ دنیا میری ان کوششوں کو نہیں سراہے گی۔'' اس نے خود سے کہا۔ بہرحال یہ وہ قیمت ہے جو ہر غیر معمولی صلاحیت رکھنے والے کو ادا کرنی ہوتی ہے۔

''کیا کوئی گڑبڑ ہے ڈاکٹر۔'' لڑکے نے پوچھا۔ایسا لگتا ہے جیسے تم اپنے مریضوں کی دنیا میں اڑ رہے ہو۔

ڈاکٹر آئیگر نے توہین آمیز تبصرے کو نظر انداز کر دیا۔

''تم اب جا سکتی ہو۔'' اس نے کہا۔

☆☆☆

14

ویرونیکا کو یہ خبر نہیں تھی کہ یہ دن ہے یا رات۔ ڈاکٹر آئیگر نے لائٹ جلا رکھی تھی لیکن یہ تو وہ ہر صبح کیا کرتا تھا۔ وہ جب کوریڈور میں پہنچی تو اس نے چاند کو دیکھا اور اس کی سمجھ میں یہ بات آئی کہ وہ جتنا سمجھتی تھی اس سے بہت زیادہ دیر تک سوئی تھی۔

وارڈ جاتے ہوئے اس نے راستے میں دیکھا کہ دیوار پر فریم میں جڑی ایک تصویر لگی ہوئی ہے۔ یہ لبیانا کا مرکزی چوراہا تھا۔ شاعر پریسرن کے مجسمے کے سامنے مردوں اور عورتوں کے جوڑے گھوم رہے تھے، شاید اتوار کا دن تھا۔

اس نے فوٹوگراف پر لکھی ہوئی تاریخ دیکھی۔ 1910ء کا موسم گرما۔

1910ء کا موسم گرما۔ یہ وہ لوگ تھے جن کے بچے، پوتے پوتیاں وغیرہ پہلے ہی مر کھپ گئے تھے اور ان کی زندگی کا خاص لمحہ منجمد ہو کر رہ گیا تھا۔ عورتوں نے بھاری بھر کم لباس زیب تن کر رکھا تھا جبکہ تمام مردوں نے ہیٹ، جیکٹ، گیٹر (Gaiter) (پنڈلی پر لپیٹی جانے والی پٹی)، ٹائی (یا رنگین کپڑے کا ٹکڑا، جیسا کہ پاگل کہتے ہیں) پہن رکھی تھی اور ان کے ایک ہاتھ میں چھتری موجود تھی۔

اس وقت کتنی شدید گرمی رہی ہوگی؟ یقیناً درجہ حرارت آج کل کی گرمیوں جتنا ہی ہوتا ہوگا، سائے میں 35 ڈگری۔ اگر کوئی انگریز گرمیوں کی مناسبت سے آتا ہوگا یعنی برمودہ شارٹس (ہاف پینٹ) اور قمیض......تو وہ کیا سوچتا ہوگا؟

''وہ پاگل ہو جاتا ہوگا۔''

وہ ڈاکٹر آئیگر کے کہنے کا مطلب ٹھیک طرح سمجھ چکی تھی، جیسا کہ وہ اسے سمجھتی تھی حالانکہ وہ ہمیشہ محسوس کرتی کہ اس سے محبت کی جا رہی ہے اور وہ محفوظ بھی ہے۔ ہاں ایک چیز کی کمی تھی جو اس محبت کو خدا کی رحمت میں بدل دیتی، اسے چاہئے تھا کہ وہ نیم پاگل بنی رہتی۔

اس کے والدین اس سے اب بھی محبت کریں گے لیکن انہیں تکلیف پہنچانے کا خوف، وہ ہمت نہیں کر پا رہی تھی کہ اپنے خواب کی قیمت ادا کرے۔ وہ خواب جو اس کی یادداشت کی گہرائیوں میں مدفون تھا، گو کہ وہ کبھی کبھی اس وقت بیدار ہو جایا کرتا تھا جب وہ کسی محفل موسیقی میں ہوتی یا پھر کوئی خوبصورت ریکارڈ سن رہی ہوتی تھی۔ جب اس کا خواب بیدار ہوتا تھا تو وہ مایوسی کے ساتھ ساتھ اتنا کھنچاؤ محسوس کرتی کہ فوراً ہی اسے دوبارہ سُلا دیتی تھی۔

ویرونیکا بچپن ہی سے جانتی تھی کہ اس کا حقیقی میدان پیانو ہے۔

یہ بات وہ تھی جسے اس نے بہت پہلے محسوس کیا تھا اور اس وقت اس کی عمر بارہ برس تھی، اس کے استاد اس کی ذہانت اور فطری صلاحیت کو دیکھتے ہوئے ہمت افزائی کرتے تھے کہ وہ اسی کو اپنا پیشہ بنا لے۔ بہرحال وہ جب بھی کسی مقابلے میں کامیابی حاصل کرتی تو اپنی والدہ سے کہتی کہ میں سوچ رہی ہوں کہ ہر چیز چھوڑ کر خود کو پیانو کے لئے وقف کر دوں، اس کی ماں اسے محبت سے دیکھتے ہوئے کہتی کہ ''نہیں میری پیاری بیٹی، پیانو بجا کر ایک شخص صرف اپنے معاش کا ہی انتظام کر سکتا ہے۔''

''لیکن تم ہی تو پیانو سیکھنے کے لئے کہا کرتی تھیں۔''

''تا کہ تم آرٹسٹک صلاحیتوں کو بڑھاؤ اور بس۔ ایک شوہر اپنی بیوی میں اس قسم کی خصوصیت کو پسند کرتا ہے۔ وہ تمہیں محفلوں میں ایسا کرنے کی اجازت نہیں دے گا۔''

پیانو بجانے والی بننے کا خیال چھوڑ دو اور جا کر قانون کی تعلیم حاصل کرو۔ مستقبل میں کام آنے والا پیشہ یہی ہے۔

ویرونیکا نے وہی کیا جو اس کی ماں نے کہا تھا۔ اسے یقین تھا کہ ماں کو سچائی جاننے کا بہت زیادہ تجربہ ہے۔ اس نے اپنی تعلیم پوری کی، یونیورسٹی گئی اور ایک اچھی ڈگری لی لیکن اس کا اختتام اس طرح ہوا کہ وہ لائبریرین بن گئی۔

''اسے پاگل ہو جانا چاہئے تھا۔'' لیکن جیسا کہ اکثر لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے، اس نے پاگل ہونے میں کافی تاخیر کر دی۔ وہ اپنے سفر کو جاری رکھے ہوئے تھی کہ کسی شخص نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ مسکن دوائیں ابھی تک اس کی رگوں میں دوڑ رہی تھیں۔ یہی وجہ تھی جو اس نے نفسیاتی مریض ایڈورڈ کے ہاتھ پکڑنے پر کسی ردِعمل کا اظہار نہیں کیا جس نے نرمی سے اس کا رخ دوسری جانب کر دیا تھا...... لاؤنج کی طرف۔

چاند نیا تھا اور ویرونیکا پیانو پر بیٹھ چکی تھی...... ایڈورڈ کی خاموش درخواست پر...... اس وقت اس نے کمرۂ طعام سے آتی ہوئی آواز سنی۔ کوئی شخص غیر ملکی لہجے میں گفتگو کر رہا تھا اور ویرونیکا کو یاد نہیں آ رہا تھا کہ اس نے اس سے قبل ویلٹ میں کبھی اس لہجے میں ایسی آواز سنی ہو۔

''میں اس وقت پیانو بجانا پسند نہیں کروں گی ایڈورڈ...... میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ وہ وہاں کیا باتیں کر رہے ہیں اور وہ شخص کون ہے۔''

ایڈورڈ مسکرایا، شاید اس نے اس کی باتوں کا ایک لفظ بھی نہیں سمجھا تھا۔ لیکن ویرونیکا کو ڈاکٹر آئیگر کی کہی ہوئی باتیں یاد تھیں۔ نفسیاتی مریض ان سب حقائق سے پوری طرح آگاہ تھا۔

''میں مرنے والی ہوں۔'' اس نے کہنا شروع کیا، اسے امید تھی کہ وہ اس کے الفاظ کا مطلب سمجھ رہا ہے۔ آج موت نے میرے چہرے کو اپنے پروں سے لمس کیا ہے، شاید کل دروازے پر دستک دے یا پھر اس کے فوراً بعد۔ تمہارا یہ خیال اچھا نہیں ہے کہ ہر شب پیانو سنو۔

کوئی بھی شخص کسی چیز کو روز نہیں کر سکتا، ایڈورڈ...... مجھے دیکھو، میں نے سورج، پہاڑوں یہاں تک کہ زندگی کے مسئلوں میں دلچسپی لینی شروع کی۔ میں نے یہ تسلیم کرنا شروع کیا تھا کہ بے معنی زندگی ہونے میں کسی دوسرے کی کوئی غلطی نہیں بلکہ میری اپنی ہے۔ میں لبیانا کے مرکزی چوراہے کو دوبارہ دیکھنا چاہتی تھی تا کہ نفرت اور محبت، ناامیدی اور اکتاہٹ کو محسوس کر سکوں۔ وہ سب فضول اور بیوقوفی کی چیزیں جو ہر روز کی زندگی میں پائی جاتی ہیں لیکن وہ تمہاری زندگی کو پُر لطف بناتی ہیں۔ اگر میں کبھی یہاں سے آزاد ہوئی تو میں خود کو پاگل ہو جانے کی اجازت دے دوں گی کیونکہ ہر ایک شخص پاگل ہے لیکن اصل پاگل وہ ہوتا ہے جو یہ جانتا ہو کہ وہ پاگل ہے۔ بس اسی چیز کو دہراتے رہو جو دوسرے ان سے کہتے ہیں۔

''لیکن ان میں سے کوئی بات ممکن نہیں۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو؟ بالکل اسی طرح تم پورا دن اس انتظار میں نہیں گزار سکتے کہ رات کب آئے اور ایک مریض پیانو بجائے کیونکہ وہ جلدی سے ختم ہو جائے۔ میری اور تمہاری دنیا خاتمے کے قریب ہے۔''

وہ اٹھی اور نرمی سے لڑکے کے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کمرۂ طعام میں چلی گئی۔

اس نے جیسے ہی دروازہ کھولا تو اسے ایک غیر متوقع منظر دکھائی دیا۔ میزیں اور کرسیاں دیوار کی طرف کھینچ دی گئی تھیں تا کہ ایک بڑی جگہ نکل سکے، اور فرش پر مذہبی فرقے کے لوگ بیٹھے ایک شخص کو سن رہے تھے جو سوٹ اور ٹائی میں ملبوس تھا۔

''......پھر انہوں نے نصر الدین کو دعوت دی، صوفیوں کے ایک بڑے عالم کو تا کہ وہ لیکچر دے۔'' وہ کہہ رہا تھا۔

جیسے ہی دروازہ کھلا، کمرے میں بیٹھے ہوئے لوگوں نے ویرونیکا پر نگاہیں ڈالیں۔ سوٹ والے شخص نے بھی مڑ کے اسے دیکھا۔

''بیٹھ جاؤ!''

وہ فرش پر ''میری'' کے برابر بیٹھ گئی، سفید بالوں والی عورت جو پہلی ملاقات میں کافی

برہم تھی۔ ویرونیکا کو اس وقت بڑی حیرت ہوئی جب ''میری'' نے مسکراتے ہوئے اس کا استقبال کیا۔

سوٹ میں ملبوس شخص نے اپنی تقریر جاری رکھی۔

''نصرالدین نے دو بجے دوپہر کو لیکچر کا اہتمام کیا تھا اور یہ انتہائی کامیاب لگ رہا تھا کیونکہ ایک ہزار نشستیں قطعی بھر چکی تھیں اور سات سو لوگ باہر کھڑے کلوز سرکٹ ٹیلی ویژن پر لیکچر کو دیکھ اور سن رہے تھے۔''

دو بجے کے قریب نصرالدین کا ایک مددگار آیا اور اعلان کیا کہ چند ناگزیر وجوہات کی بناء پر لیکچر کچھ دیر سے شروع ہو گا۔ کچھ لوگ برہم ہوتے ہوئے اٹھے اور اپنے پیسے واپس لے کر چلے گئے۔ اس کے باوجود بے شمار لوگ لیکچر ہال کے اندر باہر کھڑے اور بیٹھے رہے۔

چار بجے سہ پہر تک صوفی عالم نہیں پہنچا اور لوگوں نے رفتہ رفتہ اپنی رقم واپس لے کر جانا شروع کر دیا۔ دفاتر کے اوقات کار ختم ہو رہے تھے، یہ گھر جانے کا وقت تھا، جب چھ بجے تو ایک ہزار سات سو لوگوں میں سے کم ہو کر ایک سو رہ گئے۔

عین اس لمحے نصرالدین اندر آیا۔ وہ نشے میں دھت دکھائی دے رہا تھا، اس نے پہلی صف میں موجود ایک خوبصورت عورت سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔

''بچے کھچے لوگ حیرت میں ڈوب کر اشتعال محسوس کرنے لگے۔ یہ شخص ہمیں چار گھنٹوں تک منتظر رکھ کر کیا کر رہا ہے؟ کچھ لوگ ناگوار انداز میں بڑبڑائے لیکن صوفی عالم نے ان باتوں کو نظر انداز کر دیا۔ وہ بلند آواز سے کہتا رہا کہ اس عورت میں کتنی جنسی کشش ہے اور اسے فرانس چلنے کی دعوت دی۔''

ویرونیکا نے سوچا کہ کچھ استاد ایسے ہوتے ہیں، میں ایسی باتوں پر یقین نہیں رکھتی۔

شکوہ کرنے والے معترضین کو برا بھلا کہتے ہوئے نصرالدین نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن فرش پر دھڑام سے گر گیا۔ برہم ہوتے ہوئے کچھ لوگوں نے چلے جانے کا فیصلہ کیا۔ وہ

کہہ رہے تھے کہ یہ خالص ڈھکوسلے بازی ہے اور یہ بات پریس میں لائی جائے گی۔

''اب صرف نو لوگ رہ گئے۔ جیسے ہی سامعین کا ناراض گروپ گیا، نصرالدین اٹھ کھڑا ہوا، وہ انتہائی معقول اور متین لگ رہا تھا، اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں اور وہ عقل شعور سے بھرا شخص دکھائی دے رہا تھا۔ ''تم لوگ جو یہاں رکے ہوئے، میری باتیں سنو گے۔'' اس نے کہا۔ ''تم لوگوں نے روحانی راستے کے دو انتہائی سخت امتحان پاس کر لئے ہیں۔ پہلا یہ کہ انتظار میں تحمل اور صحیح لمحے کا انتظار اور دوسرا یہ کہ تم نے جو کچھ دیکھا اس سے ناامید نہیں ہوئے۔ یہ تم لوگ ہو جنہیں میں سکھاؤں گا۔''

''پھر نصرالدین نے صوفیوں کی حکمت عملی بیان کی۔''

وہ شخص خاموش ہوا اور جیب سے ایک عجیب سی بانسری نکالی۔

''مختصر سے وقفے کے بعد ہم مراقبہ کریں گے۔''

گروپ کے تمام لوگ کھڑے ہو گئے۔ وینیزیکا نہیں جانتی تھی کہ کیا کرے۔

''تم بھی کھڑی ہو جاؤ'' ''میری'' نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ ہمیں پانچ منٹ کا وقفہ کرنا ہے۔''

''میں چلی جاؤں گی۔ میں راستے میں نہیں آنا چاہتی۔''

میری اسے ایک کونے میں لے گئی۔

''کیا تم نے کچھ بھی نہیں سیکھا۔ موت تک پہنچنے کے بعد بھی؟ یہ سوچنا چھوڑ دو کہ تم راستے میں آ رہی ہو یا یہ کہ تمہاری وجہ سے تمہارے برابر والوں کو تکلیف ہو رہی ہے۔ اگر کسی کو یہ بات ناپسند ہو گی تو وہ شکایت کرے گا۔ اگر اس میں شکایت کرنے کا حوصلہ نہیں ہے تو یہ ان کا مسئلہ ہے۔''

''اس دن جب میں تمہارے پاس آیا تھا تو میں وہ کر رہا تھا جو اس سے پہلے کبھی نہیں کیا تھا۔''

''اور تم لوگ ایک پاگل کے مذاق سے ڈر گئے تھے۔ تم لوگوں نے اپنی بندوقیں کیوں نہیں نکالیں؟ تمہارا کیا جاتا؟''

''میرا وقار میری عزت کہ میں ایسی جگہ آیا جہاں مجھے خوش آمدید نہیں کہا گیا۔''

''وقار اور عزت کیا ہوتی ہے؟ یہ تقاضا کرتی ہے کہ ہر شخص تمہیں اچھا سمجھے اچھے اخلاق اور ساتھیوں کے ساتھ محبت ہی محبت۔ اخلاقیات کا تھوڑا بہت احترام ہو۔ چند ایسی فلمیں دیکھو جس میں جانوروں کو اپنی جگہ کے لئے لڑتے دکھایا گیا ہو۔ ہم سب تمہارے طمانچے کو دل سے قبول کرتے ہیں۔''

ویرونیکا کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ وہ کسی جگہ کے لئے لڑ سکے اور موضوع تبدیل کرتے ہوئے اس نے پوچھا کہ سوٹ والا شخص کون تھا۔

''تمہیں افاقہ ہو رہا ہے۔'' میری ہنسی۔ ''تم اب بلا کسی تشویش کے ایسے سوالات پوچھنے لگی ہو کہ تم لاابالی ہو یا نہیں ہو۔ وہ ایک صوفی عالم ہے۔''

''صوفی کا کیا مطلب ہوتا ہے؟''

''سمور یعنی چھوٹا رواں نرم پر۔''

ویرونیکا سمور کو نہیں سمجھ پائی؟

''صوفی ازم درویشوں کی روحانی روایت ہوتی ہے۔ اس کے معلم یہ کبھی نہیں ظاہر کرتے کہ وہ دانا اور عقلمند ہیں۔ ان کے شاگرد از خود رفتگی میں ایک قسم کا رقص کرتے ہیں۔''

''اس کا کیا مطلب ہوا؟''

''مجھے صحیح طور پر معلوم نہیں ہے لیکن ہمارے گروپ نے فیصلہ کیا ہے کہ تمام ممنوعہ تجربات کی تحقیق کی جائے۔ ہماری پوری زندگی میں حکومت نے یہ سبق پڑھایا کہ روحانیت کی تلاش کا مقصد یہ ہے کہ لوگ اپنے اصل مسائل کو بھول جائیں۔ اب بتاؤ کیا تم نے یہ نہیں کہا تھا کہ زندگی کو سمجھنے کی کوشش ہی اصل مسئلہ ہے؟''

ہاں۔ایسا ہی ہے۔حالانکہ ویرونیکا اب نہیں جانتی تھی کہ دنیا کی ''اصل یا حقیقی'' سے مراد کیا ہے۔

سوٹ والے شخص میری کے مطابق ایک صوفی عالم نے سب لوگوں سے کہا کہ وہ ایک دائرے کی شکل میں بیٹھ جائیں۔ایک گلدان سے ایک پھول کے علاوہ تمام پھولوں کو ہٹا دیا گیا۔واحد سرخ گلاب جسے گروپ کے درمیان رکھ دیا گیا۔

''دیکھو ہم لوگ کتنی دور سے آئے ہیں۔'' ویرونیکا ''میری'' نے کہا۔''چند پاگلوں کو یقین تھا کہ پھولوں کو موسم سرما میں لگایا جا سکتا ہے اور آج کل بھی۔پورے یورپ میں سال بھر تک گلاب پائے جاتے ہیں۔کیا تم سمجھتی ہو کہ صوفی عالم اپنی تمام تر معلومات کے باوجود یہ کر سکتا ہے؟''

''میری'' سوچنے لگی۔

''اپنی تنقید کو کسی اور وقت کے لئے اٹھا رکھو۔''

''میں کوشش کروں گی۔حالانکہ میرے پاس صرف موجودہ لمحہ یعنی حال ہے اور وہ بھی بہت مختصر۔''

''یہی تو ہر کسی کے پاس ہوتا ہے اور ہمیشہ مختصر گو کہ بہت سے لوگوں کا یقین ہے کہ ان کے پاس زمانہ ماضی بھی ہے جہاں وہ چیزیں اکٹھی کر سکتے ہیں اور اسی طرح مستقبل بھی جہاں وہ مزید جمع کریں گے۔اچھا زمانہ حال پر گفتگو کرتے ہوئے کیا تم جنسی حظ اٹھاؤ گی۔''

حالانکہ اسے جو مسکن دوا دی گئی تھی اس کا اثر ابھی تک باقی تھا، ویرونیکا کو فوراً ہی وہ لفظ یاد آ گیا جو اس نے ویلٹ میں داخل ہوتے ہی سنا تھا۔

''میں جب شروعات میں نلکیوں اور مصنوعی تنفس کے ساتھ لائی گئی تھی، تو بھی میں نے صاف طور پر ایسے ہی الفاظ سنے تھے۔یہ سب آخر ہے کیا؟ تم لوگ آخر اس قسم کی باتیں سننے میں اپنا وقت کیوں ضائع کرتے ہو؟''

''یہ ویسے ہی ہے کہ ہم یہاں کسی حقیقت کو چھپانے کی ضرورت نہیں محسوس کرتے۔''

''کیا تم نے ہی مجھ سے پوچھا تھا؟''

''نہیں۔لیکن میں سمجھتی ہوں کہ لطف کا جہاں تک تعلق ہے تو تم چاہو گی کہ اس میں کہاں تک جا سکتے ہیں۔پھر قدرے تحمل کے ساتھ،شاید تم اپنے ساتھی کو بھی لانے کی اہل ہو جاؤ تا کہ اس کی ہدایات کی منتظر نہ رہنا پڑے۔ چاہے تمہاری زندگی کے دو دن ہی کیوں نہ بچے ہوں، میں نہیں سمجھتی کہ تمہیں زندگی کو یہ جانے بغیر نہیں چھوڑنا چاہئے کہ تم کہاں تک جا سکتی ہو۔''

''صرف اسی صورت میں اگر میرا ساتھی نفسیاتی ہو جو اس وقت پیانو سننے کا منتظر ہے۔''

''واقعی وہ خوش شکل ہے۔''

سوٹ والے شخص نے گفتگو میں مداخلت کرتے ہوئے کہا، سب لوگ خاموش ہو جائیں۔اس نے کہا کہ سب لوگ اپنے ذہن کو خالی کرتے ہوئے گلاب کے پھول پر توجہ مرکوز کریں۔

خیالات یقیناً واپس آئیں گے لیکن کوشش کرو کہ انہیں ذہن سے باہر دھکیل دو۔ تمہارے پاس دو صورتیں ہیں۔یا تو اپنے ذہن کو کنٹرول کرو پھر خود ذہن کے کنٹرول میں چلے جاؤ۔

آخرالذکر انتخاب سے تم پہلے ہی واقف اور مانوس ہو۔جو خوف،عدم تحفظ اور اعصابی دباؤ کو رد کر دیتا ہے۔ہم سب تباہ کن رجحان رکھتے ہیں۔

پاگل پن اور کنٹرول ختم ہونے کو مت الجھاؤ۔یاد رکھو کہ صوفی روایات، عالم...... نصرالدین سب ایک ہیں کو ہر آدمی پاگل شخص کہتا ہے اور یہ درست ہے کہ اس کے ساتھی شہری اسے پاگل سمجھتے ہیں کیونکہ نصرالدین جو سمجھتا ہے وہ کہتا ہے اور جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے، جیسا کہ عہد وسطیٰ کے دربار کا مسخرہ بادشاہ کو خطرے سے باخبر کرتا تھا اور وزراء اس پر تبصرہ

کرنے سے گھبراتے تھے کہ کہیں ان کی وزارت نہ چلی جائے۔

''یہ تمہارے ساتھ کیوں ہو۔ پاگل رہو لیکن نارمل لوگوں جیسا عمل کرو۔ مختلف ہونے کا خطرہ مول لو۔ لیکن اسے اس طرح کرنا سیکھو کہ کسی کی توجہ نہ ہونے پائے۔ پھول پر پوری توجہ دو اور حقیقی وجود یعنی ''میں'' کو خود ظاہر ہونے دو۔''

''حقیقی وجود ''میں'' کیا ہے؟'' ویرونیکا نے پوچھا۔ جبکہ شاید وہاں موجود ہر شخص جانتا تھا۔ لیکن اس کی کیا اہمیت ہے۔ وہ کسی کی ناراضگی کو خاطر میں لائے بغیر سیکھنا چاہتی ہے۔

آدمی اس کی مداخلت سے حیرت زدہ ہوا لیکن ویرونیکا کے سوال کا جواب دیا۔

''یہ تم ہو، وہ نہیں جو لوگ تمہیں بناتے ہیں۔''

ویرونیکا نے مشق کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور خود اپنی ذات پر سخت ترین توجہ دی تا کہ یہ معلوم کر سکے کہ وہ کون ہے۔ ویلٹ میں قیام کے دوران اس نے کچھ ایسی چیزیں بھی محسوس کی تھیں جو اس سے پہلے اتنی شدت سے کبھی نہیں کی تھیں......نفرت، محبت، خوف، تجسس، زندہ رہنے کی خواہش وغیرہ۔ شاید ''میری'' کا خیال درست تھا۔ کیا وہ واقعی جنسی فعل کا مطلب جانتی ہے؟ یا پھر وہ اتنی دور تک گئی ہے جہاں تک مرد اسے لیجانا چاہتے تھے؟

صوفی عالم نے بانسری بجانی شروع کر دی۔ رفتہ رفتہ موسیقی نے اس کی روح کو پُرسکون کر دیا اور اس نے گلاب کے پھول پر اپنی بھرپور توجہ مبذول کی۔ یہ شاید مسکن دواؤں کا اثر تھا لیکن حقیقت یہ تھی کہ وہ جب سے ڈاکٹر آئیگر کے کمرۂ مشاورت سے نکلی تھی، انتہائی بہتر محسوس کر رہی تھی۔

اسے علم تھا کہ وہ جلد ہی مرنے والی ہے، پھر کیوں خوف زدہ ہو؟ یہ بالکل کام نہیں آئے گا۔ اس سے مہلک دل کا دورہ نظر انداز نہیں ہوگا۔ اچھی بات یہ ہوگی کہ وہ بچی ہوئی زندگی کے دن اور گھنٹوں سے لطف اندوز ہو اور وہ سب کچھ کرے جو اس سے قبل نہیں کیا ہے۔

موسیقی انتہائی نرم و نازک اور دل پذیر تھی، دھیمی روشنی نے کمرۂ طعام کو قریب قریب

مذہبی ماحول میں تبدیل کر دیا تھا۔ مذہبی، وہ اپنے اندر گہرائی تک کیوں نہیں جھانک کر دیکھتی کہ اس کا یقین واعتماد کتنا رہ گیا ہے۔

بہر حال موسیقی اسے ہر طرف لیجا رہی تھی، اپنا ذہن خالی کرو، کسی بھی چیز کے متعلق سوچنا بند کرو، بس اپنی ذات کو پیش نظر رکھو۔ ویرونیکا نے خود کو تجربے کے حوالے کر دیا۔ وہ گلاب کے پھول کو انتہائی انہماک سے دیکھتی رہی اور یہ بھی دیکھنے لگی کہ وہ کون تھی، کیا تھی اور صرف افسوس محسوس کیا۔ وہ بہت ہی جلد باز تھی۔

☆☆☆

15

جب مراقبہ ختم ہوا اور صوفی عالم چلا گیا تو ''میری'' اسی کمرۂ طعام میں رک کے مذہبی لوگوں سے باتیں کرتی رہی۔ ویرونیکا نے کہا کہ وہ تھکی ہوئی ہے چنانچہ فوراً ہی چلی گئی کیونکہ اسے صبح جو مسکن دوا دی گئی تھی وہ اتنی سخت تھی جو ایک گھوڑے کے لئے کافی ہو۔ بہر حال اس میں اتنی قوت تھی کہ وہ اتنی دیر تک خود کو بیدار رکھ سکی۔

''یہ تمہاری نوعمری ہے۔ یہ خود اپنی حدود مقرر کرتی ہے، یہ جانے بغیر کہ جسم اسے برداشت کر سکے گا یا نہیں، جسم ہمیشہ یہی کرتا ہے۔''

''میری''، تھکی ہوئی نہیں تھی۔ وہ دیر تک سوتی رہی تھی چنانچہ فیصلہ کیا کہ وہ لبیانا میں چہل قدمی کرے......ڈاکٹر آئیگر کی خواہش تھی کہ مذہبی فرقے کے لوگ ہر روز ویلٹ سے باہر چلے جایا کریں۔ وہ سنیما گئی اور وہاں جا کر اپنی سیٹ پر دوبارہ سو گئی۔ وہ ایک انتہائی بور فلم دیکھنے گئی تھی جو گھریلو تنازع پر بنائی گئی تھی۔ کیا کوئی دوسرا موضوع نہیں تھا؟ آخر ہمیشہ ایک ہی کہانی کیوں دہرائی جاتی ہے......شوہر بیوی کے ساتھ، محبوبہ اور بیمار بچے؟ دنیا میں اور بہت موضوعات ہیں جن پر گفتگو کی جا سکتی ہے۔

کمرۂ طعام کی گفتگو کا اثر زیادہ دیر تک نہیں رہا۔ مراقبہ سے سکون کے احساس نے رخصت اختیار کی اور سب لوگ اپنے اپنے وارڈ میں جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ صرف ''میری'' باغ میں چلی گئی۔ راستے میں اس نے دیکھا کہ جوان عورت ابھی تک بستر سے

نہیں اٹھ سکی ہے۔ وہ نفسیاتی مریض ایڈورڈ کے لئے پیانو بجاتی رہی تھی جو شاید پیانو کے پاس اس کا منتظر تھا۔ بچوں کی طرح پاگل اپنی رائے کو نہیں بدلتے تاوقتیکہ ان کی خواہش پوری نہ ہو جائے۔

ہوا برف جیسی سرد تھی۔ ''میری'' اندر واپس آئی، کوٹ اٹھایا اور دوبارہ باہر چلی گئی۔ باہر کافی دور پہنچ کر جہاں دوسروں کی نگاہیں نہ پہنچ سکتی ہوں، اس نے ایک سگریٹ جلائی۔ وہ آہستہ آہستہ بلاخوف وخطر سگریٹ پیتے ہوئے اس جوان عورت کے متعلق سوچتی رہی۔ وہ پیانو کی میوزک سن سکتی ہے اور ویلٹ کے باہر زندگی ہے۔ جو ہر شخص کے لئے ناقابل برداشت ہوتی جارہی ہے۔

''میری'' کے مطابق، ان مشکلات کی وجہ افراتفری، بدانتظامی یا انارکی نہیں بلکہ احکامات کی بے اعتدالی ہے۔ معاشرے میں بے حد وحساب اصول اور ضابطے ہیں اور گھریلو دیوتا، جس کی وجہ سے قوانین متضاد ہو جاتے ہیں، اور نئے اصول نئے ضابطے قوانین کو متضاد بنا دیتے ہیں۔ لوگ نہ دکھائی دینے والی مقررہ ہدایات سے سرمو انحراف کرتے ہوئے ڈرتے ہیں۔

''میری'' جانتی تھی کہ وہ کس کے بارے میں گفتگو کر رہی ہے، اپنی بیماری تک جو اسے ویلٹ لے آئی وہ چالیس برس تک وکالت کے پیشے سے وابستہ رہی تھی۔ اپنے پیشے کے ابتدائی دنوں میں ہی اس کا انصاف سے متعلق تصور پارہ پارہ ہو گیا تھا اور وہ اس نتیجے پر پہنچ گئی تھی کہ قوانین مسئلوں کے حل کے سلسلے میں نہیں بنائے جاتے بلکہ طویل غیر یقینی بحث مباحثے کے لئے بنائے جاتے ہیں۔

ایسا لگتا ہے جیسے اللہ، یہودا، خدا...... یہ اہم نہیں کہ تم اُسے کیا کہہ کر پکارتے ہو...... آج کل اس دنیا میں نہیں، کیونکہ اگر وہ چاہتا تو ہم اب بھی جنت میں رہ رہے ہوتے جبکہ وہ اپیلوں، درخواستوں، لوگوں کی خواہشات، ہدایات اور تنبیہہ، ابتدائی فیصلوں کی دلدل میں

پھنسا ہوا ہے اور بے شمار مقدمات کا فیصلہ کرتا ہے، انجانے میں ایک ایسے ضابطے، جس کی بنیاد قانون میں نہیں تھی، کو توڑنے پر حضرت آدم کو جنت سے نکال دیا گیا۔

اگر وہ نہیں چاہتا تھا کہ ایسا ہو، تو اس نے اس پودے کو باغ کے بیچوں بیچ کیوں رکھا۔ کیوں نہ جنت کی دیواروں کے پار اُگایا؟ اگر اُسے اس جوڑے کی مدافعت کے لئے بلایا گیا تو ''میری'' بلاشبہ خدا کے انتظامی معاملات کو دوش دے گی۔ کیونکہ درخت کو غلط جگہ لگایا گیا پھر اس کے اردگرد بیریئر اور وارننگ کا نہ لگانا تا کہ انسان کو اس سے محفوظ رکھا جا سکے۔ اس طرح ہر ایک شخص کو خطرے میں رکھا گیا۔

''میری'' اس پر مجرمانہ ترغیب کا الزام بھی لگا سکتی ہے کہ اس نے حضرت آدم وحوا کو وہ جگہ بھی بتا دی تھی جہاں یہ درخت موجود تھا۔ اگر اس نے کچھ نہ بتایا ہوتا تو نسل در نسل لوگ اس دنیا میں اس ممنوعہ پھل کی ذراسی بھی خواہش نہ پاتے۔ کیونکہ جنگل میں اس جیسے اور بھی بہت سے درخت ہوتے چنانچہ اس کی کوئی خاص اہمیت نہ ہوتی۔

لیکن خدا نے قطعی مختلف طریقہ کار اختیار کیا۔ اس نے ایک ایسا ضابطہ بنایا اور پھر اسے توڑنے کا راستہ بھی بتا دیا شاید اس لئے کہ اسے سزا دی جا سکے۔ وہ جانتا تھا کہ آدم وحوا اپنی فضیلت اور برتری سے بور ہو کر جلد یا بدیر اس کے (خدا) تحمل کو جانچیں گے۔ اس نے ایک جال بُنا کیونکہ وہ یعنی خدائے بزرگ و برتر، خود بھی یکسانیت سے بور تھا، اگر حوا نے سیب نہ کھایا ہوتا تو لاکھوں برسوں تک دلچسپی کا کوئی سامان نہ پیدا ہوا ہوتا۔

جب قانون ٹوٹ گیا تو خدا...... قادر مطلق منصف نے ان کی تحقیقات کا ارادہ کیا جیسے وہ ہر پوشیدہ مقام کو پہلے ہی نہیں جانتا۔ فرشتوں نے اس کھیل سے دلچسپی لیتے ہوئے تلاش شروع کر دی (شاید ان کی زندگی بے کیف ہو چکی تھی کیونکہ شیطان کو جنت سے نکال دیا گیا تھا) اس نے باغ میں چلنا شروع کر دیا۔ ''میری'' نے سوچا کہ بائبل کے اس حصے پر اگر پُراسرار مووی بنائی جائے تو کتنی دلچسپ اور حیرت انگیز ہوگی۔ خدا کی قدموں کی آواز، اس

جوڑے کا خوف سے ایک دوسرے کو دیکھنا، پھر وہ جہاں چھپے ہوئے تھے وہاں آ کر قدموں کی آواز کا رک جانا۔

''تم لوگ کہاں ہو؟'' خدا نے پوچھا۔

''میں نے باغ میں آواز سنی تھی، میں ڈرا ہوا تھا کیونکہ میں لباس کے بغیر تھا چنانچہ میں نے خود کو چھپا لیا۔'' آدم نے بغیر سمجھے جواب دیا کہ اس طرح بیان کرنے کا مطلب تو یہ ہوگا کہ اس نے خود ہی خود جرم کا اعتراف کر لیا۔

چنانچہ ایک عام سی ٹرک کے ساتھ یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ اسے یہ نہیں معلوم کہ آدم کہاں تھے اور ان کے فرار ہونے کی وجہ کیا تھی۔ خدا نے وہ حاصل کر لیا جیسے وہ چاہتا تھا اور تاکہ قریب ہی موجود فرشتوں کی کوئی شبیہہ نہ ہو جو سب انتہائی دلچسپی سے دیکھ رہے تھے، خدا نے مزید کہا۔

''کس نے کہا تھا کہ وہ برہنہ تھا؟'' خدا نے کہا۔ یہ جانتے ہوئے کہ اس کا صرف ایک ہی ممکن جواب ہوسکتا ہے۔ کیونکہ میں نے اچھی اور بری باتوں کا علم رکھنے والے درخت کا پھل کھایا ہے۔

اس سوال کے ساتھ خدا نے اپنے فرشتوں پر ظاہر کیا کہ وہ بس خدا ہے اور یہ کہ جوڑے کو جنت میں سکونت اختیار نہ کرنے دینے کا باعث حتمی ثبوت ہے۔ اس کے بعد سے اس بات پر غور کیا جانے لگا کہ آیا یہ عورت کی غلطی تھی یا پھر ان کی معافی کی التجا۔ خدا ایک ایسی مثال قائم کرنا چاہتا تھا کہ کوئی دوسرا چاہے وہ زمین پر رہنے والا ہو یا جنت کا، کبھی دوبارہ اس کے فیصلوں کے خلاف جانے کی جرات نہ کرے۔

خدا نے اس جوڑے کو جنت سے نکال دیا اور ان کے بچوں کو بھی خمیازہ بھگتنا پڑا۔ (جیسا کہ اب بھی بچوں سے جرائم سرزد ہوتے ہیں) اسی باعث انصاف کا نظام دریافت ہوا۔ قانون اور قانون شکنی (چاہے وہ غیر منطقی ہو یا فضول) کے فیصلے (جن میں زیادہ تجربہ کار

لوگ فتح پاتے ہیں) اور سزائیں۔

چونکہ پوری انسانیت کو موردِ الزام ٹھہرایا گیا اور اپیل کا حق بھی نہیں دیا گیا۔ اس لئے بنی نوع انسان نے خدا کے فیصلوں کہ وہ پھر اپنے اختیارات کو استعمال نہ کرنے کا ایک دفاعی میکانزم، ترتیب دیا۔

بہرحال حضرت عیسیٰ کے دور تک بے حساب مطالعے کے بعد بہت سے قانونی اقدامات ہوئے اور ہم بہت ہی دور چلے گئے اور انصاف قانونی شقوں، قانونی فلسفہء علم اور متضاد متن، اس کے حواشی میں اس طرح الجھ کر رہ گیا کہ کوئی سمجھ ہی پائے۔

اس سے بڑھ کر، جب خدا کے دل میں تبدیلی پیدا ہوئی تو اس نے دنیا کو محفوظ کرنے کے لئے اپنے بیٹے (نعوذ باللہ) کو بھیجا، تو کیا ہوا؟ وہ اس انصاف کے ہاتھوں لگ گیا جسے اس نے دریافت کیا تھا۔

قانون کی پیچیدگیوں نے ایسی الجھن پیدا کی کہ بیٹے کو صلیب پر چڑھا کر کیلیں ٹھونک دی گئیں اور اس طرح اس کا قصہ تمام کر دیا گیا۔ یہ کوئی عام مقدمہ نہیں تھا۔ پائیلیٹ (Pilate) کے رومن کیتھولک پادری نے کہا کہ رومن قوائد میں ناکافی قوانین تھے۔ پھر اسے پائیلیٹ (Pilate) سے ہیروڈ (Herod) کے پاس لیجایا گیا، جنہوں نے جواباً کہا کہ یہودی قوانین کے مطابق سزائے موت کی اجازت نہیں چنانچہ ہیروڈ کے پاس سے دوبارہ پائیلیٹ (Pilate) کے پاس لایا گیا تاکہ کوئی راستہ نکالا جا سکے۔ انہوں نے عدالتی کارروائی کی اور بیٹے کو مار پیٹ کے زخمی کرنے کے بعد عوام کے سامنے پیش کیا لیکن اس سے مسئلہ حل نہیں ہوا۔

آج کل کے مقدمہ دائر کرنے والا کی طرح پائیلیٹ (Pilate) نے ملزم شخص کی قیمت پر خود کو محفوظ کر لیا۔ اس نے جیوسس کو (Barabbas) کے عوض تبدیل کرنے کی پیشکش کر دی۔ یہ سمجھتے ہوئے کہ اس وقت تک انصاف ایک بڑا تماشہ بن جائے گا، اور پھر

اختتام میں عقدہ کشائی ہوگئی یعنی قیدی کی موت۔

بالآخر پائیلیٹ (Pilate) نے قانون کی دفعہ استعمال کی جو جج کو شبہے کا فائدہ دیتا ہے، اس شخص کو نہیں جس کا مقدمہ زیر سماعت ہو۔ اس نے اپنا ہاتھ صاف کرلیا۔ جس کا مطلب ہوا کہ ''میں ہر طرح مطمئن ہوں۔ یہ ایک دوسری حکمت عملی تھی جس سے رومن عدالتی نظام کو مقامی مجسٹریٹ سے تعلقات خراب کئے بغیر محفوظ کرلیا گیا اور اسی طرح ایسی صورت میں کہ سزا سے کوئی مسئلہ پیدا ہو تو فیصلے کی ذمہ داری عوام کی طرف کردی جائے، اور پھر شاہی حکومت کے کچھ رکھوالے یہ دیکھنے کے لئے آئے کہ کیا ہو رہا ہے۔''

انصاف، قانون، دونوں ہی معصوم کے دفاع کے لئے موجود تھے اور وہ ہمیشہ ہر شخص کی مرضی کے مطابق کام بھی نہیں کرتے تھے۔ ''میری'' خوش تھی کہ وہ ان تمام الجھنوں سے دور تھی۔ لیکن آج رات پیانو سنتے ہوئے اسے یقین نہیں تھا کہ ویلٹ اس کے لئے موزوں مناسب جگہ ہے۔

''مجھے اس جگہ کو ہمیشہ کے لئے چھوڑنے کا فیصلہ کرنا پڑے تو میں واپس قانون کے پاس نہیں جاؤں گی۔ میں ان پاگلوں کے ساتھ وقت نہیں گزاروں گی جو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ نارمل انسان اور اہم ہیں۔ جب کہ ان کا مقصد حیات یہ ہوتا ہے کہ وہ ہر چیز میں دوسروں کے لئے مشکلات پیدا کریں۔ میں سلائی کڑھائی کرلوں گی، میں تھیٹر کے سامنے پھل بیچ لوں گی۔ پاگل پن کے قانون کا خمیازہ میں پہلے ہی بھگت چکی ہوں۔''

ویلٹ میں سگریٹ پینے کی اجازت تو تھی لیکن اس کا ٹکڑا لان میں نہیں پھینکا جا سکتا تھا۔ اس نے بڑی ہی خوش دلی کے ساتھ وہ کیا جس کی ممانعت تھی کیونکہ اس جگہ ہونے کا ایک بڑا فائدہ یہ تھا کہ وہاں کسی اصول و ضابطے کی پاسداری نہیں کرنی تھی کیونکہ اس کے ٹوٹنے کے عوض کوئی خاص جوابدہی نہیں کرنا پڑتی تھی۔

وہ دروازے پر گئی۔ گارڈ......وہاں ہمیشہ ایک گارڈ رہا کرتا تھا، بالآخر یہ ایک قانون

تھا...... نے سر ہلایا اور اس کے لئے دروازہ کھول دیا۔

''میں باہر نہیں جا رہی ہوں۔'' اس نے کہا۔

''پیانو موسیقی بہت اچھی تھی۔'' گارڈ نے کہا۔ ''میں قریب قریب ہر شب یہ سنتا ہوں۔''

''یہ اب زیادہ دنوں تک نہیں رہے گی۔'' وہ یہ کہتے ہوئے تیزی سے آگے بڑھ گئی تا کہ وضاحت نہ کرنی پڑے۔

اسے یاد آیا کہ وہ جب کمرۂ طعام میں آتی تھی تو جوان لڑکی کی آنکھوں میں کیا پڑھا کرتی تھی۔ خوف۔

خوف...... ویرونیکا عدم تحفظ، شرمندگی، تنفر، بیچارگی محسوس کر سکتی تھی لیکن خوف کیوں؟ یہ تو اسی وقت برمحل ہوتا ہے جب کوئی حقیقی خطرہ ہو۔ خطرناک جانوروں، مسلح حملہ آوروں، زلزلوں سے لیکن ایسے لوگوں سے نہیں جو کمرۂ طعام میں اکٹھے ہوئے ہوں۔

''لیکن انسان ایسے ہی ہوتے ہیں۔'' اس نے کہا۔ ''ہم نے اپنے ہر قسم کے جذبات خوف میں تبدیل کر لئے۔''

اور ''میری'' جانتی ہے کہ وہ کیا باتیں کر رہی ہے، کیونکہ اسی چیز نے اسے ویلٹ تک پہنچایا ہے۔ خوف و ہراس کے حملے نے۔

''میری'' کے کمرے میں اس موضوع پر کتابوں کی ایک عمودی الماری تھی۔ اب لوگ اس پر کھل کے باتیں کرتے ہیں اور اس نے حال ہی میں ایک جرمن ٹیلی ویژن پروگرام دیکھا تھا جس میں لوگ اپنے تجربات بیان کر رہے تھے۔ اسی پروگرام میں بتایا گیا تھا کہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد دہشت کا شکار ہوتی ہے حالانکہ ان میں سے اچھے خاصے لوگ اس اثر کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ انہیں خوف ہوتا ہے کہ لوگ اسے پاگل سمجھیں گے۔

لیکن اس وقت جب ''میری'' پر پہلا حملہ ہوا تو ان باتوں کو کوئی نہیں جانتا تھا ''یہ بہت ہی تکلیف دہ صورت حال تھی۔'' اس نے دوسرا سگریٹ جلاتے ہوئے سوچا۔

پیانو ابھی تک بج رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ لڑکی کے جسم میں اتنی توانائی ہے کہ رات بھر پیانو بجاتی رہے۔

جوان لڑکی جب اسپتال میں داخل ہوئی تھی تو بہت سے ساتھیوں پر اس کا اثر پڑا تھا جس میں ''میری'' بھی شامل تھی۔ پہلے تو اس نے اسے نظر انداز کرنے کی کوشش کی اسے خوف تھا کہ وہ عورتیں جو زندہ رہنا چاہتی ہیں کہیں بیدار نہ ہو جائیں۔ چونکہ بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں تھا، اس لئے بہتر یہی تھا کہ اسے مرنے کی خواہش پوری کرنے دی جائے۔ ڈاکٹر آئیگر بھی واقف تھا پھر بھی اسے روزانہ انجکشن لگایا جاتا۔ اس کی خراب ہوتی ہوئی جسمانی کیفیت عیاں تھی اور اسے بچانے کا کوئی طریقہ نہیں تھا۔

اسپتال کے ساتھی پیغام کو سمجھ رہے تھے۔ چنانچہ اس معتوب عورت سے فاصلہ پیدا کرلیا۔ بہرحال، یہ کسی کو نہیں معلوم کہ کیوں، لیکن ویرونیکا نے اپنی زندگی کے لئے جنگ شروع کردی۔ صرف دو اشخاص اس سے ملے، ایک زیڈیکا جو کل اسپتال چھوڑ دے گی اور اس نے زیادہ بات چیت نہیں کی اور ایڈورڈ۔

''میری'' ایڈورڈ سے بات کرنا چاہتی تھی۔ اس نے ہمیشہ اس کے مشوروں کا احترام کیا تھا۔ کیا وہ نہیں سمجھتا کہ وہ ویرونیکا کو دنیا میں واپس لا رہا ہے۔ اور یہ کہ یہ کتنی خراب چیز ہوگی کہ وہ یہ سب کچھ ایک ایسی ہستی کے ساتھ کر رہا ہے جسے تحفظ فراہم کرنے کی کوئی امید نہیں؟

اس نے اس کو سمجھانے کے لئے ایک ہزار طریقے سوچے، لیکن ہر طریقے سے وہی قصوروار ٹھہرتا۔ اس لئے وہ ایسا نہیں کرے گی۔ ''میری'' نے غور کرنے کے بعد فیصلہ کیا کہ معاملات کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ وہ اب وکیل نہیں رہی تھی اور نہیں چاہتی تھی کہ وہ ایک ایسی جگہ قانونی مسئلہ اٹھائے اور وہاں انتشار پھیل جائے۔

لیکن جوان عورت کی موجودگی نے بہت سے لوگوں کو متاثر کیا تھا، ان میں سے کچھ اپنی زندگی کے بارے میں سوچنے کے لئے تیار تھے۔ مذہبی لوگوں کے ساتھ ایک میٹنگ

میں کچھ لوگوں نے سمجھانے کی کوشش کی کہ ہو کیا رہا ہے۔ ویلٹ میں موت کا وردیکا یک ہوتا ہے۔ کسی کو اتنا موقع نہیں مل پاتا کہ وہ اس کے متعلق سوچ سکے یا پھر طویل عرصے تک قائم رہنے والی بیماری جس میں موت ہمیشہ ہی خوش آئند ہوتی ہے۔

جوان عورت کا کیس بہرحال ڈرامائی تھا کیونکہ وہ کافی کم عمر تھی اور اس لئے بھی کہ وہ اب زندہ رہنا چاہتی تھی۔ یہ وہ بات تھی جسے سب لوگ ناممکن تصور کر رہے تھے۔ کچھ لوگوں نے خود سے سوال کیا ''یہ اگر میرے ساتھ ہو تو کیا مذائقہ؟ ہمارے پاس زندہ رہنے کا ایک موقع ہے۔ کیا میں اس کا استعمال اچھی طرح کر رہی ہوں؟''

کچھ نے سوال کرنے کی زحمت نہیں اٹھائی، وہ بہت پہلے ہی اسے چھوڑ کر ایک ایسی دنیا کا حصہ بن گئے تھے جہاں نہ تو زندگی ہے اور نہ موت۔ بس صرف مکان و زمان رہ گیا تھا۔ بہرحال دوسرے لوگ سختی سے سوچ رہے تھے۔ ''میری'' ان میں سے ایک تھی۔

☆☆☆

16

ویرونیکا نے ایک لمحے کے لئے پیانو بجانا بند کیا اور باہر باغ میں ''میری'' پر نظر ڈالی۔ اس نے اتنی شدید سردی میں ایک ہلکی سی جیکٹ پہن رکھی تھی۔ کیا وہ مرنا چاہتی ہے؟

''نہیں۔ وہ میں ہوں جو مرنا چاہتی تھی۔''

وہ دوبارہ پیانو پر متوجہ ہو گئی۔ اپنی زندگی کے آخری ایام میں اس نے بالآخر اپنے اہم خواب کو تسلیم کیا کہ اپنے دل اور روح سے اس وقت تک پیانو بجائے جب تک کہ دل چاہے۔ اس کی نظر میں اس بات کی کوئی اہمیت نہیں تھی کہ اس کا واحد سامع ایک جوان نفسیاتی عارضے میں مبتلا شخص ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ موسیقی سمجھتا ہے اور یہی بات اہم تھی۔

☆☆☆

17

''میری'' نے کبھی خود کو ہلاک کرنا نہیں چاہا تھا، اس کے برخلاف، پانچ سال پہلے اسی سینما میں جہاں آج گئی تھی۔ اس نے غربت کے موضوع پر انتہائی ہیبت ناک فلم دیکھی تھی اور سوچا تھا کہ اس کی زندگی کتنی اہم ہے۔ اس وقت......اس کے بڑے بچے اپنے ذریعہء معاش کو مستحکم کر رہے تھے......اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اپنا مشکل ترین کام یعنی وکالت چھوڑ کر باقی ماندہ زندگی کسی انسانی فلاحی ادارے میں گزار دے گی۔ ملک میں ہر وقت سول وار کی افواہیں گردش کر رہی تھیں لیکن ''میری'' کو اس پر یقین نہیں تھا۔ یہ ناممکن تھا کہ بیسویں صدی کے اختتام پر یورپ والے اپنے گیٹ کے سامنے کسی جنگ کی اجازت دیں گے۔

دنیا کے دوسری طرف، بہرحال رنج والم کی کمی نہیں تھی۔ ان المیہ علاقوں میں ایک ''ال۔سلواڈور'' بھی تھا جہاں بھوک سے بلکتے بچے سڑکوں پر زندگی گزارنے کے لئے مجبور تھے اور بالآخر جسم فروشی کی طرف مائل ہوئے۔

''یہ انتہائی تکلیف دہ ہے۔'' اس نے اپنے شوہر سے کہا جو اس کی نشست کے برابر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے سر ہلا کر اقرار کیا۔

''میری'' نے فیصلے کو کافی دنوں سے چھپا رکھا تھا لیکن اب یہ مناسب لمحہ تھا کہ اس سے بات کرے۔ انہیں سب کچھ میسر تھا جو زندگی ممکن حد تک فراہم کر سکتی تھی۔ ایک گھر،

ذریعہء معاش، اچھے اور پیارے بچے، آرام و آسائش، دلچسپیاں اور تہذیب و ثقافت۔ دوسروں کے لئے کچھ کر کے تبدیلی کیوں نہیں لاتے؟ ریڈکراس سے ''میر ی'' کے رابطے تھے اور اس کے علم میں یہ بات تھی کہ دنیا کے بہت سے حصوں میں فلاحی کام کرنے والوں کی ضرورت ہے۔

وہ وکلاء کے کوٹ اور افسر شاہی کے ساتھ جدوجہد کرتے نڈھال ہو چکی تھی۔ وہ ایسے لوگوں کی مدد کی اہل نہیں تھی جنہوں نے کافی عرصہ ان مسائل کے حل کی کوشش میں گزار دیئے تھے جو ان کی وجہ سے نہیں پیدا ہوئے تھے۔ ریڈکراس کے ساتھ کام کر کے وہ بہر حال جلد نتائج کو جان سکے گی۔

اس نے سنیما سے چلتے ہوئے فیصلہ کیا کہ وہ اپنے شوہر کو کافی کی دعوت دے گی تا کہ اس خیال پر گفتگو کر سکے۔

جیسے ہی سلواڈورین حکومت کے اہلکار اسکرین پر نمودار ہوئے اور کچھ نئی ناانصافیوں کی بھونڈے پن سے معافی مانگی تو ''میر ی'' نے یکا یک محسوس کیا کہ اس کا دل زوروں سے دھڑک رہا ہے۔

اس نے خود سے کہا کہ یہ بہت معمولی بات ہے۔ شاید سنیما کے بے کیف ماحول کا اس پر اثر ہے اگر کیفیت اجازت دیتی تو وہ ہال سے باہر نکل کے تازہ ہوا میں سانس لیتی۔

لیکن واقعات کا اپنا ہی انداز ہوتا ہے۔ اس کے دل نے تیز تیز دھڑکنا شروع کر دیا۔ پھر وہ ٹھنڈے پسینے میں شرابور ہو گئی۔

وہ خوف محسوس کر رہی تھی پھر بھی فلم پر توجہ دینے کی سر توڑ کوشش کی، ہر قسم کے منفی خیالات کو نکال پھینکنے کی سعیء لاحاصل کی لیکن بالآخر جان گئی کہ وہ اسکرین پر ہونے والی باتوں کو مزید نہیں سمجھ سکے گی۔ ''میر ی'' تصاویر اور ٹائٹل کو دیکھ رہی تھی لیکن یہ آخر کون سی دنیا ہے، اس سے وہ ناواقف ہے۔

''میری طبیعت خراب ہو رہی ہے۔'' اس نے اپنے شوہر سے کہا۔

وہ اپنی بات کو اس وقت تک کہتی رہی جب تک ممکن تھا۔ کیونکہ اس کا مطلب یہ تھا کہ کوئی نہ کوئی گڑ بڑ ہے لیکن وہ زیادہ دیر تک یہ نہ کہہ سکی۔

''چلو باہر چلتے ہیں۔'' شوہر نے کہا۔

اس نے جب اپنی بیوی کو پیروں پر کھڑا کرنے کے لئے اس کا ہاتھ پکڑا تو جانا کہ وہ برف کی طرح سرد ہے۔

''میرے خیال سے میں اتنی دور نہیں جا سکتی۔ برائے مہربانی بتاؤ کہ مجھے کیا ہو رہا ہے۔''

اس کا شوہر بھی خوفزدہ تھا۔ ''میری'' کا چہرہ پسینے سے تر تھا اور اس کی آنکھوں میں انجانی سی چمک تھی۔

''پُر سکون رہو۔ میں باہر جا کے ڈاکٹر لے آتا ہوں۔''

وہ مایوسی کا شکار تھی۔ شوہر نے جو کچھ کہا وہ یقیناً سمجھداری تھی لیکن ہر چیز...... سنیما، نیم تاریکی، پہلو بہ پہلو بیٹھے ہوئے لوگ سب کے سب روشن اسکرین پر نظریں جمائے ہوئے تھے۔ یہ سب کچھ دھمکی لگ رہی تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہ زندہ ہے۔ وہ اپنے اردگرد موجود زندگی کو چھو سکتی ہے جیسے وہ کوئی ٹھوس چیز ہو۔ ایسا اس کے ساتھ پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔

''مجھے یہیں تنہا چھوڑ دو۔ میں اٹھ کر تمہارے ساتھ چلوں گی، لیکن آہستگی کے ساتھ۔''

دونوں نے اپنی قطار میں موجود لوگوں سے معذرت چاہی اور باہر نکلنے والے دروازے کی طرف بڑھنے لگے جو سنیما کے پشت پر کھلتا ہے۔ ''میری'' کا دل تیزی کے ساتھ دھڑک رہا تھا اور اسے کامل یقین تھا کہ وہ اس جگہ سے نہیں نکل پائے گی۔ اس نے جو کچھ کیا، جسم کے اعضاء کا معنی خیز اشارہ...... ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں کے سامنے رکھنا، معاف کیجئے کہنا۔ اپنے شوہر کا ہاتھ پکڑے ہوئے، سانس کو اندر باہر لیتے ہوئے...... سب

کچھ جیسے شعوری اور عمداً تھا۔

اس نے اپنی زندگی میں کبھی اتنا خوف محسوس نہیں کیا تھا۔

''میں یہیں، اسی سنیما میں مرنے والی ہوں۔''

اور وہ جانتی تھی کہ اسے کیا ہو رہا ہے۔ کیونکہ کچھ عرصے پہلے اس کی دوست بھی دماغی شریان پھٹنے کے باعث سنیما کے اندر ہی مر چکی تھی۔

دماغی Aneurisms ٹائم بم جیسے ہوتے ہیں۔ چھوٹی پھولی ہوئی نسیں شریان سے ملحق ہوتی ہیں...... جیسی کہ پرانے ٹائروں میں...... اور وہ پوری زندگی رہتی ہیں، اس کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔ کسی کو نہیں معلوم ہوتا کہ ان کے اندر Aneurism ہے یا نہیں ہے۔ وہ حادثاتی طور پر ہی دریافت ہوتا ہے۔ مثلاً کسی دوسری وجہ سے اگر دماغ کا اسکین (دماغی معائنہ) کیا جائے یا اس وقت جب وہ پھٹ جائے اور ہر چیز خون کے سیلاب میں بہنے لگے اور آدمی فوراً ہی کومے میں چلا جائے۔ عام طور پر اس کے فوراً ہی بعد موت واقع ہو جاتی ہے۔

وہ جب سنیما کی اندھیری نشستوں کے درمیان سے گزر رہی تھی تو ''میری'' کو اپنی مرحومہ دوست یاد آئی۔ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ Aneurisms کے پھٹنے کا اثر اس کے وجدان پر تھا۔ اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کسی دوسرے سیارے پر منتقل ہو رہی ہو۔ ہر مانوس چیز کو اس طرح دیکھتی ہوئی جیسے پہلی بار دیکھ رہی ہو۔

پھر شدید خوف، ناقابل توضیح اذیت، بے پناہ دہشت کہ وہ اس دوسرے سیارے میں تنہا تھی۔ موت۔

''مجھے سوچنا نہیں چاہئے۔ میں تصور کروں گی کہ سب کچھ ٹھیک ہے، اس طرح سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

اس نے قدرتی انداز اختیار کرنے کی کوشش کی اور پھر چند سیکنڈ کے اندر اس کے دماغ کی عجیب وغریب کیفیت کم ہو گئی۔ دو منٹ جو دل کی دھڑکن اور شوہر کے ساتھ باہر نکلنے

والے دروازے کے درمیان پیدا ہوئی تھی وہ اس کی زندگی کے خوفناک ترین منٹ تھے۔

جب وہ نکل کے برآمدے میں پہنچے تو لگا جیسے سب کچھ دوبارہ شروع ہو گیا ہو۔ سارے رنگ چکا چوند کر دینے والے، سڑک سے آتی ہوئی آوازیں لگتا ہے کہ اس پر چاروں طرف سے حملہ آور ہو رہی ہیں، اور ہر چیز یکسر غیر حقیقی۔ اس نے پہلی بار خاص باتوں پر غور کرنا شروع کر دیا، مثلاً ذہنی بصارت کا اجلا پن جو اس وقت چھوٹے سے علاقے کا احاطہ کرتی ہے جب ہم کسی چیز کو غور سے دیکھتے ہیں اور باقی جگہ نظروں میں نہیں سماتی۔

ابھی مزید تھا۔ وہ جانتی ہے کہ اس کے گرد ہر چیز جسے وہ دیکھ سکتی تھی وہ دماغ کی برقی رَو کا پیدا کردہ منظر ہے جو جیلی جیسے عضو سے گزرتی ہے جسے آنکھ کہتے ہیں۔

نہیں۔ اسے سوچنا نہیں چاہئے۔ اس طرح پاگل پن پیدا ہو جائے گا۔

اس وقت تک Aneurisms کے متعلق اس کا خوف جاتا رہا۔ وہ خود کو کوشش کے بعد سنیما سے باہر نکالنے کے قابل ہوئی اور ابھی تک زندہ تھی۔ جبکہ اس کی دوست جو مری تھی اسے اپنی سیٹ کو چھوڑنے کی مہلت نہیں ملی تھی۔

''میں ایمبولینس منگواؤں گا۔'' اس کے شوہر نے اپنی بیوی کی اڑی ہوئی رنگت اور خون سے خالی ہونٹوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''ایک ٹیکسی بلوا لو۔'' اس نے اپنے منہ سے نکلتی ہوئی آواز اور تھرتھراہٹ کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔

اسپتال جانے کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ واقعی شدید بیمار ہے جبکہ ''میری'' نے فیصلہ کر رکھا تھا کہ وہ اپنی کوششوں سے ٹھیک ہو کر نارمل پوزیشن میں آئے گی۔

وہ سنیما کے برآمدے سے نکلے اور یخ بستہ ہواؤں سے لگا کہ اس کا اچھا اثر ہوا ہے۔ میری نے اپنے اوپر قابو پاتے ہوئے بہتری محسوس کی حالانکہ اب بھی خوف و دہشت کی محسوسات بدستور قائم تھیں۔ وہ فٹ پاتھ کے کنارے بیٹھ گئی اور کوشش کرنے لگی کہ اپنے

اردگرد نہ دیکھے۔لڑکے کھیل رہے ہیں، بسیں گزر رہی ہیں، کہیں قریب سے موسیقی کی آتی ہوئی آوازیں سنائی دے رہی ہیں۔لگتا تھا کہ سب کچھ عجیب، خوفزدہ کرنے والی نامانوس چیزیں ہیں۔

بالآخر ایک ٹیکسی دکھائی دی۔

''اسپتال چلنا ہے۔''شوہر نے اپنی بیوی کو اندر آنے میں مدد دیتے ہوئے کہا۔

''بس گھر چلو۔''اس نے جواب دیا، وہ کوئی دوسری جگہ نہیں جانا چاہتی تھی وہ مایوسی کی کیفیت میں مانوس اور عام سی جگہ جانا چاہتی تھی جو شاید اس کے خوف و دہشت کے احساس کو کم کر سکے۔

ابھی ٹیکسی ان کے گھر کے راستے میں ہی تھی کہ اس کے دل کی دھڑکن میں کمی واقع ہوگئی اور حرارتِ عزیزی بھی نارمل ہوگئی۔

''اب میں نے محسوس کرنا شروع کر دیا ہے۔''اس نے اپنے شوہر سے کہا۔''یہ سب کچھ کوئی چیز کھانے کی وجہ سے ہوا ہے۔''

جب وہ گھر پہنچ گئے تو ہر چیز ایسی لگی جیسی کہ وہ اپنے بچپن سے دیکھتی آئی تھی۔اس نے دیکھا کہ اس کا شوہر فون کی طرف بڑھ رہا ہے تو اس نے پوچھا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔

''میں ڈاکٹر بلانے کے لئے جا رہا ہوں۔''

''اس کی ضرورت نہیں ہے۔مجھے دیکھو، میں بالکل ٹھیک ہوں۔''

اس کے گالوں کی رنگت بحال ہوگئی، دل کی دھڑکن نارمل ہوگئی اور خوف و دہشت جاتا رہا۔

''میری''اس رات گہری نیند سوئی اور جب اٹھی تو اسے یقین تھا کہ کل سنیما جانے سے قبل کسی نے اسے کافی میں نشہ آور چیز پلا دی تھی۔یہ ایک خطرناک شرارت تھی۔وہ ذہنی طور پر تیار تھی کہ سہ پہر کے بعد وہ کسی وکیل کو بلا کر اس کے ساتھ بار جائے گی اور اس حرکت

کے ذمہ دار شخص کو تلاش کرنے کی کوشش کرے گی۔

وہ اپنا کام کرنے لگی، بہت سے قانونی کیسوں کا مطالعہ کرنے اور دیگر کاموں میں خود کو مشغول رکھنے کی کوشش کرنے لگی۔ گزشتہ دن کے تجربے نے خوف و دہشت کی باقیات چھوڑ رکھی تھیں۔ وہ خود کو یقین دلانا چاہتی تھی کہ اب آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔

اس نے سلوا ڈور پر بنی ہوئی فلم کے متعلق اپنی ایک ساتھی سے بات کی اور دورانِ گفتگو کہا کہ میں ہر دن ایک ہی کام کرنے سے تنگ آ چکی ہوں۔

''شاید یہ وقت ہے جب مجھے ریٹائر ہو جانا چاہئے۔''

''تم ایک بہت ہی اچھی وکیل ہو جسے ہم نے پایا ہے۔'' اس کی ساتھی نے کہا۔ ''اس کے علاوہ وکالت ایک ایسا پیشہ ہے جس میں عمر موافقت کرتی ہے۔ اس کے بجائے لمبی چھٹیاں کیوں نہیں کر لیتیں؟ مجھے یقین ہے کہ تم نئے دم خم کے بغیر واپس نہیں آ ؤ گی۔''

''میں اپنی زندگی کے ساتھ کچھ قطعی مختلف کرنا چاہتی ہوں۔ میں ایک غیر معمولی کردار ادا کرنا چاہتی ہوں، لوگوں کی مدد کرنا، کچھ ایسا کرنا جو میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں کیا۔''

یہاں گفتگو ختم ہو گئی۔ وہ چوراہے پر ایک اعلیٰ ریسٹورنٹ پر گئی جہاں عام طور پر نہیں جاتی تھی، دوپہر کا کھانا کھایا اور جلد ہی آفس آ گئی۔ یہ لمحہ اس کے خمار کے اختتام کا تھا۔

دوسرے تمام ملازمین ابھی تک واپس نہیں آئے تھے۔ ''میری'' کے لئے یہ اچھا موقع تھا کہ وہ اپنی ڈسک پر موجود فائلوں کو دیکھ لے، اس نے دراز کھولی تا کہ پنسل نکالے۔ وہ اپنی پنسل ہمیشہ اسی جگہ رکھا کرتی تھی لیکن وہ نہیں ملی۔ ایک ہی لمحے میں اسے محسوس ہوا کہ اس کا پنسل کو اپنی جگہ نہ رکھنا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ اس کا طرزِ عمل شاید مناسب نہیں تھا۔

اتنا بہت تھا، اس کے دل نے دوبارہ دھڑکنا شروع کر دیا اور گزشتہ شب کی دہشت اپنی پوری شدت کے ساتھ لوٹ آئی۔

''میری'' منجمد ہو کر رہ گئی۔ دروازے سے دھوپ اندر آ رہی تھی، ہر چیز کی اس کے

خلاف جارحیت بڑھ گئی لیکن اس کی محسوسات دوبارہ یہ تھیں کہ وہ کسی بھی منٹ کے اندر
مرنے والی ہے۔ یہ حیرت انگیز بات تھی کہ وہ آفس میں کیا کر رہی تھی؟

''اے خدا میں تجھے نہیں مانتی لیکن تو میری مدد کر۔''

وہ دوبارہ سرد پسینے میں ڈوب گئی اور اس کی سمجھ میں یہ بات آئی کہ وہ اپنی دہشت پر
قابو پانے کی اہل نہیں ہے۔ اگر اس وقت کوئی شخص اندر آتا تو اس کی خوفزدہ آنکھوں کو دیکھ
کر گھبرا جاتا اور وہ ختم ہو جاتی۔

''سرد ہوائیں۔''

گزشتہ شب سرد ہوا سے اسے افاقہ ہوا تھا لیکن وہ سڑک تک جائے کیسے؟ ایک بار پھر
اپنی کیفیت کی تفصیلات اسے یاد آ رہی تھیں...... اس کا تیز تیز سانس لینا (ایسے لمحات جب
اس نے محسوس کیا کہ اگر وہ خصوصی کوشش اور جدوجہد کے ساتھ سانس کو اندر باہر نہ کرتی تو
اس کا جسم ایسا کرنے کا اہل نہ ہوتا اس کے سر کی حرکات (تصاویر ایک دوسرے سے سبقت
لیجا رہی تھیں جیسے اس کے اندر کوئی ٹیلی ویژن کیمرہ گردش کر رہا ہو) اس کے دل کی دھڑکن
بڑھی اور بڑھتی رہی، اس کا پورا جسم ٹھنڈے پسینے میں شرابور ہو گیا۔

پھر دہشت، اور کچھ کرنے سے تکلیف دہ اور ناقابل توضیح خوف، ایک قدم اٹھانے
یہاں تک کہ اس کرسی سے اٹھنے میں جس پر وہ بیٹھی ہوئی تھی۔

''یہ کیفیت ختم ہو جائے گی۔''

گزشتہ وقت یہ ختم ہو گئی تھی لیکن اس وقت وہ کام کر رہی تھی، وہ کیا کر سکتی ہے؟ اس
نے گھڑی کو دیکھا، اسے لگا جیسے وہ ایک فضول سی مشین ہے۔ دو سوئیاں ایک ہی مرکز پر گھوم
کے وقت کا تعین کر رہی ہیں، کسی نے یہ نہیں بتایا کہ بارہ کیوں اور دس کیوں نہیں جیسے کہ
دوسرے پیمانے ہوتے ہیں؟

''مجھے یہ سب باتیں نہیں سوچنی چاہئیں، یہ مجھے دیوانہ کر دیں گی۔''

دیوانگی۔شاید اس کی کیفیت کو الفاظ میں اسی طرح بیان کیا جا سکتا ہے۔اپنی تمام تر قوت ارادی کو مجتمع کرتے ہوئے وہ اپنے پیروں پر کھڑی ہوئی اور واش روم کی طرف جانب بڑھنے لگی۔خوش قسمتی سے آفس ابھی تک خالی تھا اور ایک منٹ کے اندر جو صدیوں جیسا طویل تھا وہ کسی نہ کسی طرح وہاں تک پہنچ گئی۔اس نے اپنے چہرے پر بار بار پانی ڈالا تو انجانا احساس کم ہونے لگا لیکن خوف ودہشت برقرار رہا۔

''یہ کیفیت ختم ہو جائے گی۔''اس نے خود سے کہا۔''گزشتہ کل ایسا ہو چکا ہے۔''

اسے کل کی باتیں یاد تھیں۔سب کچھ تیس منٹ میں ختم ہو گیا تھا۔اس نے خود کو ایک واش روم میں مقفل کر لیا۔ایک ٹوائلٹ سیٹ پر بیٹھ گئی اور اپنے سر کو گھٹنوں کے درمیان رکھ لیا۔اس پوزیشن میں بہر حال اس کے دل کی دھڑکن کی آواز بڑی لگنے لگی چنانچہ''میری'' فوراً ہی بیٹھ گئی۔

''یہ کیفیت جاتی رہے گی۔''

وہ وہیں رکی رہی، یہ سوچتے ہوئے کہ وہ نہیں جانتی کہ وہ کون ہے، وہ مایوسی میں ختم ہو گئی تھی۔وہ ٹوائلٹ میں لوگوں کے آنے اور جانے کی آوازیں سن رہی تھی۔پانی کے نل کھل اور بند ہو رہے تھے۔عام موضوعات پر عام سی باتیں ہو رہی تھیں۔کسی نے ایک سے زیادہ بار ٹوائلٹ کا دروازہ کھولنے کی کوشش کی جہاں وہ بیٹھی ہوئی تھی لیکن اس نے منمناہٹ کے ساتھ کچھ کہا جو شاید کوئی نہ سمجھ سکا۔ٹوائلٹ فلش کرنے کی آواز ہولناک لگ رہی تھی جس میں اتنی قوت ہو کہ وہ پوری عمارت اور ہر چیز کو بہا لیجائے۔

لیکن جیسا کہ وہ سمجھ رہی تھی، خوف جاتا رہا اور اس کے دل کی دھڑکن حسب معمول بحال ہو گئی۔لیکن اس کی سکریٹری اتنی نااہل تھی کہ اس نے اس کی غیر حاضری کا نوٹس تک نہیں لیا۔ورنہ پورا دفتر ٹوائلٹ میں آ کر اس کی خیریت پوچھ رہا ہوتا۔

اس نے جب یہ دیکھا کہ اپنے اوپر قابو پا لیا ہے تو''میری'' نے ٹوائلٹ کا دروازہ

کھول دیا اور دوبارہ اپنے منہ پر دیر تک پانی ڈالتی رہی اس کے بعد واپس آفس آ گئی۔

''تم نے کسی قسم کا میک اپ نہیں کیا۔'' ایک ٹرینی نے کہا۔ ''کیا میں کوئی چیز دوں؟''

''میری'' نے جواب دینے کی زحمت گوارا نہیں کی، وہ اپنے آفس کے اندر چلی گئی۔ اپنا بیگ اور ذاتی اشیاء اٹھائیں، اور اپنی سکریٹری سے کہا کہ وہ آج کا پورا دن گھر پر گزارے گی۔

''لیکن آج بہت سے لوگوں سے ملاقات طے ہے۔'' سکریٹری نے احتجاج کیا۔

''تم حکم نہ دو، صرف سنو۔ جیسا میں کہتی ہوں وہ کرو۔ تمام اپوائنٹمنٹ منسوخ کر دو۔''

سکریٹری نے اس عورت کو غور سے دیکھا جس کے ساتھ وہ قریب قریب تین برسوں سے کام کر رہی تھی اور جس نے آج تک کبھی اتنی بے رحمی سے بات نہیں کی تھی۔ کوئی انتہائی خاص بات ہو سکتی ہے، شاید کسی نے اسے بتایا ہو کہ اس کا شوہر اپنی محبوبہ کے ساتھ گھر پر ہے اور وہ انہیں رنگے ہاتھوں پکڑنا چاہتی ہے۔

''وہ ایک اچھی قانون داں ہے، وہ جانتی ہے کہ وہ کیا کر رہی ہے۔'' لڑکی نے خود سے کہا۔ اس میں شبہ نہیں کہ وہ کل آ کر اس سے معذرت کرے گی۔

آئندہ کل کبھی نہیں آتا۔ اس رات ''میری'' نے اپنے شوہر سے طویل گفتگو کی اور مرض کی علامات بتائیں جو اس کے تجربے میں آئی تھیں۔ اس کے ساتھ یہ نتیجہ اخذ کیا کہ حرکتِ قلب کا بڑھنا، ٹھنڈا پسینہ، اپنی جگہ سے اکھڑ جانے کا احساس، معذوری، کچھ کرنے میں کنٹرول نہ ہونے کا احساس، ان سب کو ایک لفظ میں بیان کیا جا سکتا ہے یعنی خوف و دہشت۔ میاں بیوی دونوں غور کرتے رہے کہ کیا ہو رہا ہے۔ شوہر نے سوچا کہ ممکن ہے یہ دماغ کا ٹیومر ہو لیکن اس نے کہا کچھ بھی نہیں۔ بیوی نے سوچا کہ شاید کسی خوفناک واقعے کی پیش آگاہی ہے لیکن اس نے بھی کچھ نہیں کہا۔ دونوں کوشش کرتے رہے کہ گفتگو کے لئے کوئی متفقہ موضوع ملے جیسے منطقی، معقول، پختہ کار لوگ۔

''بہتر ہے تم پہلے چند ٹیسٹ کرالو۔''

''میری'' اس شرط پر راضی ہوگئی کہ کسی دوسرے یہاں تک کہ اس کے بچوں کو بھی اس کی خبر نہ ہو۔

دوسرے دن اس کی درخواست پر تیس دن کی بغیر تنخواہ کی چھٹی منظور ہوگئی۔ اس کے شوہر کا خیال تھا کہ وہ اسے آسٹریا لیجائے دماغ کے بہت سے ماہرین تھے لیکن اس نے گھر چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ بیماری کا حملہ تواتر کے ساتھ جاری رہا اور اس کا دورانیہ بھی بڑھ گیا۔

انتہائی دشواری کے ساتھ، میری کو پُرسکون رکھنے کی دوائیں دی گئیں۔ ان میں سے دو نے لبیانا اسپتال لے جانے کا انتظام کیا جہاں ''میری'' کے بے شمار ٹیسٹ ہوئے لیکن کوئی غیر معمولی چیز نہیں ملی یہاں تک کہ Aneurism بھی نہیں۔

بہر حال دہشت کا حملہ ہوتا رہا۔ اس دوران اس کا شوہر سودا سلف لاتا اور کھانا پکاتا رہا۔ ''میری'' اپنی کیفیت پر غور کرتے ہوئے گھر کی صفائی ستھرائی کرتی رہی تاکہ اس کا ذہن دوسری چیزوں میں لگا رہے۔ اسے جتنی بھی میسر ہو سکی نفسیاتی کتابوں کا مطالعہ کرتی رہی، صرف اس لئے کہ وہ خود کو محفوظ رکھ سکے کیونکہ لگتا تھا جیسے اس نے اپنی مایوسیوں کو پہچان لیا ہے جو تمام بیماریوں میں بیان ہوئی ہیں۔

خراب ترین صورت حال یہ تھی کہ اس پر بیماری کا حملہ کوئی نئی بات نہیں رہ گئی تھی، وہ اب بھی شدید خوف اور حقیقت سے بیگانگی کا احساس رکھتی تھی، خود پر قابو نہ رکھنے کا احساس مزید یہ کہ وہ شوہر کے سامنے خود کو مجرم سمجھنے لگی تھی جو بیچارہ اپنے کام کے علاوہ گھر کے دوسرے کام کاج، بشمول صفائی ستھرائی انجام دینے لگا تھا۔

وقت گزرتا رہا اور صورت حال جوں کی توں رہی، ''میری'' نے شدید چڑچڑاہٹ کو نہ صرف محسوس بلکہ اس کا اظہار بھی کرنا شروع کر دیا۔ ذرا ذرا سی بات پر اس کو غصہ آنے لگتا

اور وہ چیخنے چلانے لگتی پھر ہسٹیر یائی انداز میں سسکیاں لے کر رونے لگتی۔

تیس دن گزرنے کے بعد اس کی چھٹیاں ختم ہو گئیں۔ ''میری'' کا ایک ساتھی اس کے گھر آیا۔ وہ ہر دن فون کرتا رہا تھا لیکن وہ کوئی بات کرنے کی بجائے اپنے شوہر سے کہتی کہ کہہ دو وہ مصروف ہے۔ اس سہ پہر وہ کھڑا اطلاعی گھنٹی بجاتا رہا یہاں تک کہ اس نے دروازہ کھول دیا۔

''میری'' نے ایک خاموش صبح گزار رکھی تھی چنانچہ اس نے چائے بنائی اور وہ دونوں بیٹھے دفتر کی باتیں کرتے رہے۔ پھر اس نے ''میری'' سے پوچھا کہ وہ اپنے کام پر کب واپس آئے گی۔

''کبھی نہیں۔''

اسے ''سلواڈور'' کے متعلق ہونے والی باتیں یاد آئیں۔

''تم نے ہمیشہ سخت محنت سے کام کیا اور تمہیں یہ حق حاصل ہے کہ وہ کرو جو کرنا چاہتی ہو۔'' اس نے بغیر کسی ناراضگی کے کہا۔ ''لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ایسی صورتوں میں مصروفیت ہی سب سے اچھا علاج ہوتا ہے۔ کچھ سفر کرو، دنیا دیکھو، وہاں جاؤ جہاں تم خود کو کارآمد اور مفید سمجھتی ہو۔ لیکن دفتر کے دروازے تمہارے لئے کھلے ہیں تمہاری واپسی کے انتظار میں۔''

یہ سننے کے بعد ''میری'' زاروقطار رونے لگی جو کبھی کبھی ہی کرتی تھی۔

اس کا ساتھی منتظر رہا کہ وہ پُرسکون ہو جائے۔ ایک اچھے وکیل کی طرح اس نے کوئی بات نہیں پوچھی۔ وہ جانتا تھا کہ اس کی خاموشی کے جواب کے اور بھی مواقع ہیں بجائے اس کے کہ کوئی سوال کیا جائے۔

''میری'' نے اسے پوری کہانی سنائی، سنیما میں ہونے والے واقعات سے لے کر ہسٹیر یائی حملے اور شوہر کے حسن سلوک تک جس نے اس کی کافی مدد کی تھی۔

''میں پاگل ہوں۔'' اس نے کہا۔

''ممکن ہے۔ اس نے سب کچھ سمجھتے ہوئے کہا لیکن لب و لہجے میں انتہائی نرمی اور گداز کے ساتھ۔'' اس صورت حال میں تمہارے پاس دو ترجیحات ہیں، یا تو تم اپنا علاج کراؤ یا پھر اسی طرح بیمار رہو۔''

''میں جو کچھ محسوس کرتی ہوں اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ میری ذہنی صلاحیتیں قائم ہیں لیکن میں پریشان ہوں کیونکہ یہ صورت حال ایک لمبے عرصے سے قائم ہے۔ مجھ میں ایسی کوئی علامت نہیں جو عام طور پر پاگل پن کہلاتی ہو۔ جیسے حقیقت سے روگردانی، لاتعلقی اور بے قابو لڑائی جھگڑا، صرف خوف و دہشت۔''

''یہی تو تمام پاگل لوگ کہتے ہیں کہ وہ مکمل طور پر نارمل ہیں۔''

وہ دونوں ہنسے اور ''میری'' نے کچھ مزید چائے بنائی۔ انہوں نے موسم پر گفتگو کی، سلووینیا کی کامیاب آزادی پر، یوگوسلاویہ اور کروشیا کے تناؤ پر۔ ''میری'' پورے دن ٹیلی ویژن دیکھا کرتی تھی اس لئے اسے پوری معلومات تھیں۔

جانے سے پہلے اس کے ساتھی نے اصل موضوع کو ایک بار پھر چھیڑا۔

''شہر کے اندر حال ہی میں ایک نیا اسپتال کھلا ہے۔'' اس نے کہا۔ ''بیرونی ممالک کے پیسوں سے جہاں اول درجے کا علاج ہوتا ہے۔''

''علاج، کس چیز کا علاج؟''

''ہم اسے عدم توازن کہہ سکتے ہیں، اور بہت زیادہ خوف کی وجہ یقیناً عدم توازن ہوسکتا ہے۔''

''میری'' نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس بارے میں غور کرے گی لیکن حقیقتاً کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ اس پر دوسرے مہینے بھی خوف کا حملہ ہوتا رہا۔ بالآخر اس کی سمجھ میں یہ بات آئی کہ نہ صرف اس کی ذاتی زندگی بلکہ شادی بھی اس مقام پر پہنچ گئی کہ ختم ہو کر رہ جائے۔ اس نے ایک دوسری تسکین بخش دوا کے متعلق پوچھا اور ساٹھ دنوں میں دوسری بار گھر سے نکلنے کی

متحمل ہوئی۔

اس نے ایک ٹیکسی پکڑی اور نئے اسپتال کا قصد کیا۔ راستے میں ڈرائیور نے پوچھا کہ آیا وہ کسی سے ملنے جارہی ہے۔

''لوگ کہتے ہیں یہ بہت آرام دہ ہے لیکن بظاہر ان کے پاس کچھ خبطی لوگ بھی ہیں اور علاج کا ایک حصہ بجلی کے جھٹکوں پر مشتمل ہوتا ہے۔''

''میں کسی سے ملاقات کرنے جارہی ہوں۔'' میر ی نے کہا۔

''میر ی'' کی دو ماہ پرانی بیماری پر ایک گھنٹے تک گفتگو ہوئی۔ اسپتال کا ڈائریکٹر ایک طویل قامت شخص تھا، جس کے بال رنگے ہوئے تھے اس نے ڈاکٹر آئیگر کی طرف سے جواب دیا کہ یہ محض ایک دہشت ہے۔ ایک نئی تسلیم شدہ نفسیاتی بیماری۔

''اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ کوئی نئی بیماری ہے۔'' اس نے وضاحت کی۔

ہوتا یہ ہے کہ جو لوگ اس بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں وہ اسے چھپاتے ہیں، انہیں ڈر ہوتا ہے کہ لوگ غلطی سے انہیں پاگل تصور کرلیں گے۔ حالانکہ یہ جسم میں محض کیمیکل کا عدم توازن ہوتا ہے جیسے کہ ڈپریشن میں ہوتا ہے۔

ڈاکٹر آئیگر نے نسخہ لکھا اور گھر جانے کی ہدایت کردی۔

''میں گھر واپس جانا نہیں چاہتی۔'' میر ی نے کہا۔ ''تم نے مجھ سے کہہ دیا لیکن میں خود میں اتنی ہمت نہیں پاتی کہ سڑک پر جاؤں۔ میری شادی شدہ زندگی جہنم بن چکی ہے اور میرا شوہر ان مہینوں میں میری دیکھ بھال کرنے کے بعد بحالی کے لئے وقت چاہتا ہے۔''

جیسا کہ ہمیشہ اس صورت حال میں ہوتا ہے...... کیونکہ شیئر ہولڈرز یہ چاہتے ہیں کہ اسپتال اپنی پوری استطاعت کے ساتھ چلتا رہے...... ڈاکٹر آئیگر نے اسے مریض کی حیثیت سے تسلیم کرلیا اور صاف صاف کہہ دیا کہ یہ ضروری نہیں ہے۔

''میر ی'' نے ضروری دوائیں لیں، اس کے ساتھ نفسیاتی علاج ہوا لہٰذا تمام علامات

جاتی رہیں۔

اس دوران اسپتال میں اس کے داخلے کی کہانی اس چھوٹے سے شہر لبیانا میں پھیل گئی۔اس کا ساتھی اور برسوں کا دوست جس کے ساتھ بہت سے خوشگوار لمحے گزرے تھے، ویلٹ میں اس سے ملاقات کے لئے آیا۔اس نے اس کی ہمت پر داد دی، لیکن پھر اپنے آنے کی وجہ بیان کی۔

''شاید تمہاری ریٹائرمنٹ کا یہ صحیح وقت ہے۔''

''میری'' جانتی تھی کہ ان الفاظ کے پیچھے کیا ہے۔کوئی بھی شخص اپنے معاملات کو ایک ایسے وکیل کے گوش گزار نہیں کیا کرتا جو دماغی مریض ہے۔

''تم نے کہا تھا کہ کام میں مشغولیت سب سے بڑا اعلاج ہے۔میں واپس آنا چاہتی ہوں چاہے مختصر عرصے کے لئے کیوں نہ ہو۔''

وہ تھوڑی دیر تک جواب کی منتظر رہی لیکن اس نے کچھ نہیں کہا۔''میری'' نے اپنی بات جاری رکھی۔

''تم وہ شخص ہو جس نے مشورہ دیا تھا کہ میں اپنا علاج کراؤں۔جب میں ریٹائرمنٹ کے متعلق سوچ رہی تھی اس وقت میرا خیال تھا کہ میں عروج پر رہتے ہوئے چھوڑوں، تکمیل کے بعد از خود فیصلے کے ساتھ۔میں اس طرح نہیں چھوڑنا چاہتی یعنی شکست خوردگی کے ساتھ۔کم از کم اتنا تو وقت دو کہ میں اپنی عزت و وقار کو واپس حاصل کرلوں پھر میں کہوں گی کہ ریٹائر کردو۔''

وکیل نے اپنا گلا صاف کیا۔

''میں نے علاج کرانے کا مشورہ دیا تھا۔اسپتال جانے کے متعلق کچھ نہیں کہا تھا۔''

''لیکن یہ زندگی کا سوال تھا، میں اتنی خوفزدہ تھی کہ سڑک پر نہیں جاسکتی تھی۔اس کے علاوہ میری شادی شدہ زندگی ختم ہونے کے قریب تھی۔''

''میر ی'' جانتی تھی کہ وہ اپنے الفاظ ضائع کر رہی ہے۔ وہ جو کچھ کہے گی اس کا اس کے اوپر کوئی اثر نہیں ہو گا۔ بالآخر یہ دفتر کی عزت و وقار کا مسئلہ تھا جو خطرے میں تھا۔ اس کے باوجود اس نے ایک دوسری کوشش کی۔

''یہاں اندر، میں دو طرح کے لوگوں کے ساتھ رہتی ہوں۔ وہ لوگ جن کے معاشرے میں واپسی کے کوئی امکانات نہیں اور وہ جو مکمل طور پر صحت یاب ہو چکے ہیں لیکن زندگی کی ذمہ داریاں پوری کرنے کی بجائے ظاہر یہ کرتے ہیں کہ جیسے وہ پاگل ہیں۔ میں پھر کچھ سیکھنا چاہتی ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ میں اپنے فیصلے خود کرنے کی اہلیت رکھتی ہوں۔ مجھے اس فیصلے کی طرف نہیں دھکیلا جا سکتا جو میرے نہ ہوں۔''

''ہم زندگی میں بہت سی غلطیاں کر سکتے ہیں سوائے ایسی غلطی کہ جو ہمیں تباہ کر دے۔'' اس کے ساتھی نے کہا۔

اب کوئی ایسا نقطہ نہیں رہ گیا تھا جس پر گفتگو کی جاتی۔ اس کے خیال سے ''میر ی'' نے بہت بڑی غلطی کا ارتکاب کیا تھا۔

دو دنوں بعد، ایک دوسرا وکیل ''میر ی'' سے ملنے آیا۔ اس بار ایک دوسری جگہ کا۔ اس کے ساتھی وکیل کا مد مقابل رقیب میر ی خوش ہو گئی۔ شاید اسے معلوم ہو گیا کہ ''میر ی'' نئی ذمہ داریوں کے لئے آزاد ہو چکی ہے اور یہ ایک ایسا موقع تھا کہ وہ دنیا میں دوبارہ اپنی جگہ بنا سکے۔

وکیل ملاقاتی کمرے میں داخل ہوا، اس کے بالمقابل بیٹھا، مسکرایا اور پوچھا کہ آیا وہ بہتر محسوس کر رہی ہے پھر اپنے بریف کیس سے مختلف قسم کے کاغذات نکالے۔

''میں تمہارے شوہر کی درخواست پر یہاں آیا ہوں۔'' اس نے کہا۔

''یہ طلاق کی ایک درخواست ہے۔ بہر حال تم جب تک یہاں رہو گی وہ اسپتال کے بلز ادا کرتا رہے گا۔''

اس بار ''میری'' نے بحث کی کوشش نہیں کی۔ اس نے ہر کاغذ پر دستخط کر دیئے۔ حالانکہ اسے قوانین کا علم تھا کہ جس کے تحت وہ اس معاملے کو طول دے سکتی تھی۔ پھر وہ فوراً ہی ڈاکٹر آئیگر کے پاس پہنچی اور بتایا کہ اس کے مرض کی علامات دوبارہ عود کر آئی ہیں۔ ڈاکٹر آئیگر جانتا تھا کہ وہ جھوٹ بول رہی ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس نے اس کی نظر بندی کو غیر معینہ مدت تک کے لئے بڑھا دیا۔

☆☆☆

18

ویرونیکا نے بستر پر جانے کا فیصلہ کیا لیکن ایڈورڈ ابھی تک پیانو کے قریب کھڑا تھا۔

''میں تھک چکی ہوں ایڈورڈ، میں سونا چاہتی ہوں۔''

وہ چاہے گی کہ اس کے لئے پیانو بجاتی رہے۔ اپنے اندر انتھیسیا کے خمار سے ساری موسیقی نکالتے ہوئے، نرم، ملائم موسیقی جسے وہ جانتی ہے۔ کیونکہ وہ بغیر کچھ کہے اسے سراہتا ہے۔ لیکن اس کا جسم اب اس بات کا متحمل نہیں ہوسکتا۔

وہ دیکھنے میں بہت اچھا تھا۔ اگر وہ اپنی دنیا سے ایک قدم باہر نکال کر اسے ایک عورت سمجھ کر دیکھے تو اس کی اس دنیا میں آخری رات پوری زندگی سے زیادہ خوبصورت ہو سکتی ہے۔ ایڈورڈ واحد شخص تھا جو ویرونیکا کو آرٹسٹ تسلیم کرنے کا اہل تھا۔ سوناٹا (ایک موسیقی) کے خالص جذبات کے ساتھ وہ ڈوری سے بندھی اس کی طرف بڑھی تھی جیسا کہ اس نے پہلے کسی دوسرے کے ساتھ نہیں کیا تھا۔

ایڈورڈ ایک آئیڈیل شخص تھا، حساس، پڑھا لکھا، ایک ایسا شخص جس نے اس ادنیٰ سی دنیا کو تہہ و بالا کر دیا تا کہ اپنے ذہن میں دوبارہ تعمیر کر سکے۔ اس بار نئے رنگوں، نئے کرداروں نئی کہانیوں کے ساتھ اور یہ نئی دنیا ایک عورت، ایک پیانو اور ایک چاند کے ساتھ پھلتی پھولتی رہے۔

''میں اسی لمحے تمہاری محبت میں گرفتار ہو کر اپنی ہر چیز جو میرے پاس ہے تمہیں دے

سکتی ہوں۔'' ویرونیکا نے یہ جانتے ہوئے کہ وہ نہیں سمجھ سکتا، کہا۔ ''تم مجھ سے معمولی سی موسیقی کے طلبگار رہو لیکن میں بہت کچھ ہوں جس کے متعلق میں نے کبھی سوچا تک نہیں تھا اور میں دوسری چیزوں کو تم سے شیئر کرنا چاہوں گی، جنہیں میں نے اب سمجھنا شروع کیا ہے۔

ایڈورڈ مسکرایا۔ کیا وہ سمجھ گیا؟ ویرونیکا خوفزدہ ہو گئی کیونکہ اچھے طرزِ عمل کے متعلق ہدایات یہ ہیں کہ محبت کے متعلق یوں براہ راست گفتگو نہیں کرنی چاہئے، اور ایسے مردوں سے قطعی نہیں جنہیں تم کم ہی کم جانتی ہو۔ لیکن اس نے فیصلہ کیا کہ وہ کرتی رہے گی کیونکہ اس کے پاس گنوانے کے لئے کچھ نہیں ہے۔

''تم دنیا میں واحد شخص ہو ایڈورڈ جس سے میں محبت کر سکتی ہوں اور اس کی وجہ ہے کہ میرے مرنے کے بعد تم مجھے یاد رکھو گے۔ مجھے نہیں معلوم کہ نفسیاتی عارضے والے کیا محسوس کرتے ہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ کسی کو نہیں بھولتے۔''

''شروع یوں کرو کہ آج کے بعد موسیقی کی کوئی شب نہیں ہوگی۔ لیکن چاند یونہی نکلتا رہے گا کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو تمہارے لئے موسیقی بجانے کی خواہش رکھیں گے، خاص طور سے ایک اسپتال میں، جہاں ہم میں سے ہر ایک شخص ''مجنون'' ہے۔''

وہ اس بات سے ٹھیک طرح واقف نہیں تھی کہ پاگل لوگوں اور چاند میں کیسا رشتہ ہے۔ لیکن یہ ایک مضبوط رشتہ ضرور ہے۔

''میں بھی تمہیں نہیں بھولوں گی، ایڈورڈ۔ کیونکہ میں مر چکی ہوں گی اور یہاں سے بہت دور ہوں گی چونکہ میں تمہیں چھوڑنے سے نہیں ڈرتی اس لئے مجھے پروا بھی نہیں ہے کہ تم مجھے کیا سمجھتے ہو یا نہیں سمجھتے۔ آج شب میں نے ایک محبت کرنے والی عورت کی طرح موسیقی بجائی ہے۔ میری پوری زندگی کا یہ بہترین لمحہ تھا۔''

اس نے باغ میں بیٹھی ہوئی ''میری'' کو دیکھا۔ اسے اس کے الفاظ یاد تھے، اور پھر اس نے اس شخص پر نظر ڈالی جو اس کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔

ویرونیکا نے اپنا سوئٹر اٹھایا اور ایڈورڈ کے قریب ہوگئی۔ اگر وہ کچھ کرنا چاہتی تھی تو اسی گھڑی کر دے۔ ''میری'' صرف اسی وقت اندر آئے گی جب اسے سردی ستانے لگے گی۔

وہ تھوڑا سا پیچھے ہوگیا۔ اس کی آنکھوں میں یہ سوال تھا کہ تم دوبارہ کب پیانو بجاؤ گی؟ وہ موسیقی کے نئے راگ کب چھیڑے گی جو اس کی روح کو اسی رنگ میں رنگ دے اور پاگل موسیقاروں کا درد، ابتلا اور خوشیاں بھر دے جو اپنے کام سے نسلوں کو متاثر کرتے ہیں؟

''باہر موجود عورت نے مجھ سے کہا تھا کہ میں جنسی حظ اٹھاؤں اور بہت دور چلی جاؤں۔ کیا میں واقعی اتنی دور جا سکتی ہوں جہاں آج تک نہیں گئی؟''

اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور اسے صوفے تک لیجانا چاہا لیکن ایڈورڈ نے نرمی سے انکار کر دیا۔ اس نے جہاں کھڑا تھا وہیں رہنے کو ترجیح دی۔ جبکہ پیانو منتظر تھا کہ وہ اسے دوبارہ بجائے۔

ویرونیکا پہلے تو بے کل ہوئی پھر سوچا کہ اس کے پاس ضائع کرنے کے لئے کچھ نہیں ہے۔ وہ تو مر چکی تھی۔ اب کیا بات رہ گئی تھی کہ وہ اپنے خوف کو بالے پوسے یا پہلے سے قائم کی ہوئی رائے جس نے اس کی زندگی کو محدود کر دیا تھا؟ اب وہ اُس کے سامنے برہنہ کھڑی ہوگئی۔

ایڈورڈ ہنسنے لگا۔ ویرونیکا کو ہنسنے کی وجہ نہیں معلوم تھی۔ اس نے صرف یہ خیال کیا کہ وہ ہنسا ہے۔ اس لئے نفاست کے ساتھ اس کا ہاتھ پکڑا اور اپنے جسم پر رکھ دیا۔ ایڈورڈ کا ہاتھ بلاحرکت وہیں پڑا رہا۔ ویرونیکا نے اس خیال کو رَد کرتے ہوئے اس کا ہاتھ ہٹا دیا۔

جسمانی قربت سے زیادہ کوئی اور چیز اس کے جذبات بھڑکا رہی تھی۔ یہ حقیقت کہ وہ جو کچھ چاہتی ہے کر سکتی ہے، اس کی کوئی حد نہیں تھی۔ اس عورت کے سوا جو باہر بیٹھی ہوئی ہے کسی بھی لمحے اندر آ سکتی ہے کوئی دوسرا خواب غفلت سے بیدار نہیں ہوگا۔

اس کی رگوں میں خون نے گردش کرنا شروع کر دیا اور سردی...... جو اس نے لباس

اتارتے وقت محسوس کی تھی.....اس میں کمی واقع ہوتی رہی۔ ویرونیکا اور ایڈورڈ دونوں آمنے سامنے کھڑے ہوئے تھے۔ وہ برہنہ جبکہ ایڈورڈ پورے لباس میں۔

رفتہ رفتہ کائنات اپنی صحیح جگہ پر آ گئی اور ویرونیکا کھڑی ہو گئی۔ ایڈورڈ نے پورے عرصے میں کوئی حرکت نہیں کی تھی لیکن اس میں کچھ چیزیں مختلف تھیں۔ اس کی آنکھوں میں دردمندی، بھرپور انسانیت کی دردمندی تھی۔

''یہ کتنا اچھا تھا کہ میں نے ہر چیز میں پیار دیکھا یہاں تک نفسیاتی شخص کی آنکھوں میں بھی۔''

اس نے اپنا لباس پہننا شروع کیا تو اسے محسوس ہوا کہ کمرے میں کوئی تیسرا شخص بھی موجود ہے۔

وہاں ''میری'' موجود تھی۔ ویرونیکا کو خبر نہیں تھی کہ وہ کب اندر آئی اور کیا کچھ دیکھا یا سنا۔ اس کے باوجود اس نے نہ تو شرم محسوس کی اور نہ خوف۔ اس نے بس اسے کھوئی ہوئی نظروں کے ساتھ دیکھا اس طرح جیسے کوئی شخص کسی کے قریب آ جانے کی صورت میں دیکھتا ہے۔

''تمہارے مشورے پر میں نے عمل کیا'' اس نے کہا'' اور میں بہت دور تک چلی گئی۔''

''میری'' نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے خیال میں تو بس ماضی کے چند اہم لمحات تھے، اور وہ کسی قدر بے آرامی محسوس کر رہی تھی۔ شاید یہ وقت وہ تھا کہ دنیا میں واپس ہو جائے، ان چیزوں کا سامنا کرے جو باہر ہیں اور کہے کہ ہر ایک شخص ایک بڑے مفاد پرستوں کے ٹولے کا ممبر ہے چاہے وہ دماغی اسپتال میں نہ بھی رہا ہو۔

مثلاً اس لڑکی کی طرح جس کے ویلٹ میں آنے کی واحد وجہ یہ ہے کہ اس نے خود اپنی جان لینے کی کوشش کی۔ اسے کبھی دہشت، ڈپریشن، عارفانہ تصور، شدید ذہنی خلل کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا.....ان حدود تک ہمیں ذہن نہیں لے گیا۔ اس میں شبہ نہیں کہ بہت سے

مردوں سے وہ واقف تھی لیکن اپنی چھپی ہوئی خواہشات کا کبھی تجربہ نہیں کیا چنانچہ اس کی آدھی زندگی خود اس کے لئے انجانی رہی۔ اس طرح ہر شخص اپنے اندرونی پاگل پن کے ساتھ زندہ رہتا ہے۔ کیا اس کے لئے دنیا ایک انتہائی بری جگہ نہیں۔ لوگ خوشی اور برابری کی بنیاد پر زندہ رہیں گے۔

''میں نے ایسا پہلے کیوں نہیں کیا۔''

''وہ چاہتا ہے کہ تم اور موسیقی بجاؤ''۔ ''میری'' نے ایڈورڈ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''میرا خیال ہے کہ وہ اس کا مستحق ہے۔''

''میں بجاؤں گا لیکن پہلے میرے سوال کا جواب دو۔ میں نے ایسا پہلے کیوں نہیں کیا۔ اگر میں آزاد ہوں۔ اگر میں وہ سوچ سکتی ہوں جو سوچنا چاہتی ہوں۔ میں نے ممنوعہ صورت حال سے ہمیشہ پہلوتہی کیوں کی؟''

''ممنوعہ؟ سنو میں ایک وکیل تھی اور قانون کو جانتی ہوں۔ میں ایک کیتھولک ہوں اور مجھے بائبل کی تمام سورتیں یاد ہیں۔ ''ممنوعہ'' سے تمہاری کیا مراد ہے؟''

''میری'' اس کی جانب بڑھی اور سوئیٹر پہننے میں اس کی مدد کی۔

میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھو اور اس بات کو کبھی نہ بھولو جو تم سے کہنے جارہی ہوں۔ صرف ممنوعات ہیں ایک آدمیوں کے قانون کے مطابق اور دوسرا خدا کے۔ جنسی تعلقات کے لئے کسی کے بھی ساتھ زبردستی نہ کرو، کیونکہ یہ زنا بالجبر کہلائے گی اور بچوں کے ساتھ بھی جنسی فعل نہ کرو کیونکہ یہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے۔ باقی تم آزاد ہو۔ ہمیشہ ایک ایسا شخص ضرور موجود ہوتا ہے جو وہی چاہتا ہے جو تم چاہتی ہو۔

''میری'' ایک ایسی شخصیت، جو مرنے کے قریب ہو، اہم چیزوں کے متعلق سبق دینے کی متحمل نہیں تھی۔ چنانچہ اس نے مسکراتے ہوئے شب بخیر کہا اور کمرے سے باہر چلی گئی۔

ایڈورڈ نے کوئی حرکت نہیں کی۔ وہ موسیقی کا منتظر تھا۔ ویرونیکا اسے اس بات کا صلہ دینا چاہتی تھی جس نے اسے بے پناہ لطف سے سرشار کیا تھا۔ خاص طور سے اس کے ساتھ رک کر اس کی دیوانگی کو بغیر کسی خوف یا ناپسندیدگی دیکھا۔ وہ پیانو پر بیٹھ کر اسے دوبارہ بجانے لگی۔

اس کی روح ہلکی پھلکی ہو رہی تھی یہاں تک کہ اس میں اب مرنے کا کوئی خوف نہیں رہا تھا۔ اس نے وہ تجربہ کیا تھا جو ہمیشہ سے اس کے اندر چھپا ہوا تھا۔ اس نے وہ تجربہ کیا تھا جو کنواریاں اور بیسوائیں کرتی ہیں۔ جو غلام عورتیں اور ملکائیں کرتی ہیں تاہم ملکاؤں سے زیادہ غلام عورتیں کرتی ہیں۔

اس رات، معجزاتی طور پر تمام گانے جسے وہ جانتی تھی، اس کی یادداشت میں واپس آ گئے جسے اس نے موسیقی کا رنگ دیا تا کہ ایڈورڈ کو وہ لطف بہم پہنچائے جیسا کہ اس نے خود حاصل کیا تھا۔

19

جب اس نے لائٹ جلائی تو ڈاکٹر آئیگر یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ جوان عورت اس کے دفتر کے باہر موجود انتظار گاہ میں بیٹھی ہوئی ہے۔

''ابھی بہت صبح ہے، اس کے علاوہ میں آج پورے دن سخت مصروف ہوں۔''

''میں جانتی ہوں یہ جلدی ہے۔'' اس نے جواب دیا۔ ''اور ابھی تو دن شروع بھی نہیں ہوا ہے۔ صرف تھوڑی سی گفتگو کرنی ہے، اس مختصر سے وقت میں۔ میں تمہاری مدد کی طلب گار ہوں۔''

اس کی آنکھوں میں بے خودی کے سائے اور بال بے چمک تھے۔ یہ ایسی علامات تھیں جو ایسے لوگوں میں پائی جاتی ہیں جس نے رات جاگ کر گزاری ہو۔

ڈاکٹر آئیگر نے اسے اپنے کمرے میں بلانے کا فیصلہ کیا۔

اس نے کہا کہ بیٹھ جاؤ اور لائٹ جلاتے ہوئے پردوں کو ہٹایا۔ آدھے گھنٹے سے بھی کم وقت میں صبح ہو جائے گی پھر وہ اس قابل ہو جائے گا کہ بجلی بچا سکے۔ اسپتال کے مالکان اخراجات پر برہم ہیں بہرحال یہ لایعنی بات ہے۔

اس نے اپنی ڈائری پر ایک سرسری نظر ڈالی۔ زیڈیکا کو آخری انسولین شاک لگایا جا چکا تھا اور اس کا ردِعمل مثبت تھا۔ اس نے خود کو اس غیر انسانی علاج سے بچا لیا تھا۔ اس خاص کیس میں اسپتال کی کونسل نے ایک ڈکلریشن پر دستخط کیے تھے کہ نتائج کی وہ ذمہ داری نہیں لیتے۔

اس نے رپورٹس پڑھنی شروع کر دیں۔ دو یا تین مریضوں نے گزشتہ رات جارحیت کا مظاہرہ کیا تھا۔ رپورٹوں اور نرسوں کے مطابق ان میں ایڈورڈ بھی تھا۔ وہ اپنے وارڈ میں صبح چار بجے کے قریب گیا اور نیند کی گولیاں لینے سے انکار کر دیا۔ اب ڈاکٹر آئیگر کو کچھ کرنا تھا۔ بہر حال معتدل ویلٹ شاید اندر ہو، یہ ضروری تھا کہ اسپتال کے امیج کو برقرار رکھا جائے کہ وہ ایک سخت اور معتدل ادارہ ہے۔

''میں کچھ ضروری چیز کے متعلق تم سے پوچھنا چاہتی ہوں۔'' ویرونیکا نے کہا۔

لیکن ڈاکٹر آئیگر نے اسے نظر انداز کر دیا۔ اس نے دل کی آواز سننے کا آلہ اٹھایا اور پھیپھڑوں اور دل کا معائنہ کرنے لگا۔ اس نے ایک چھوٹی ٹارچ کے ذریعے اس کی آنکھوں کی پتلیوں کو غور سے دیکھا۔ اسے تیزابی زہر کی کوئی علامات نظر نہ آئی، اور نہ ہی کوئی تلخی جیسا کہ کچھ لوگ اسے کہتے ہیں۔

اس نے فوراً ہی فون پر نرس سے کچھ دوائیں منگوائیں۔

''ایسا لگتا ہے کہ گزشتہ رات تم نے انجکشن نہیں لگوایا۔'' اس نے کہا۔

''لیکن میں تو بہت بہتر محسوس کر رہی ہوں۔''

''میں نے صرف تمہارا چہرہ، آنکھوں میں بے نوری کے سائے، تھکاوٹ وغیرہ دیکھی ہے، اگر تم زندگی کے اس قلیل وقت کو کام میں لانا چاہتی ہو تو براہِ کرم وہ کرو جو میں کہتا ہوں۔''

''میں یہاں اسی لئے تو موجود ہوں۔ میں اپنے تھوڑے وقت کو کارآمد بنانا چاہتی ہوں، لیکن اپنے طریقے سے۔ حقیقتاً ہمارے پاس کتنا وقت ہے؟''

ڈاکٹر آئیگر نے چشمے کے اوپر سے اسے دیکھا۔

''مجھے بتاؤ۔'' ویرونیکا نے کہا۔ ''میں نہ تو خوفزدہ ہوں نہ مشتعل نہ کچھ اور میں زندہ رہنا چاہتی ہوں لیکن میں جانتی ہوں کہ یہ کافی نہیں ہے اور میری قسمت مجھ سے روٹھ گئی ہے۔''

''پھر تم کیا چاہتی ہو؟''

نرس انجکشن کے ساتھ اندر داخل ہوئی۔ ڈاکٹر آئیگر نے سر ہلایا اور نرس نے آہستگی کے ساتھ ویرونیکا کا سوئیٹر رول کرنا شروع کر دیا۔

''اب میرے پاس کتنا وقت بچا ہے؟'' ویرونیکا نے دوبارہ پوچھا جبکہ نرس اسے انجکشن لگا رہی تھی۔

''چوبیس گھنٹے، شاید اس سے بھی کم۔''

اس نے نظریں نیچے کیں اور اپنے ہونٹ کاٹنے لگی۔ لیکن کسی طرح پُرسکون رہی۔

''میں دو عنایتوں کی طلب گار ہوں۔ پہلی یہ کہ تم مجھے کچھ دوائیں دو۔ انجکشن یا پھر تم جو بھی چاہو، تا کہ میں جاگتی رہوں اور باقی ماندہ ہر لمحے سے لطف لے سکوں۔ میں بہت تھک چکی ہوں لیکن میں سونا نہیں چاہتی۔ مجھے ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔ وہ چیزیں جس کو میں آئندہ وقت کے لئے موخر کرتی رہی۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب میں یہ سمجھتی تھی کہ زندگی ہمیشہ قائم رہنے کے لئے ہے۔ بہت سی چیزوں میں میری دلچسپی اس وقت ختم ہو گئی جب میں نے یقین کرنا شروع کیا کہ زندگی کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔''

''اور تمہاری دوسری خواہش؟''

''میں چاہتی ہوں کہ اسپتال سے رخصت ہو جاؤں تا کہ باہر مر سکوں۔ میں لبیانا کا قلعہ دیکھنا چاہتی ہوں، وہ اپنی جگہ ہمیشہ سے قائم ہے لیکن میں کبھی اتنی متجسس نہیں رہی کہ اسے قریب سے جا کر دیکھوں۔ میں اس عورت سے باتیں کرنی چاہتی ہوں جو سردیوں میں شاہ بلوط کا میوہ بیچتی ہے اور موسم بہار میں پھول۔ ہم کبھی کبھی ایک دوسرے کے قریب سے گزرے ہیں لیکن میں نے کبھی اس سے یہ نہیں پوچھا کہ تم کیسی ہو، اور میں بغیر جیکٹ پہنے باہر جانا اور برف میں چہل قدمی کرنا چاہتی ہوں۔ میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ سخت ترین سردیوں کی محسوسات کیسی ہوتی ہیں۔ میں جو ہمیشہ اچھی طرح اوڑھے لپیٹے رہی اور سردیوں سے خوف کھاتی رہی۔''

''مختصراً ڈاکٹر آئیگر میں اپنے چہرے پر بارش محسوس کرنا چاہتی ہوں۔ کسی آدمی پر مسکرانا جو مجھے اچھا لگے، ان ساری کافیوں کو قبول کرنا جو ان آدمیوں نے میرے لئے خریدی ہوں۔ میں اپنی ماں کا بوسہ لینا چاہتی ہوں، اس سے یہ کہنا کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں، اس کی گود میں بیٹھ کے رونا چاہتی ہوں۔ بلا شرم محسوس کئے اپنی محسوسات کو بیان کرنا چاہتی ہوں کیونکہ وہ ہمیشہ اپنی جگہ قائم رہیں گو کہ میں نے اسے چھپایا۔''

''شاید میں ایک چرچ میں بھی جاؤں اور ان تصاویر کو دیکھوں جن کی میری نظر میں کوئی معنی نہیں، اور یہ دیکھوں کہ وہ اب مجھ سے کچھ کہتی ہیں یا نہیں۔ اگر کوئی پُرکشش شخص مجھے کلب میں مدعو کرتا ہے تو میں اس کی دعوت قبول کرلوں گی اور میں پوری رات رقص کروں گی یہاں تک کہ گرنہ جاؤ۔ پھر میں اس کے ساتھ ساتھ بستر پر چلی جاؤں گی لیکن اس طرح نہیں جیسے میں دوسرے کے ساتھ جاتی ہوں، خود پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے، یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ میں نے کوئی چیز محسوس نہیں کی۔ میں خود کو صرف ایک شخص کے حوالے کرنا چاہتی ہوں۔ شہر میں زندگی میں بالآخر موت کے وقت۔''

ویرونیکا نے جب اپنی گفتگو کا سلسلہ ختم کیا تو گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ ڈاکٹر اور مریض ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے دیکھ رہے تھے۔ جذب کرتے ہوئے، شاید حیران کہ اتنی زیادہ ممکنات کیا چوبیس گھنٹوں میں ممکن ہے۔

''میں تمہیں چند ایسی چیزیں دینے جا رہا ہوں جو جسم و دماغ میں چستی اور توانائی پیدا کرے گی۔ لیکن یہ مشورہ نہیں دوں گا کہ تم انہیں استعمال کرو۔'' بالآخر ڈاکٹر آئیگر نے کہا۔ ''وہ تمہیں بیدار رکھیں گی لیکن وہ تمہیں اس سکون سے دور کر دیں گی جس کے لئے تم یہ تجربات کروگی۔''

ویرونیکا نے محسوس کیا کہ جیسے وہ بیمار ہے، اسے جب بھی وہ انجکشن لگتا تھا، وہ ایسا ہی محسوس کیا کرتی تھی۔ انجکشن کے بعد ہمیشہ اس کے جسم کے اندر یہی کیفیت ہوا کرتی تھی۔

''تم بہت کمزور دکھائی دے رہی ہو۔ یہ اچھا ہو گا کہ تم اپنے بیڈ پر چلی جاؤ۔ ہم کل دوبارہ گفتگو کریں گے۔''

ایک بار پھر اس کا جی چاہا کہ خوب روئے۔ لیکن اس نے خود پر قابو پائے رکھا۔

''کل کبھی نہیں آتی۔ جیسا کہ تم جانتے ہو۔ میں تھکی ہوئی ہوں ڈاکٹر آئیگر، بہت تھکی ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے دوائی (گولیوں) کی درخواست کی تھی۔ میں پوری رات جاگتی رہی ہوں، آدھی مایوس، مجھ پر خوف کا ہسٹیریائی حملہ دوبارہ ہو سکتا ہے جیسا کہ پرسوں ہوا تھا لیکن اس کا کیا فائدہ؟

''اگر میرے پاس اب بھی زندگی کے چوبیس گھنٹے بچے ہوں اور مجھے بہت سی چیزیں کرنی ہوں۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اپنی تمام مایوسیوں کو ایک طرف رکھ دوں۔''

''برائے کرم ڈاکٹر آئیگر مجھے بچے ہوئے وقت کو گزارنے دو کیونکہ تم اور میں دونوں جانتے ہیں کہ کل بہت ہی دیر ہو چکی ہوگی۔''

''جا کے سو جاؤ۔'' ڈاکٹر نے کہا۔ اور دو پہر تک واپس آ جانا۔ پھر ہم دوبارہ گفتگو کریں گے۔

ویرونیکا نے دیکھا کہ کوئی راستہ نہیں۔

''میں جا کے سو جاؤں گی اور پھر واپس آ جاؤں گی لیکن کیا میں تم سے چند منٹ مزید گفتگو کر سکتی ہوں؟''

''میرے پاس صرف چند ہی منٹ ہیں۔ آج میں بہت مصروف ہوں۔''

میں سیدھے اصل نکتے پر آؤں گی۔ پچھلی رات، پہلی دفعہ، میں نے پہلی بار بے باکانہ انداز میں جنسی حظ اٹھایا۔ میں نے کبھی ان چیزوں کو سوچنے تک کی جرات نہیں کی تھی۔ میں نے ان چیزوں سے لطف لیا جس سے پہلے میں ڈرا کرتی تھی۔

ڈاکٹر آئیگر نے اپنے پیشے کی مہارت کو محسوس کیا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ یہ گفتگو کہاں

جا کر ختم ہوگی، وہ یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ اپنے بڑوں سے کوئی مسئلہ پیدا ہو۔

''مجھے معلوم ہوا کہ میں گمراہ تھی ڈاکٹر۔ میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ آیا میری خودکشی کی کوشش کا سبب یہ بات تھی۔ میرے متعلق ایسی بہت سی باتیں ہیں جن کا مجھے علم نہیں ہے۔''

''مجھے اس کا جواب دینا چاہیئے۔'' اس نے سوچا۔ ''نرس کو بلا کر گفتگو کی گواہ بنانے کی کوئی ضرورت ہے، اور مستقبل میں جنسی معاملے پر مقدمے سے بچنا چاہیئے۔''

''ہم سب الگ الگ چیزیں چاہتے ہیں۔'' اس نے جواب دیا۔ ''اس طرح ہمارے پارٹنر بھی چاہتے ہیں۔ ان کے ساتھ کیا خرابی ہے؟''

''تم مجھے بتاؤ۔''

''اس میں ہر چیز غلط ہے۔ کیونکہ ہر شخص خواب دیکھتا ہے لیکن چند لوگ ہی اپنے خواب کو تسلیم کرتے ہیں۔ یہی چیزیں ہمیں بزدل بنا دیتی ہیں۔''

''چاہے وہ چند لوگ حق بجانب ہی کیوں نہ ہوں؟''

''وہ شخص حق بجانب ہوتا ہے جو مضبوط ہو۔ ایسے کیس میں بزدل ہی اصل میں بہادر اور مضبوط ہوتے ہیں اور وہ اپنے خیالات کو دوسرے اشخاص پر تھوپنا چاہتے ہیں۔''

''ڈاکٹر آئیگر مزید وضاحت نہیں کرنا چاہتا تھا۔''

''اب، برائے کرم جا کے تھوڑی دیر آرام کرلو۔ مجھے دوسرے مریضوں کو دیکھنا ہے۔ اگر تم نے میرے کہنے کے مطابق عمل کیا تو میں دیکھوں گا کہ تمہاری دوسری درخواست ان کے متعلق کیا کرسکتا ہوں۔''

ویرونیکا کمرے سے نکل گئی۔ ڈاکٹر کی دوسری مریضہ زیڈیکا تھی جو اسپتال سے ڈسچارج ہونے والی تھی لیکن ڈاکٹر نے اس سے کہا کہ تھوڑا ٹھہر جائے۔ وہ چاہتا تھا کہ ابھی ابھی ہونے والی گفتگو کے مختصر نوٹ بنالے۔

اسے تیزابی زہر کے موضوع پر لکھے جانے والے مقالے میں سیکس (Sex) پر ایک

طویل باب لکھنا تھا۔ بہر حال سیکس کے نمو ہونے میں بہت سے ذہنی دباؤ اور خلل کا حصہ ہوتا ہے۔اس کا خیال تھا کہ خیالی صورت گری ذہن سے نکلنے والی برقی رَو کا شاخسانہ ہوتی ہے جس پر دھیان نہ دیا جائے تو وہ دوسری طرف نکل جاتی ہے۔

تعلیم کے دوران ڈاکٹر آئیگر نے سیکس سے گریز پر ایک دلچسپ مقالہ پڑھا تھا۔ جس میں ایک طویل فہرست تھی۔ جیسے افسردگی، جنسی کج روی، ہم جنس پرستی، خفیہ بینی وغیرہ وغیرہ، ایک نہ ختم ہونے والی فہرست تھی، پہلے پہل اس نے ان چیزوں کو اعتدال سے ہٹے ہوئے چند بے میل لوگوں کو سمجھا جو اپنے پارٹنر کے ساتھ صحت مند تعلق قائم رکھنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔

بہر حال جب وہ اپنے پیشے میں نفسیات دان کے طور پر آگے بڑھا اور مریضوں سے گفتگو کی تو تسلیم کیا کہ ہر ایک شخص اپنی غیر معمولی کہانی بیان کر رہا ہے۔اس کے مریض اس کے دفتر میں آرام دہ کرسی پر بیٹھ کر فرش پر نگاہیں جمائے اپنی روداد بیان کرتے جسے وہ بیماری کہا کرتے تھے۔ (جیسے کہ وہ ڈاکٹر نہیں ہے) یا اس کی بگڑی ہوئی شکل (جیسے کہ وہ نفسیاتی معالج نہیں)۔

اور ایک کے بعد ایک یہ نارمل لوگ اپنی خیالی صورت گری بیان کرتے جو اس مشہور مقالے میں بیان ہوئے، جو سچ پوچھئے تو ایک کتاب جو ہر ایک شخص کے حقوق کا دفاع کرتی ہے کہ وہ جس طرح چاہیں لطف اندوز ہوں لیکن صرف اس وقت تک کہ ان کے پارٹنر کے حقوق پامال نہ ہوتے ہوں۔

کانونٹ اسکول (مذہبی اسکول) پڑھی ہوئی خواتین سمجھتی ہیں کہ جنسی طور پر ان کی عزت نفس کو صدمہ پہنچایا گیا ہے۔سوٹ ٹائی میں ملبوس بڑے افسران نے اسے بتایا کہ انہوں نے رومانیہ کی بیسواؤں پر بڑے پیسے خرچ کئے صرف اس لئے کہ وہ اس کے پیر چاٹیں۔لڑکوں کا لڑکوں سے رومانس، لڑکیوں کی اسکول کی ساتھیوں سے محبت، ایسے شوہر جو

اپنی بیویوں کو دوسرے مردوں کے ساتھ مصروف دیکھنا پسند کرتے ہیں۔

اور بدمستوں کی محفل۔ ایسا لگتا ہے کہ ہر ایک شخص چاہتا ہے کہ اپنی زندگی میں کم از کم ایک بار بدمستوں کی محفل میں کوئی کردار ادا کرے۔

ڈاکٹر آ ئیگر نے ایک لمحے کے لئے قلم رکھا اور خود اپنے متعلق سوچنے لگا۔ اس کے متعلق کیا خیال ہے؟ ہاں، وہ بھی چاہے گا بدمستوں کی ایک محفل، جیسا کہ اس نے تصور کیا، کوئی ایسی محفل جس میں مکمل انارکی اور لطف ہو۔ جس میں ملکیت کا کوئی تصور نہ ہو۔ صرف لطف و سرور ایک ساتھ ہوں۔

کیا لوگوں میں تلخی کے زہر کی یہی بنیادی وجہ ہے؟ شادیاں ایک خدا کے وجود تک جبراً محدود کر دیتی ہیں۔ جس میں مطالعے کے مطابق، جسے ڈاکٹر آ ئیگر نے اپنی لائبریری میں محفوظ کر لیا ہے کہ تین سال ایک ساتھ رہنے سے جنسی خواہش معدوم ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد بیویاں خود کو ٹھکرائی ہوئی محسوس کرنے لگتی ہیں، جبکہ مرد یہ سمجھتے ہیں کہ وہ پھنس گئے، اور تیزابی زہر یا تلخی ہر چیز کو کھانا شروع کر دیتی ہے۔

لوگ نفسیات داں کو کھل کر بتاتے ہیں، پادری کو نہیں کیوں کہ وہ انہیں جہنم سے نہیں ڈراتے۔ نفسیاتی معالج کے طور پر اپنے طویل تجربات کو ڈاکٹر آ ئیگر نے قریب قریب ہر بات سنی جو انہوں نے بتائیں۔

اس سے کہنا ہے کہ اس نے ایسا بہت ہی کم کیا ہے، اس کے باوجود کہ وہ برسوں سے اسی پیشے میں ہے وہ اب بھی خود سے پوچھتا ہے کہ لوگ اوروں سے مختلف ہونے میں خوف کیوں محسوس کرتے ہیں۔

اس نے جب وجوہات جاننے کی کوشش کی تو زیادہ تر جواب یہ تھا ''میرا شوہر سوچے گا کہ میں بیسواؤں جیسا کام کر رہی ہوں، یا جب یہ مرد ہو تو''۔ ''میری بیوی پر میری عزت کرنا واجب ہے۔''

عام طور پر یہاں پہنچ کر گفتگو کا خاتمہ ہو جاتا ہے یہ کہنے کے لئے کوئی نکتہ نہیں رہ جاتا کہ ہر ایک شخص کا اپنا جنسی انداز ہوا کرتا ہے۔ ویسے ہی جیسے ہر شخص کی انگلیوں کے نشانات علیحدہ ہوتے ہیں۔ اس بات کو کوئی تسلیم نہیں کرتا۔ بستر کو غیر آباد رکھنا بہت ہی خطرناک ہوا کرتا ہے۔ ہمیشہ اس بات کا خوف ہوتا ہے کہ دوسرا شخص اب بھی پہلے سے قائم تصور کا غلام ہے۔

''میں دنیا تبدیل کرنے نہیں جا رہا ہوں۔'' اس نے بے خیالی میں نرس سے بات کرتے ہوئے کہا کہ زیڈیکا کو بھیجو۔ لیکن میں کم از کم اپنے مقالے میں اپنے خیالات پیش کرسکتا ہوں۔''

ایڈورڈ نے دیکھا کہ ویرونیکا ڈاکٹر آئیگز کے کمرۂ مشاورت سے نکل کر اپنے وارڈ میں جا رہی ہے۔ اسے محسوس ہوا جیسے وہ اپنی خفیہ باتیں اسے بتا رہا ہے اور اس کے سامنے اپنا دل کھول رہا ہے۔

جب وہ ویلٹ میں نفسیاتی مریض کے طور پر آیا تھا، یہ ایک سخت ترین امتحان تھا۔ لیکن اس نے مدافعت کی اور اسے خوشی تھی حالانکہ دنیا میں واپس جانے کی اس کی خواہش نے اسے بے چین کر رکھا تھا۔

''ہر شخص جانتا ہے کہ یہ لڑکی ہفتے تک نہیں رہے گی۔ اس میں کوئی نکتہ نہیں ہے۔''

یا شاید یقینی طور پر اس کی وجہ سے، یہ اچھا ہوگا کہ اس کی کہانی سنی جائے۔ تین سال تک صرف اس نے ''میری'' سے گفتگو کی تھی۔ اس کے باوجود اسے یقین نہیں تھا کہ وہ مکمل طور پر اسے سمجھ پائی ہے یا نہیں۔ وہ سمجھنے پر مجبور تھی کہ اس کے والدین حق بجانب تھے، اور وہ اس کا بھلا چاہتے ہیں، اور اس کا جنت کا تصور ایک بیوقوفی پر مبنی نوجوانی کا خواب تھا جس کا حقیقی دنیا سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

جنت کا تصور۔ یہ یقیناً وہ تھا جس نے اسے جہنم تک پہنچا دیا تھا، اس کے خاندان کے

ساتھ نہ ختم ہونے والی بحث۔ جرم کا انتہائی طاقتور احساس جس نے اسے کچھ کرنے کے قابل نہ چھوڑا تھا، اور بالآخر اسے ایک دوسری دنیا میں پناہ لینا پڑی۔ اگر ''میری'' کے ساتھ ایسا نہ ہوا ہوتا تو وہ اب بھی ایک دوسری دنیا میں رہ رہا ہوتا۔

''میری'' دکھائی دی۔ اس نے اس کا خیال رکھا اور محبت کا احساس دلایا۔ اس کا شکریہ ایڈورڈ بھی اس کا اہل تھا کہ اپنے اردگرد ہونے والی باتوں سے آگاہ ہو سکے۔

چند دن قبل، ایک جوان عورت نے پیانو پر بیٹھ کر چاندنی کا گیت گایا۔ ایڈورڈ نے ایک بار پھر جنت کے تصور پر مشکلات محسوس کیں، اور وہ یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ جوان عورت کی موسیقی کی غلطی تھی یا چاند کی یا طویل عرصے تک ویلٹ میں رہنے کی۔

اس نے اس کا تعاقب کیا، عورت کے وارڈ تک کا تعاقب۔

''تم اندر نہیں آسکتے ایڈورڈ۔ باغ میں چلے جاؤ۔ ابھی قریب قریب صبح ہے۔ آج کا دن اچھا ہوگا۔''

ویرونیکا نے مڑ کے دیکھا۔

''میں تھوڑی دیر سونے کے لئے جا رہی ہوں۔'' اس نے نرمی سے کہا۔ ''میں جب اٹھوں گی تو بات کریں گے۔''

ویرونیکا کو وجہ تو نہیں معلوم تھی لیکن وہ شخص اس کی دنیا کا ایک حصہ بن چکا تھا یا اس زندگی کا جو بہت تھوڑی سی بچی تھی۔ اسے یقین تھا کہ ایڈورڈ میں اس کی موسیقی کو سمجھنے کی اہلیت ہے حالانکہ اس نے ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا۔ سب کچھ اس کی آنکھوں نے کہا تھا جیسا کہ انہوں نے اس وقت کیا تھا، وارڈ کے دروازے پر۔

دردمندی۔ محبت۔

''دماغی مریضوں کے ساتھ رہائش نے مجھے تیزی سے پاگل بنا دیا نفسیاتی مریض اس طرح نہیں محسوس کرتے۔ جیسے دوسرے انسان کرتے ہیں۔''

ویرونیکا نے محسوس کیا جیسے وہ مڑی اور اسے بوسہ دیا، لیکن اس نے ایسا نہیں کیا کہ نرس دیکھ لے گی اور ڈاکٹر آئیگر تک پہنچا دے گی، اور ڈاکٹر یقیناً ایک ایسی عورت کو ویلٹ سے باہر نہیں جانے دے گا جس نے ایک نفسیاتی مریض کو بوسہ دیا ہو۔

ایڈورڈ نے نرس کو دیکھا۔ اس میں جوان لڑکیوں کے لئے اس کی سوچ سے زیادہ کشش تھی لیکن اس نے خود پر قابو پائے رکھا۔ وہ واپس جا کر ''میری'' سے مشورہ کرے گا۔ وہی ایک واحد شخصیت تھی جس سے وہ اپنے راز بتا سکتا تھا۔ وہ یقینی طور پر وہی کہے گی جو وہ سننا چاہتا ہے۔ ایسے کیس میں محبت خطرہ بھی تھی اور بے معنی بھی۔ ''میری'' ایڈورڈ سے کہے گی کہ بیوقوفی بند کرو اور واپس نارمل نفسیاتی شخص بن جاؤ۔ (اور پھر وہ شاد ماں انداز میں اپنے ناسمجھی کے الفاظ پر ہنسے گی)۔

وہ کمرۂ طعام میں دوسرے ساتھیوں کے ساتھ شامل ہو گیا۔ اسے جو کچھ دیا گیا وہ کھایا اور پھر چہل قدمی کے لئے باغ میں چلا گیا۔ دھوپ کھاتے ہوئے (اس دن درجہ حرارت صفر ڈگری تھا)

وہ ''میری'' کے قریب ہونے کی کوشش کرنے لگا لیکن اس نے اس طرح دیکھا جیسے وہ تنہا رہنا چاہتی ہو۔ وہ کوئی بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔ ایڈورڈ دوسروں کی ضرورت کے احترام سے اچھی طرح واقف تھا۔

ایک دوسرا ساتھی ایڈورڈ کے قریب آیا۔ وہ ابھی کسی سے واقفیت نہیں رکھتا تھا۔

''خدا نے انسانیت کو سزا دی ہے۔'' اس نے کہا۔ ''اس نے طاعون کی شکل میں سزا دی ہے۔ بہر حال میں نے اسے (خدا کو) اپنے خواب میں دیکھا ہے۔ اس نے مجھ سے کہا کہ آؤ اور سلووینیا کو بچاؤ۔''

ایڈورڈ اس سے دور جانے لگا جبکہ آدمی مسلسل چیختا رہا۔

''تم کیا یہ سمجھتے ہو کہ میں پاگل ہوں؟ پھر حضرت عیسیٰ کی تعلیمات کو پڑھو۔ خدا نے اپنا

واحد بیٹا بھیجا جس کا دوبارہ ظہور ہوگا۔"

لیکن ایڈورڈ اسے مزید نہیں سن سکا۔ وہ پہاڑوں کو دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہورہا ہے۔ وہ کیوں خود کو وہاں سے جاتا محسوس کررہا تھا۔ جبکہ اسے اتنے عرصے تک ذہنی سکون ملا تھا؟ اسے احتجاج کا احساس ہوا۔ وہ اِدھر سے اُدھر ٹہلتے ہوئے "میری" کا منتظر رہا کہ وہ اپنی خاموشی سے کب باہر نکلتی ہے تاکہ وہ باتیں کرسکیں۔ لیکن لگا جیسے وہ ہمیشہ کے لئے دور ہو چکی ہے۔

وہ ویلٹ سے فرار ہونے کا طریقہ جانتا ہے۔ سخت حفاظتی اقدامات میں بے شمار خامیاں ہیں۔ انتہائی سادہ انداز میں دیکھیں تو جو شخص بھی ویلٹ میں داخل ہوتا ہے تو ان کے دلوں میں چھوٹی سی خواہش یہ ہوتی ہے کہ وہ وہاں سے نکل جائے۔ مغربی حصے کی دیوار ایسی ہے کہ اسے آسانی سے عبور کیا جاسکتا ہے کیونکہ اس دیوار پر پاؤں جمانے کی جگہیں ہیں۔ جو شخص بھی اس پر چڑھنا چاہے تو وہ دیکھے گا کہ جلد ہی وہ ویلٹ سے باہر ہے۔ پانچ منٹ بعد کے فاصلے پر وہ سڑک ہے جو کروشیا جاتی ہے۔ جنگ اب ختم ہو چکی، بھائی دوباری بھائی ہو چکے۔ سرحدوں کی اب اس طرح حفاظت نہیں ہوتی جیسی کہ پہلے ہوتی تھی۔ اگر قسمت تھوڑی سی یاوری کرے تو چھ گھنٹوں میں وہ بلغراد پہنچ سکتا ہے۔

ایڈورڈ اس سڑک پر پہلے بھی کئی بار چل چکا ہے۔ لیکن ہر بار اس نے یہی فیصلہ کیا کہ واپس ہو جائے کیونکہ اسے آگے بڑھنے کا ابھی تک اشارہ نہیں ملا تھا۔ اب معاملات کچھ مختلف ہیں۔ اشارہ تو اب آچکا ہے لیکن ایک جوان عورت کی صورت میں جس کی آنکھیں سبز ہیں، بال بھورے، چوکنا سراپا، جو یہ سمجھتا ہو کہ وہ جانتے ہیں کہ وہ کیا چاہتا ہے۔

ایڈورڈ نے سوچا کہ وہ دیوار پر چڑھے اور بھاگ جائے پھر سلووینیا میں دوبارہ دکھائی نہ دے۔ لیکن لڑکی سو رہی تھی اور وہ کم از کم اسے خدا حافظ کہنا چاہتا ہے۔

سب لوگ غسل آفتاب سے فارغ ہو کر جب مذہبی لوگوں کے ساتھ لاؤنج میں جمع

ہوئے تو ایڈورڈ بھی ان میں شامل ہو گیا۔

''پاگل شخص یہاں کیا کر رہا ہے؟'' گروپ کے سب سے بوڑھے شخص نے پوچھا۔

''اسے تنہا چھوڑ دو۔'' میری نے کہا۔ ''ہم سب لوگ بھی پاگل ہیں۔''

وہ سب ہنسے اور گزشتہ دن کے لیکچر پر گفتگو کرنے لگے۔ سوال یہ تھا کہ کیا صوفی کے مراقبے سے واقعی دنیا تبدیل ہو سکتی ہے؟ نظریئے کو الگ رکھ دیا گیا جیسے کہ مشورے، اصولیات، متضاد خیالات، لیکچر پر تنقید وغیرہ، اسے بہتر بنانے کے راستے، سب کو صدیوں سے ٹیسٹ کیا گیا تھا۔

ایڈورڈ کو اس قسم کے بحث و مباحثے ناپسند تھے۔ یہ لوگ دماغی اسپتال میں خود کو اعلیٰ و ارفع سمجھتے ہیں اور دنیا کو محفوظ کرنے کی باتیں کرتے ہیں جبکہ حقیقتاً کوئی خطرہ مول نہیں لیتے کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ باہر کی دنیا اسے مذاق سمجھے گی، اس کے باوجود کہ کچھ لوگوں کے خیالات انتہائی قابلِ عمل ہیں۔ ہر چیز کے متعلق ان کا اپنا نظریہ تھا اور انہیں یقین تھا کہ انہی کا نظریہ اہم ہے۔ انھوں نے دن، رات، ہفتے اور سال تک گفتگو کی۔ اس حقیقت کو تسلیم کیئے بغیر کہ وہ اچھا ہے یا برا۔ صرف وہی تصور قائم رہتا ہے جب کوئی شخص کوشش کے ساتھ اسے عمل میں لاتا ہے۔

صوفی مراقبہ کیا ہے؟ خدا کیا ہے؟ تحفظ کیا ہے؟ اگر دنیا اسے محفوظ رکھنا چاہتی ہے۔ کچھ بھی نہیں......اگر یہاں کا ہر شخص......اور ویلٹ (اسپتال) سے باہر کا بھی وہ اپنی زندگی جینا چاہتا ہے اور دوسرے بھی ایسا ہی کرتے ہیں تو خدا ہر لمحے میں ہوگا، رائی کے ہر دانے میں، بادل کے ٹکڑے میں جو ابھی یہاں ہے اور پھر دوسرے ہی لمحے چلا جاتا ہے۔ خدا تو موجود ہے اور لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ جا کر اسے تلاش کریں گے کیونکہ یہ تسلیم کرنا آسان لگتا ہے کہ زندگی اعتماد کا نام ہوتی ہے۔ اسے وہ بات یاد آئی جو صوفی عالم نے اپنے سبق میں پڑھائی تھی جب وہ ویرونیکا کا منتظر تھا کہ وہ واپس آ کر پیانو پر بیٹھے۔ صرف گلاب کے پھول

پر دھیان دے اور کیا چیز ضروری تھی؟

اس گہرے مراقبے کے تجربے کے بعد بھی۔ جنت کا تصور کرنے کے بعد بھی، وہ وہیں تھے گفتگو کرتے، بحث کرتے، تنقید کرتے اور نظریے قائم کرتے ہوئے۔

اس کی آنکھیں ''میری'' کی آنکھوں سے ملیں۔ وہ دوسری طرف دیکھنے لگی۔ لیکن ایڈورڈ نے طے کر رکھا تھا کہ وہ اس صورت حال کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دے گا۔ وہ اس کے قریب گیا اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''چھوڑو اسے، ایڈورڈ۔''

وہ کہہ سکتا تھا۔ ''میرے ساتھ آؤ۔'' لیکن وہ اب سب لوگوں کے سامنے یہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ وہ اس بے باک انداز پر حیرت زدہ ہو جائیں گے۔ اس لئے اس نے جھکنے کو ترجیح دی اور اسے عاجزانہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

عورتیں اور مرد حضرات ہنسے۔

''تم اس کے لئے ایک برگزیدہ شخصیت ہو چکی ہو، میری۔'' کسی نے کہا۔ ''شاید یہ گزشتہ دن کے مراقبے کا اثر ہو۔''

لیکن ایڈورڈ کی برسوں سے خاموش رہنے کی عادت نے اسے سکھایا تھا کہ وہ آنکھوں سے گفتگو کیا کرے۔ وہ اس کا اہل تھا کہ اپنی تمام تر توانائی کو آنکھوں میں منتقل کر دے۔ بالکل اسی طرح جیسا کہ اسے یقین تھا کہ ویرونیکا اس کی نرمی اور محبت کو سمجھتی ہے۔ وہ جانتا تھا کہ ''میری'' اس کی اداسی کو سمجھ لے گی کیونکہ اسے واقعتاً اس کی ضرورت تھی۔

وہ تھوڑی دیر تک مدافعت کرتی رہی پھر اٹھی اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''چلو چہل قدمی کرتے ہیں۔'' اس نے کہا۔ ''تم پریشان لگتے ہو۔''

وہ دونوں باغ میں دوبارہ چلے گئے۔ وہ ایک محفوظ فاصلے پر پہنچے تا کہ کوئی دوسرا شخص ان کی باتیں نہ سن سکے۔ ایڈورڈ نے خاموشی توڑی۔

''میں ویلٹ میں برسوں سے ہوں۔'' اس نے کہا۔ ''میں اپنے والدین کی شفقت کو بھول چکا ہوں۔ میں نے اپنی تمام امنگوں کو ایک طرف رکھ دیا ہے۔ لیکن اب بھی جنت کا تصور قائم ہے۔''

''میں جانتی ہوں۔'' میری نے کہا۔ ''ہم نے اکثر اس پر گفتگو کی ہے۔ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تم کیا کرنا چاہتے ہو۔ یہ یہاں سے جانے کا مناسب وقت ہے۔''

ایڈورڈ نے آسمان کو دیکھا۔ کیا ''میری'' کی محسوسات بھی وہی ہیں؟

''اس کی وجہ وہ لڑکی ہے۔'' میری نے کہا۔ ''میں نے یہاں بہت سے لوگوں کو مرتے دیکھا ہے جبکہ انہیں اس کی امید تک نہ تھی۔ عام طور پر اس کے بعد جب انہوں نے زندگی کو سمجھ لیا تھا۔ لیکن یہ پہلا موقع ہے کہ ہم یہ چیز ایک جوان شخص میں دیکھ رہے ہیں۔ جوان، خوبصورت، اور صحت مند شخص زندہ رہنے کا انتہائی خواہش مند۔ ویرونیکا واحد شخصیت ہے جو ویلٹ میں ہمیشہ نہیں رہنا چاہتی اور اس کی وجہ ہمیں خود سے پوچھنا چاہیے کہ ہمارے متعلق کیا خیال ہے؟ ہم یہا کیا کریں؟''

اس نے سر ہلایا۔

''چنانچہ پچھلی رات میں نے بھی خود سے پوچھا کہ میں اس اسپتال مین کیا کر رہی ہوں، اور پھر میں نے سوچا کہ چوراہے پر ہونا کتنا دلچسپ ہوگا۔ ان تینوں پلوں پر، تھیٹر کے پیچھے مارکیٹ میں، سیب خریدتے اور موسم پر گفتگو کرتے ہوئے۔ ظاہر ہے کہ میں بھولی ہوئی چیزوں کے متعلق بھی سوچتی ہوں جیسے بلز جن کی ادائیگی نہیں کی گئی، پڑوسیوں کے ساتھ مسائل، ان لوگوں کی سخت نگاہیں جو مجھے نہیں سمجھتے تھے۔ اکیلا پن، اپنے بچوں کی نکتہ چینی لیکن یہ سب چیزیں زندگی کا حصہ ہیں۔ میں سوچتی ہوں اور تم نے چھوٹے مسائل کو ڈیل کرتے ہوئے جو قیمت ادا کی ہے وہ اس قیمت سے بہت کم ہے جسے تم اپنے مسائل نہ سمجھتے ہوئے ادا کر رہے ہو۔ میں آج رات اپنے سابق شوہر کے پاس جانے کے متعلق سوچ رہی

ہوں۔صرف یہ کہنے کے لئے کہ ''تمہارا شکریہ۔'' تمہارا کیا خیال ہے؟''

''مجھے نہیں معلوم۔کیا تمہارا خیال ہے کہ مجھے اپنے والدین کے پاس جانا چاہئے اور ان سے وہی کچھ کہوں؟''

''یقیناً۔بنیادی بات یہ ہے کہ ہماری زندگی میں جو کچھ بھی ہوتا ہے اس کی وجہ صرف اور صرف ہماری غلطی ہوتی ہے۔بے شمار لوگوں کو انہی مشکلات سے گزرنا پڑتا ہے جس سے ہم گزر رہے ہیں اور ان کا ردِعمل قطعی مختلف ہے۔ہم ان سے نکلنے کا آسان ترین راستہ تلاش کرتے ہیں اور ایک بالکل الگ حقیقت۔''

ایڈورڈ جانتا ہے کہ ''میری'' صحیح کہہ رہی ہے۔

''میں محسوس کرتی ہوں میں نے دوبارہ زندگی گزارنی شروع کر دی ہے، ایڈورڈ۔ میں محسوس کرتی ہوں جیسے وہ غلطیاں کر رہی ہوں جنہیں میں نے ہمیشہ کرنا چاہا لیکن مجھ میں اتنی ہمت نہیں تھی۔دہشت کی محسوسات کا سامنا کروں، شاید وہ اب خوش آمدید کہے۔لیکن اس کی موجودگی مجھے بیزار کر دے گی چونکہ میں جانتی ہوں کہ میں مرنے نہیں جا رہی یا ان کی وجہ سے بیہوش نہیں ہوں گی۔ میں نئے دوست بناؤں گی اور انہیں پاگل بننے کا طریقہ سکھاؤں گی تا کہ وہ عقلمندی سے کام لیں۔ میں انہیں بتاؤں گی کہ وہ اخلاقی ہدایت نامے پر عمل پیرا نہ ہوں بلکہ خود اپنی زندگی کو دریافت کریں، خواہشات، مہم جوئی اور زندہ رہنا۔ میں کیتھولک کو Ecclesiastes کا حوالہ دوں گی، مسلم کو قرآن سے، یہودیوں کو توریت سے، خدا کو نہ ماننے والوں کو ارسطو سے...... میں دوبارہ وکیل نہیں بنوں گی۔ لیکن میں اپنے تجربات کو عورتوں اور مردوں تک لیکچر کے ذریعے پہنچاؤں گی جو ہمارے وجود کی حقیقت کو جانتے ہیں اور ان کی تمام تحریروں کو ایک لفظ میں سمویا جا سکتا ہے یعنی زندگی۔ اگر تم زندہ ہو تو خدا تمہارے ساتھ ہے۔اگر تم خطرات مول لینے سے انکار کرو گے تو خدا تمہیں جنت سے دور کر دے گا۔اس بات کو ہر شخص جانتا ہے لیکن کوئی پہلا قدم نہیں اٹھاتا شاید اس خوف سے

کہ لوگ اسے پاگل سمجھیں گے۔ کم از کم ہمیں وہ خوف نہیں ہے ایڈورڈ۔ ہم پہلے ہی ویلٹ کے ساتھی ہیں۔

''ہم صرف ایک بات نہیں کر سکتے یعنی جمہوریہ کا صدر ہونے کے لئے امیدوار۔ حزب اختلاف ہمارے ماضی کو یقیناً تلاش کر لے گی۔''

میری ہنسی............

''میں یہاں کی زندگی سے تنگ آ چکی ہوں۔ مجھے نہیں معلوم کہ میں اپنے خوف پر قابو پا سکوں گی یا نہیں لیکن میں مذہبی جماعت سے متاثر ہوں، اس باغ سے، اس ویلٹ سے، پاگل ظاہر کرنے سے۔''

''اگر میں نے ایسا کیا تو کیا تم بھی کرو گے؟''

''تم ایسا نہیں کرو گی۔''

''میں نے قریب قریب کیا ہے، ابھی چند لمحے پہلے۔''

''مجھے نہیں معلوم۔ میں ان سب چیزوں سے تنگ آ چکا ہوں لیکن میں اس کا عادی ہوں۔''

''جب میں یہاں آیا تو نفسیاتی مریض کی حیثیت سے تشخیص ہوئی۔ تم نے دنوں اور مہینوں تک مجھ سے باتیں کیں اور مجھے بنی نوع انسان گردانا۔ میں نے اپنے فیصلے کے مطابق زندگی کو سمجھا جو ایک دوسری حقیقت تھی، میری اپنی پیدا کردہ لیکن تم نے مجھے ایسا نہیں کرنے دیا۔ میں نے تم سے نفرت کی لیکن اب تم سے محبت کرتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم ویلٹ چھوڑ دو''میری'' جیسے کہ میں نے اپنی الگ کائنات چھوڑ دی ہے۔''

''میری'' بغیر جواب دیئے چلی گئی۔

ویلٹ کی ایک چھوٹی لیکن کبھی نہ استعمال ہونے والی لائبریری میں، ایڈورڈ کو نہ تو قرآن شریف ملا اور نہ ہی ارسطو کی ہدایات یا دوسرے فلسفیوں کی تحریر جس کا ذکر ''میری''

نے کیا تھا۔اس کے بجائے اسے ایک شاعر کی نظم مل گئی۔

پھر میں نے دل میں سوچا، جیسا کہ احمقوں کے ساتھ ہوتا ہے

تو کیا وہ میرے ساتھ بھی ہوگا......

اس طرف جاؤ، مزے سے روٹی کھاؤ،

اور مسرور دل کے ساتھ شراب پیو،

خدا نے تیرے کام کو پہلے ہی منظور کر لیا ہے،

اپنے لباس کو ہمیشہ سفید رکھو،

اپنے سر کو تیل کے بنا نہ چھوڑو،

اپنی بیوی کے ساتھ خوش وخرم زندگی گزارو جس سے تم محبت کرتے ہو۔

تیری زندگی کے سارے دن نمود ونمائش ہیں،

جو اس نے تجھے سورج کی روشنی میں بخشا ہے،

تیری زندگی کے سارے دن نمود ونمائش ہیں،

یہ زندگی کا ایک حصہ ہے،

اور محنت میں، سورج کی روشنی میں تم نے سخت مشقت کی......

ضمیر کے راستے پر چلو،

ضمیر کی آنکھ سے دیکھو،

لیکن ان تمام چیزوں سے واقفیت رکھو

خدا تمہارے ساتھ انصاف کرے گا!

''خدا میرے ساتھ انصاف کرے گا۔'' ایڈورڈ نے بلند آواز سے کہا۔ ''اور میں کہوں گا'' اپنی زندگی میں ایک بار میں کھڑا ہواؤں کو دیکھ رہا تھا۔ میں بیج بونا بھول گیا۔ خوشیوں کے ساتھ نہیں جیا یہاں تک کہ پیش کی جانے والی شراب بھی میں نے نہیں پی لیکن ایک دن

میں نے خود کو تیار کیا اور واپس کام پر چلا گیا۔ میں نے لوگوں کو اپنے جنت کے تصور کے بارے میں بتایا جیسا کہ بوسچ (Bosch)، وان گوگ (Van Gogh)، بیتھون (Beethoven)، آئن سٹائن (Einstein) اور دوسرے پاگلوں نے میرے سامنے کیا تھا ''بہت بہتر اسے (خدا کو) کہنے دو کہ میں نے اسپتال اس لئے چھوڑ دیا تاکہ مرتی ہوئی جوان لڑکی کو نظر انداز کر دوں وہ وہاں جنت میں ہوگی، وہ میری طرف سے بولے گی۔''

''تم کیا کہہ رہے ہو؟'' لائبریری کے انچارج نے پوچھا۔

''میں ویلٹ چھوڑنا چاہتا ہوں۔'' ایڈورڈ نے قدرے اونچی آواز میں کہا۔

''مجھے بہت کچھ کرنا ہے۔''

لائبریری کے انچارج نے ایک گھنٹی بجائی، اس کے بعد دو آدمی نمودار ہوئے۔

''میں ویلٹ سے جانا چاہتا ہوں۔'' ایڈورڈ نے دوبارہ احتجاجاً کہا۔ ''میں ٹھیک ہوں۔ مجھے ڈاکٹر آئیگر سے بات کرنے دو۔''

لیکن دونوں آدمیوں نے اسے پکڑ لیا، ہر ایک نے ایک ایک ہاتھ۔ ایڈورڈ نے دونوں آدمیوں سے اپنے بازو آزاد کرانے کی کوشش کی گو کہ وہ جانتا تھا کہ یہ بیکار ہے۔

''تم نے ایک مسئلہ پیدا کر دیا، اب بس پُرسکون ہو جاؤ۔'' دو آدمیوں میں سے ایک نے کہا۔ ''میں اس کا خیال رکھوں گا۔''

ایڈورڈ نے جدوجہد شروع کر دی۔

''مجھے ڈاکٹر آئیگر سے گفتگو کرنے دو، مجھے اس کی بہت سی باتیں بتانی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ سمجھ لے گا۔''

وہ لوگ پہلے ہی اسے وارڈ کی طرف کھینچ رہے تھے۔

''مجھے جانے دو۔'' وہ چیخ رہا تھا۔ مجھے ایک منٹ بات کر لینے دو۔

وارڈ کا راستہ لاؤنج سے گزرتا تھا جہاں ویلٹ کے دوسرے ساتھی موجود تھے۔ ایڈورڈ

خود کو آزاد کرنے کی جدوجہد کر رہا تھا اور وہاں کی صورت حال ابتر ہو رہی تھی۔

''اسے جانے دو، وہ پاگل ہے۔''

کچھ لوگ ہنسے، دوسرے میزوں اور کرسیوں پر ہاتھ پیٹنے لگے۔

''یہ ایک دماغی اسپتال ہے، یہاں کوئی اس طرح پیش آنے کا پابند نہیں جس طرح تم پیش آتے ہو۔''

ایک نرس نے دوسرے سے سرگوشی کی۔

''ہمیں اس کو تھوڑا سا ڈرانا چاہئے ورنہ صورت حال مکمل طور پر خراب ہو جائے گی۔''

''صرف ایک ہی راستہ ہے۔''

''ڈاکٹر آئیگرا اسے پسند نہیں کریں گے۔''

''اگر ان پاگلوں نے اس کے پیارے اسپتال کی چیزوں کو برباد کرنا شروع کر دیا تو وہ اسے کم ہی پسند کرے گا۔''

ویرونیکا سرد پسینے کے ساتھ یکا یک بیدار ہو گئی۔ باہر سے خوفناک آوازیں آ رہی تھیں اور وہ خاموشی چاہتی تھی تاکہ سو سکے۔ لیکن ہنگامہ اسی طرح جاری رہا۔

وہ کسی قدر اونگھی ہوئی بستر سے اٹھی اور لاؤنج میں پہنچ گئی عین اس وقت جب ایڈورڈ کو گھسیٹا جا رہا تھا جبکہ دوسری نرسیں سرنج لئے دوڑ رہی تھیں۔

''تم لوگ کیا کر رہے ہو؟'' اس نے چیختے ہوئے کہا۔

''ویرونیکا!''

نفسیاتی مریض نے پکارا۔ اس نے اس کا نام لیا تھا۔ حیرت اور شرمندگی کے ساتھ اس نے وہاں پہنچنے کی کوشش کی لیکن ایک نرس نے اسے روک دیا۔

''تم لوگ کیا کر رہے ہو؟ میں یہاں نہیں ہوں کیونکہ میں پاگل ہوں۔ تم میرے ساتھ اس طرح نہیں کر سکتے۔''

اس نے (ویرونیکا نے) ایک نرس کو دھکا دے کر الگ کیا جبکہ دوسرے پاگل ساتھیوں نے چیخنا چلانا جاری رکھا اور ان چیزوں کو ٹھوکر مارنی شروع کر دی جو ویرونیکا کے خوف کا باعث تھی۔ کیا وہ جا کر ڈاکٹر آئیگر کو تلاش کرے گی اور اس جگہ کو فوراً ہی چھوڑ دے گی؟

''ویرونیکا۔''

اس نے پوری طاقت سے دوبارہ اس کا نام پکارا۔

ایڈورڈ نے دونوں آدمیوں سے خود کو آزاد کرالیا۔ اور بھاگنے کی بجائے وہیں کھڑا رہا، بے حرکت، جیسا کہ اس نے گزشتہ رات کیا تھا۔ ہر شخص مبہوت انداز میں رک کے کسی دوسرے منظر کا انتظار کرنے لگا۔

ان میں سے ایک شخص دوبارہ آگے بڑھا لیکن ایڈورڈ نے اسے اپنی پوری قوت سے دیکھا۔

''میں تمہارے ساتھ چلوں گا، میں جانتا ہوں کہ تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو، میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تمہاری خواہش ہے کہ ہر شخص جان جائے۔ ایک منٹ ذرا ٹھہر جاؤ۔''

نرس نے سمجھا کہ یہ ایک بڑا خطرہ ہے۔ بہر حال لگتا ہے کہ ہر چیز نارمل ہوگئی۔

''میں سمجھتا ہوں...... میں سمجھتا ہوں کہ تم میرے لئے اہم ہو۔'' ایڈورڈ نے ویرونیکا سے کہا۔

''تم گفتگو نہیں کر سکتے۔ تم اس دنیا میں نہیں رہتے۔ تم نہیں جانتے کہ میرا نام ویرونیکا ہے۔ تم گزشتہ شب میرے ساتھ نہیں تھے۔ برائے مہربانی بتاؤ کہ تم وہاں نہیں تھے۔''

''میں تھا۔''

ویرونیکا نے اس کا ہاتھ پکڑا۔ پاگل لوگ چیخ چلا رہے تھے، کچھ تالیاں بجا رہے تھے، کچھ فحش اور عریاں گالیاں بک رہے تھے۔

''یہ لوگ تمہیں کہاں لیجا رہے ہیں؟''

''کسی علاج کے لئے۔''

''میں تمہارے ساتھ چلوں گی۔''

اس کی کوئی اہمیت نہیں تم بہت جلد ڈر جاتی ہو۔ اگر میں قسم بھی کھاؤں کہ اس سے مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچی اور تم کچھ محسوس نہ کرو، اور یہ سکون بخش دواؤں سے بہتر ہے کیونکہ اس طرح تمہارے دماغی دوروں کو بہت جلد افاقہ ہو جائے گا۔

ویرونیکا کو یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ کس کے متعلق باتیں کر رہا ہے۔ اس کا ہاتھ پکڑنے پر اسے افسوس ہوا۔ وہ چاہتی تھی جتنی جلدی ممکن ہو سکے وہ وہاں سے چلی جائے اور اپنی شرمندگی کو چھپا سکے، اس کے علاوہ اس شخص سے کبھی نہ ملے جو اس میں موجود غلاظتوں کا گواہ ہے اور ابھی تک اپنی دردمندی کا اظہار کئے جا رہا ہے۔

لیکن ایک بار پھر اسے ''میری'' کے الفاظ یاد آئے۔ وہ ہر شخص سے اپنی زندگی کی وضاحت نہیں کرنا چاہتی تھی یہاں تک کہ اس جوان شخص سے بھی جو اس کے سامنے کھڑا تھا۔

''میں تمہارے ساتھ چلوں گی۔''

نرسوں نے سوچا کہ یہ شاید بہتر ہو۔ نفسیاتی شخص کو زیادہ دیر تک روکنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ وہ اپنی کھلی خواہشات پر عمل کرے گا۔

جب وہ وارڈ کے اندر پہنچے تو ایڈورڈ اپنے بستر پر لیٹ گیا۔ دوسرے دو آدمی منتظر تھے، ان کے ساتھ ایک عجیب سی مشین اور پٹیوں کا ایک بیگ تھا۔

ایڈورڈ نے ویرونیکا کو دیکھا اور کہا کہ اس کے ساتھ بستر پر بیٹھ جائے۔

''چند منٹوں میں یہ کہانی پورے ویلٹ میں گردش کر جائے گی اور سب لوگ پُرسکون ہو جائیں گے۔ کیونکہ کوئی کتنا ہی بڑا پاگل کیوں نہ ہو وہ ڈر محسوس کرے گا۔ کچھ ایسے لوگ جنہیں اس کا تجربہ تھا وہ جانتے تھے یہ کوئی تکلیف دہ عمل نہیں ہے جیسا کہ لگتا ہے۔''

نرسوں نے گفتگو سنی لیکن نفسیاتی شخص کی کسی بات کا یقین نہیں کیا۔ یہ کافی تکلیف دہ

ہونا چاہئے لیکن یہ کون جانتا ہے کہ پاگل آدمی کے اندر کیا ہو رہا ہے؟ عقل کی صرف ایک بات ہی جوان شخص نے کہی تھی اور وہ ڈر تھا۔ جلد ہی پورے ویلٹ میں کہانی پھیل جائے گی اور پھر جلد ہی سکون چھا جائے گا۔

''تم جلدی سے کھڑے ہو جاؤ۔'' ایک شخص نے کہا۔

ایڈورڈ دوبارہ کھڑا ہوا اور انہوں نے ایک ربڑ جیسی چادر اس کے نیچے بچھا دی۔

''اب تم لیٹ سکتے ہو۔''

اس نے تعمیل کی۔ وہ مکمل طور پر پُرسکون تھا۔ جیسے کہ ہر چیز معمول کی بات ہے۔

نرسوں نے ایڈورڈ کے جسم پر کپڑے کی پٹیاں لپیٹ دیں اور ربڑ کا ایک ٹکڑا اس کے منہ میں رکھ دیا۔

''یہ اس لئے ہے کہ وہ حادثاتی طور پر اپنی زبان نہ کاٹ لے۔'' ان میں سے ایک نے ویرونیکا سے کہا۔ اسے مسرت تھی کہ وہ ٹیکنیکل معلومات فراہم کر رہا ہے اس کے ساتھ ایک انتباہ بھی۔

انہوں نے اس عجیب سی مشین کو جو جوتے کے ڈبے کے برابر تھی جس پر چند بٹن اور تین ڈائل لگے ہوئے تھے...... ایک کرسی پر رکھ دیا جو بیڈ کے قریب ہی تھی۔ مشین کے اوپری حصے سے دو وائر نکل کر ایک ایسی چیز سے مل گئے تھے جو ائیر فون جیسی تھی۔

نرسوں میں سے ایک نے اس ائیر فون کو ایڈورڈ کی کنپٹی پر رکھا۔ لگ رہا تھا کہ دوسرا مشین کو چلا رہا ہے۔ بٹن کو کبھی دائیں گھما کے اور کبھی بائیں۔ منہ میں ربڑ کا ٹکڑا ہونے کے باعث وہ بول نہیں سکتا تھا، لیکن اس کی آنکھیں اس پر لگی ہوئی تھیں اور لگتا تھا جیسے وہ کچھ کہہ رہا ہے ''فکر نہ کرو اور ڈرو بھی نہیں۔''

''یہ 0.3 سیکنڈ کے لئے 130 وولٹ پر سیٹ ہے۔'' نرس نے مشین کو کنٹرول کرتے ہوئے کہا۔ ''ہاں شروع ہوتی ہے۔''

اس نے ایک بٹن کو دبایا اور مشین اسٹارٹ ہوگئی۔اس لمحے میں ایڈورڈ کی آنکھوں کی رنگت بدل گئی۔اس کا جسم بیڈ پر بری طرح تڑپنے لگا لیکن کپڑے کی پٹیوں نے اسے بستر سے لگائے رکھا۔ورنہ وہ اپنی ریڑھ کی ہڈی توڑ چکا ہوتا۔

''اسے روکو'' ویرونیکا چیخی۔

''ہم ایڈورڈ کی کنپٹی سے ہیڈ فون ہٹاتے ہیں۔ایک نرس نے کہا۔'' اس کے باوجود اس کا جسم تڑپتا رہا۔اس کا سر اِدھر اُدھر گھومتا رہا اور اتنی تیزی سے کہ ان آدمیوں میں سے ایک نے اسے پکڑ رکھا تھا۔دوسرے شخص نے مشین بند کی اور بیٹھ کے سگریٹ پینے لگا۔

یہ سین تھوڑی دیر تک جاری رہا۔لگتا تھا کہ ایڈورڈ کا جسم اب نارمل ہو گیا ہو۔لیکن تشنج دوبارہ شروع ہو گیا اور ان کے لئے ایڈورڈ کے سر کو قابو رکھنا دشوار ہو گیا۔تھوڑی دیر بعد اس کی کیفیت میں کمی واقع ہوئی اور پھر ختم ہو گئی۔ایڈورڈ کی آنکھیں پوری کھل گئیں لیکن نرسوں میں سے ایک نے انہیں بند کر دیا،اسی طرح جیسے کسی مردے کی آنکھیں بند کرتے ہیں۔

پھر اس نے ایڈورڈ کے منہ سے ربڑ کا ٹکڑا نکالا،کپڑے کی پٹیوں کو کھولا اور اسے ایک بیگ میں ڈال کر مشین کے ساتھ رکھ دیا۔

''الیکٹرک شاک کا اثر قریب قریب ایک گھنٹے تک جاری رہے گا۔'' اس نے لڑکی سے کہا جس نے چیخنا بند کر دیا تھا ''ٹھیک ہے،وہ جلد ہی اپنی اصل شکل میں واپس آ کر پُرسکون ہو جائے گا۔''

جیسے ہی الیکٹرک شاک کے علاج نے اپنا اثر دکھایا،ایڈورڈ نے اس تجربے کو محسوس کیا۔اسے ایسا لگا تھا جیسے کوئی شخص پردہ بند کر رہا ہو یہاں تک کہ ہر چیز غائب ہو گئی۔لیکن اس نے کچھ اور لوگوں کو دیکھا جن کا علاج الیکٹرک شاک سے کیا جا رہا تھا اور اس نے محسوس کیا کہ یہ کتنا تکلیف دہ دکھائی دے رہا ہے۔

اس وقت ایڈورڈ اطمینان سے تھا۔چند لمحے پہلے اس کے دل میں عجیب سے جذبات

تھے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ محبت اس سے الگ ہے جو اسے اس کے والدین دیتے تھے۔
الیکٹرک شاک سے علاج یا ECT(Electra Convulsive Therapy) جیسا کہ
ماہرین کہتے ہیں، وہ اسے اس کی نارمل صورت میں واپسی کو یقینی بنا دے گی۔

ECT کا اصل اثر یہ تھا کہ وہ مختصر مدت کی یادداشت کو ختم کر دے۔ اب ایڈورڈ کے
لئے اپنے کسی خواب کی پرورش ممکن نہیں رہے گی۔ وہ اب کسی ایسے مستقبل کی طرف نہیں
دیکھ سکے گا۔ جس کا وجود ہی نہ ہو۔ اس کی سوچ ماضی کے ساتھ جڑ جائے گی یا پھر وہ دوبارہ
اپنی زندگی میں واپس آنا شروع کر دے گا۔

ایک گھنٹے بعد زیڈیکا وارڈ میں گئی، قریب قریب بیڈ کے پاس مایوس جہاں ایک جوان
شخص لیٹا ہوا تھا جبکہ ایک کرسی پر ایک جوان عورت بیٹھی ہوئی تھی۔

جب وہ قریب ہوئی دیکھا کہ جوان عورت دوبارہ بیمار ہو چکی ہے۔ اس کا سر تھوڑا سا
دائیں جانب جھکا ہوا ہے۔

زیڈیکا مڑی کہ کسی کو مدد کے لئے بلائے لیکن ویرونیکا نے نظریں اٹھا کے دیکھا۔

''میں بالکل ٹھیک ہوں۔'' اس نے کہا۔ ''مجھ پر بیماری کا دوسرا حملہ ہوا تھا لیکن اب
ٹھیک ہے۔''

زیڈیکا نے اسے نرمی سے پکڑ کے اٹھایا اور ٹوائلٹ کی طرف لے گئی۔

''یہ مردانہ ٹوائلٹ ہے۔'' ویرونیکا نے کہا۔

''پروانہ کرو، یہاں دوسرا کوئی نہیں ہے۔''

اس نے ویرونیکا کا گندہ سوئیٹر اتارا، اسے دھویا اور پھیلایا۔ اس کے بعد اس نے خود
اپنا اونی لباس اتارا اور ویرونیکا کو دے دیا۔

''اسے اپنے پاس رکھو، میں صرف خدا حافظ کہنے آئی تھی۔''

لگ رہا تھا کہ لڑکی بیزار ہے اور زندگی سے اس کی دلچسپی ختم ہو چکی ہے۔ زیڈیکا اسے

لے کر اس کرسی پر آ ئی جس پر وہ بیٹھی ہوئی تھی۔

''ایڈورڈ جلد ہی بیدار ہو جائے گا۔ ممکن ہے اسے یہ سمجھنے میں دشواری ہو کہ اس کے ساتھ کیا ہوا ہے۔ لیکن اس کی یادداشت جلد ہی واپس آ جائے گی۔ اگر اس نے تمہیں دیکھتے ہی نہ پہچانا تو گھبرانا نہیں۔''

''میں نہیں گھبراؤں گی۔'' ویرونیکا نے کہا کیونکہ میں تو خود اپنے آپ کو نہیں پہچانتی۔

زیڈیکا نے ایک کرسی کھینچی اور اس کے پہلو میں بیٹھ گئی۔ وہ ویلٹ میں بہت دن تک رہ چکی تھی۔ تھوڑی دیر تک ویرونیکا کے ساتھ رہنے میں اسے کوئی قباحت نہیں تھی۔

کیا تمہیں یاد ہے کہ ہماری پہلی ملاقات کب ہوئی تھی؟ میں نے تمہیں ایک کہانی سنائی تھی کہ دنیا ویسی ہی ہے جیسی تمہیں دکھائی دیتی ہے۔ ہر شخص سمجھ رہا تھا کہ بادشاہ پاگل ہے کیوں کہ وہ اپنا حکم تھونپنا چاہتا تھا جو زیادہ دنوں تک لوگوں کے ذہنوں میں نہیں رہا کرتا تھا۔

''لیکن زندگی میں کچھ ایسی چیزیں ہوتی ہیں جنہیں ہم بہر حال دیکھتے ہیں اور ہر شخص کے لئے اہم ہوتی ہیں، مثلاً جیسے محبت پیار۔''

زیڈیکا نے ویرونیکا کی آنکھوں میں تبدیلی دیکھی۔ اس نے سوچا کہ اپنی بات جاری رکھے۔

''میں کہوں گی کہ اگر کسی کے پاس زندگی کے دن کم ہوں اور وہ سوچے کہ اسے بیڈ پر بیٹھ کے گزار دے، یہ دیکھتے ہوئے کہ آدمی سو رہا ہے تو یہ محبت ہوگی۔ میں آگے چلتی ہوں۔ اگر اس دوران آدمی کو دل کا دورہ پڑ جاتا ہے لیکن خاموشی سے بیٹھے رہتے ہیں صرف اس لئے کہ اس آدمی کے قریب رہیں تو میں کہوں گی کہ اس محبت میں مزید بڑھنے کی صلاحیت ہے۔''

''یہ مایوسی بھی تو ہو سکتی ہے۔'' ویرونیکا نے کہا۔ بہر حال اس کو ثابت کرنے کے لئے کوئی ثبوت نہیں کہ سورج کی روشنی میں جنگ کو جاری رکھیں۔ میں ایک ایسے شخص سے محبت نہیں کر سکتی جو کسی اور ہی دنیا میں رہتا ہو۔''

''ہم سب لوگ اپنی اپنی دنیا میں رہتے ہیں۔ لیکن اگر تم ستارے بھرے آسمان کی طرف نظر دوڑاؤ تو تم دیکھو گی کہ اوپر کی تمام مختلف دنیائیں مل کر ستاروں کا جھرمٹ، آفتابی نظام، سب یکجا ہو کر سماوی نظام ترتیب دیتے ہیں۔'' ویرونیکا اٹھی اور ایڈورڈ کے قریب گئی۔ نرمی سے اس کے بالوں کو سیدھا کیا۔ اسے (ویرونیکا) خوشی تھی کہ بات چیت کرنے کے لئے کوئی موجود ہے۔

بہت پہلے، جب میں ایک بچی تھی اور میری ماں پیانو سیکھنے کے لئے مجھ پر دباؤ ڈالتی تھی تو میرا جواب ہوتا تھا کہ میں اچھے انداز میں پیانو اسی وقت بجا سکوں گی۔ جب میں کسی کی محبت میں گرفتار ہوں گی۔ گزشتہ شب، زندگی میں پہلی بار میں نے محسوس کیا کہ میری انگلیاں اس طرح چل رہی ہیں جیسے میرا اس کے اوپر سے کنٹرول ختم ہو گیا ہو۔

کوئی قوت میری رہنمائی کر رہی تھی اور ایسی دھنیں بنا رہی تھی جو میں نے کبھی نہیں بجائی تھیں۔ میں نے خود کو پیانو کے سپرد کر دیا کیوں کہ میں نے خود کو اس شخص کے حوالے کر دیا تھا جب کہ اس نے میرے سر کا ایک بال تک نہیں چھوا تھا، گزشتہ کل میں، میں نہیں تھی نہ اس وقت جب میں پیانو بجا رہی تھی، اور اب میں سمجھتی ہوں کہ میں ہی تھی۔ ویرونیکا نے اپنا سر ہلایا، ''میں جو کچھ کہہ رہی ہوں وہ سب ناقابل فہم ہے۔''

زیڈیکا کو یاد آیا کہ فضا میں اس کی جن لوگوں سے مڈبھیڑ ہوئی تھی وہ سب کے سب مختلف سمت میں محوِ پرواز تھے۔ وہ چاہتی تھی کہ یہ بات ویرونیکا کو بتا دے لیکن وہ ڈر رہی تھی کہ کہیں اس کی الجھنوں میں مزید اضافہ نہ ہو جائے۔

''اس سے پہلے کہ تم ایک بار پھر کہو کہ میں مرنے والی ہوں، میں چاہوں گی کہ تمہیں کچھ باتیں بتاؤں۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنی پوری زندگی اس لمحے کی تلاش میں گزار دیتے ہیں جیسی کہ تم نے کل رات گزاری تھی لیکن وہ انہیں کبھی نہیں ملتی۔ ایسا کیوں ہوتا ہے۔ اگر تم اس وقت مرنا چاہتی ہو تو تم محبت کے پورے جذبے کے ساتھ مرو گی۔''

زیڈیکا کھڑی ہوگئی۔

''تمہارے پاس ضائع کرنے کے لئے کچھ نہیں ہے۔ بہت سے لوگ خود کو اجازت نہیں دیتے کہ وہ محبت میں گرفتار ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کیونکہ بہت ساری چیزوں کو خطرہ ہوتا ہے۔ بہت سا مستقبل اور بہت سا ماضی اور تمہارے کیس میں صرف حال ہے۔''

وہ آگے بڑھی اور ویرونیکا کو پیار کیا۔

''اگر میں یہاں مزید ٹھہری تو پھر کبھی نہیں نکل سکوں گی۔ میرا ڈپریشن ختم ہو چکا ہے۔ لیکن یہاں ویلٹ میں مجھے معلوم ہوا کہ پاگل پن کی اور بھی بہت سی قسمیں ہیں۔ میں انہیں اپنے ساتھ لیجارہی ہوں تا کہ میں اپنی آنکھوں سے زندگی کو دیکھوں۔''

میں جب یہاں آئی تھی تو ڈپریشن کا بری طرح شکار تھی۔ میں اب یہ کہنے میں فخر محسوس کرتی ہوں کہ میں پاگل ہوں۔ میں باہر یقینی طور پر ویسا ہی طرزِ عمل اختیار کروں گی جیسا کہ دوسرے کرتے ہیں۔ میں خریداری کے لئے اس بار مارکیٹ جاؤں گی۔ دوستوں کے ساتھ ناقدری کا تبادلہ کروں گی۔ میں اپنا قیمتی ٹیلی ویژن دیکھ کر برباد کروں گی۔ لیکن میں جانتی ہوں کہ میری روح آزاد ہے اور میں خواب دیکھوں گی اور دوسری دنیا میں باتیں کروں گی جسے یہاں آنے سے پہلے میں اس کے وجود تک سے ناواقف تھی۔

میں چند بیوقوفی کی باتیں کرنے جارہی ہوں۔ صرف اس لئے کہ لوگ کہہ سکیں کہ یہ بے چاری ابھی حال ہی میں ویلٹ سے رہا ہوئی ہے۔ لیکن میں جانتی ہوں کہ میری روح مکمل ہے کیونکہ میری زندگی ایک معنی رکھتی ہے۔ میں اس بات کی اہل ہوں گی کہ غروب آفتاب کا منظر دیکھوں اور یقین کے ساتھ سوچوں کہ خدا اسی کے پیچھے ہے۔ جب کوئی شخص مجھے غصہ دلائے گا تو میں کہوں گی کہ میں انہیں کیا سمجھتی ہوں، اور اس کی پروا نہیں کروں گی کہ وہ میرے متعلق کیا سوچتے ہیں۔ کیونکہ ہر ایک شخص کہے گا کہ یہ ابھی جلد ہی ویلٹ سے رہا ہوئی ہے۔

میں سڑک پر لوگوں کو دیکھوں گی، ان کی آنکھوں میں، اور خود کو مجرم بھی نہیں سمجھوں

گی۔لیکن اس کے فوراً بعد میں ایک دکان میں جاؤں گی تا کہ وہاں امپورٹڈ اشیاء اور اچھی شراب خریدوں، اور اپنے شوہر کے ساتھ پیوں جس کی میں پوجا کرتی ہوں کیونکہ میں اس کے ساتھ دوبارہ ہنسنا چاہتی ہوں۔

اور ہنسنا، وہ کہے گا: تم پاگل ہو" اور میں کہوں گی" بے شک میں ہوں، میں ویلٹ میں تھی۔یاد کرو! اور پاگل پن نے مجھے آزاد کر دیا۔اب میرے پیارے شوہر، تمہیں ہر سال ایک چھٹی کرنی چاہیے اور انتظام کرو کہ میں کسی خطرناک پہاڑ پر چڑھوں کیونکہ میں زندہ رہ کر ان خطرات کو جھیلنا چاہتی ہوں۔"

لوگ کہیں گے" وہ جلد ہی ویلٹ سے رہا ہوئی ہے اور اب اپنے شوہر کو پاگل بنانا چاہتی ہے۔" اور وہ (شوہر) تسلیم کرے گا کہ وہ صحیح کہہ رہے ہیں اور وہ خدا کا شکر ادا کرے گا کیوں کہ ہماری شادی کی دوبارہ ابتدا ہو گی کیوں کہ ہم دونوں ہی پاگل ہیں، انہی کی طرح جنہوں نے سب سے پہلے محبت دریافت کی۔"

زیڈیکا وارڈ سے چلی گئی، ایک ایسا سُر گنگناتے ہوئے جسے ویرونیکا نے اس سے پہلے کبھی نہیں سنا تھا۔

20

دن تھکا دینے والا لیکن فائدہ مند تھا۔ ڈاکٹر آ ئیگر کی کوشش تھی کہ وہ سائنسدان کے سکون خاطر اور بے دلی کو بحال رکھے لیکن وہ اپنے جوش وجذبے پر مشکل سے ہی قابو رکھ سکتا تھا۔ وہ تیزابی زہر سے نجات کے لئے جو بھی تجربات کر رہا تھا اس کے نتائج حیرت انگیز تھے۔

''تم نے آج کی ملاقات کے لئے وقت لیا تھا۔'' اس نے ''میری'' سے کہا جو دروازے پر دستک دیئے بغیر اندر آ گئی تھی۔

''زیادہ وقت نہیں لوں گی۔ مجھے چند باتوں میں تمہاری رائے لینی ہے۔''

''آج ہر شخص میری رائے جاننا چاہتا ہے۔'' ڈاکٹر آ ئیگر نے سوچا۔ اسے جوان لڑکی کا سیکس کے متعلق سوال یاد آیا۔

''ایڈورڈ کو جلد ہی الیکٹرک شاک ٹریٹمنٹ دی گئی تھی۔''

''الیکٹرو کنول سوتھراپی، برائے مہربانی صحیح نام لیں۔ ورنہ لگے گا کہ ہم بس وحشی لوگ ہیں۔'' ڈاکٹر آ ئیگر نے اپنی حیرت چھپانی چاہی لیکن بعد میں وہ جا کر دیکھے گا کہ اس کے فیصلے کو کس نے آشکار کیا۔ ''اگر تمہیں اس موضوع پر میری رائے درکار ہے تو میں اس کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ آج ECT اس طرح استعمال نہیں ہوئی جیسی کہ ہونی چاہیے۔

''لیکن یہ تو خطرناک ہے۔''

اسے بہت خطرناک طریقے سے استعمال کیا گیا ہے۔ انہیں یہ تک نہیں معلوم کتنے

وولٹ پر رکھنا چاہئے۔ الیکٹرک راڈ رکھنے کی مناسب جگہ کون سی ہے، اور بہت سارے لوگ اس علاج کے دوران، دماغ کی شریان پھٹ جانے کے باعث مر چکے ہیں۔ لیکن اب تبدیلی آ چکی ہے۔ آج کل ECT کامل مہارت کے ساتھ استعمال کی جاتی ہے اور اس کی خاص بات یہ ہے کہ وہ نفسیات کے مرض کو فوری طور پر ختم کر دیتا ہے اور طویل عرصے تک ڈرگ کے استعمال سے پیدا ہونے والے زہریلے مواد کو بھی دور کر دیتا ہے۔ نفسیاتی جرنل پڑھو اور ECT کو الیکٹرک شاک کے ساتھ غلط ملط نہ کرو جو جنوبی امریکہ میں جسمانی اذیت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ٹھیک ہے تم نے میری رائے جان لی۔ اب مجھے واپس اپنے کام پر آ جانا چاہئے۔

میری وہاں سے نہیں گئی۔

''یہ وہ بات نہیں ہے جسے پوچھنے کے لئے میں آئی ہوں۔ میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ کیا میں ویلٹ سے جا سکتی ہوں۔''

''جب جی چاہے تم جا سکتی ہو، اور جب جی چاہے آ سکتی ہو کیونکہ تمہارے شوہر کے پاس بہت پیسے ہیں اور وہ تمہیں مہنگی جگہ پر رکھ سکتا ہے جیسی کہ یہ ہے۔ تمہیں مجھ سے یہ پوچھنا چاہئے کہ کیا میں صحت مند ہو چکی ہوں؟ اور میرا جواب ایک دوسرے سوال کی صورت ہوگا۔ صحت لیکن کس مرض سے؟ تم کہو گی۔ میرے خوف، دہشت کے حملے سے صحت یابی، اور میں کہوں گا۔ ''میری'' پچھلے تین برسوں میں تمہیں واقعتاً یہ مرض لاحق نہیں ہوا۔''

''اس کا مطلب ہوا کہ میں صحت یاب ہو چکی ہوں۔''

''یقیناً نہیں۔ تمہاری بیماری کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ میں اپنے مقالے میں سلووینین اکیڈمی آف سائنسز کو لکھنے والا ہوں۔ (ڈاکٹر آئیگر زہر کے مادے سے متعلق تفصیلات میں نہیں جانا چاہتا) میں انسان کے نام نہاد نارمل طرزِ عمل کا مطالعہ کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ بہت سارے ڈاکٹروں نے ایسا ہی مطالعہ کیا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ عام

حالت (Normality) محض عمومی اتفاق کا نام ہے یعنی جس چیز کو بہت سارے لوگ صحیح سمجھنے لگیں وہ صحیح ہو جاتی ہے۔

''چند چیزوں کا تعلق عام سمجھ بوجھ کے زیر اثر ہوتا ہے۔ قمیض کے سامنے بٹن ہونا منطق کے مطابق ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر بٹن پہلو میں رکھا جائے تو اسے بند کرنا انتہائی دشوار ہوگا اور اگر پیچھے ہو تو اسے بند کرنا ممکن ہی نہیں ہوگا۔''

''بہر حال بہت سی چیزیں معین ہو چکی ہیں کیونکہ سب ہی لوگوں کا اس بات پر یقین ہے کہ وہ جو کر رہے ہیں ویسا ہی ہونا چاہئے۔ میں اس سلسلے میں دو مثالیں دوں گا۔ کیا تم نے کبھی یہ سوچا کہ ٹائپ رائٹر کی کیز (بٹن) ایک خاص انداز میں کیوں رکھی جاتی ہیں؟''

''نہیں، میں نے کبھی نہیں سوچا۔''

''ہم اسے Qwerty کی بورڈ کہتے ہیں (انگریزی زبان کے ٹائپ رائٹر یا کمپیوٹر میں لفظ کاری (Word Processing) کے معیاری کلیدی بورڈ کو ظاہر کرنے والا مصنوعی لفظ جس میں حروف (Q,W,E,R,T,Y) بالائی قطار کے حروف کی ترتیب بتاتے ہیں)۔

ایک بار میں نے سوچا کہ آخر ایسا کیوں ہے تو مجھے جواب مل گیا۔ 1873ء میں پہلی مشین کو ایجاد کرنے والا کرسٹوفر سکولیس (Christopher Scholes) تھا تا کہ خوش خطی کو بہتر کیا جائے لیکن اس میں ایک قباحت تھی۔ جب کوئی شخص تیز رفتاری سے ٹائپ کرتا تھا تو کیز (Keys) رک جایا کرتی تھیں اس طرح مشین کام کرنا چھوڑ دیتی تھی۔ چنانچہ سکولیس (Scholes) نے کورٹی (Qwerty) کی بورڈ کا خاکہ یا نقشہ بنایا تا کہ لوگ آہستگی کے ساتھ ٹائپ کیا کریں۔

''میں نہیں تسلیم کرتی۔''

لیکن یہ حقیقت ہے۔ پھر ایسا ہوا کہ ریمنگٹن (Remington) جو اس وقت سلائی کی مشین بنایا کرتا تھا، نے ''کورٹی کی بورڈ'' کو اپنے ٹائپ رائٹر کے لئے استعمال کیا۔ اس کا

نتیجہ یہ نکلا کہ اور لوگوں کو بھی اس خاص طریقہ کار کو سیکھنا پڑا اور پھر دوسری کمپنیوں نے بھی ایسے ''کی بورڈ'' (Keyboard) بنانے کی ابتدا کر دی یہاں تک کہ صرف یہی ماڈل رائج ہو گیا۔ پھر سنئے ٹائپ رائٹرز اور کمپیوٹرز کے ''کی بورڈ'' اس لئے بنائے گئے تھے کہ لوگ آہستہ ٹائپ کیا کریں اس لئے نہیں کہ تیزی سے ٹائپ کریں۔ کیا تم نے سمجھ لیا؟ اگر تم حروف کی ترتیب بدل دو گے تو تمہیں کوئی ایسا شخص نہیں ملے گا جو تمہاری بنائی چیز کو خریدے۔''

''میری'' نے جب پہلے پہل ''کی بورڈ'' دیکھا تھا تو اس کے ذہن میں یہ بات آئی تھی کہ انہیں بہ ترتیب تہجی (Alphabetical) کیوں نہیں رکھا گیا لیکن پھر فوراً ہی اس بات کو بھول گئی۔ اس نے فرض کر لیا کہ انہیں اس طریقے سے اس لئے رکھا گیا ہے تا کہ لوگ تیزی سے ٹائپ کریں۔

''کیا تم کبھی فلورنس گئی ہو؟'' ڈاکٹر آئیگر نے پوچھا۔

''نہیں۔''

''تمہیں وہاں جانا چاہئے۔ یہ زیادہ دور نہیں ہے۔ وہاں تمہیں دوسری مثال مل جائے گی۔ فلورنس کے گرجا میں ایک خوبصورت گھڑی لگی ہوئی ہے جس کا خاکہ 1443ء میں پاؤلو اوسیلو (Paolo Uccello) نے بنایا تھا۔ اس گھڑی میں عجیب حیرت انگیز بات یہ ہے کہ وہ دوسری گھڑیوں کی طرح وقت تو بتاتی ہی ہے لیکن اس کی سوئیاں عام گھڑیوں سے الگ مختلف سمت میں چلتی ہیں۔''

''ان باتوں سے میری بیماری کا کیا تعلق ہے؟''

''میں اس کی طرف ابھی آتا ہوں۔ اس نے جب اس گھڑی کو بنایا تھا تو پاؤلو اوسیلو (Paolo Uccello) اس کی ابتدا نہیں کر رہا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت اس کی گھڑی جیسی دوسری گھڑیاں بھی تھیں جس کی سوئیاں اسی طرح چلا کرتی تھیں جس کے ہم عادی ہیں لیکن کچھ انجانی وجوہات کی بنا پر، شاید اس لئے کہ اس وقت کے ڈیوک کے پاس ایک گھڑی

تھی جس کی سوئیاں اس طرح چلتی تھیں جسے ہم آج کل صحیح سمجھتے ہیں، بس سوئیوں کے چلنے کی سمت وہی ہو کر رہ گئی اور اوسیلو (Uccello) کی گھڑی کو معمول سے انحراف اور پاگل پن سمجھا گیا۔

ڈاکٹر آئیگر نے توقف کیا لیکن یہ سمجھ رہا تھا کہ 'میری' ان کی باتیں سمجھ رہی ہے۔

''چلو تمہاری بیماری کی طرف آتے ہیں۔ بنی نوع انسان کی فطرتیں الگ الگ ہوتی ہیں۔ سب کی خوبیاں، جبلت، لطف و سرخوشی کی عام حالت اور مہم جوئی کی خواہش وغیرہ۔ بہر حال معاشرہ ہم پر ہمیشہ مجموعی انداز کا طور طریق تھوپتی ہے، اور لوگ یہ سوچتے نہیں تھکتے کہ اس طرح کا برتاؤ کیوں کرتے ہیں۔ وہ لوگ بس اسے قبول کر لیتے ہیں لیکن اسی طرح جیسے ایک ٹائپسٹ کورٹی (Qwerty) کی بورڈ کو قبول کرتا ہے کہ یہی سب سے اچھا ممکن طریقہ ہے۔ کیا تم نے کبھی اپنی زندگی میں کسی سے پوچھا ہے کہ گھڑی کی سوئیاں کیوں ایک خاص طرف چلتی ہیں اور دوسری طرف کیوں نہیں چل سکتیں؟''

''نہیں۔''

''اگر کسی نے ایسا سوال کیا تو شاید جواب یہ ہوگا کہ ''تم پاگل ہو۔'' اگر زور دیا گیا تو لوگ کسی وجہ کا ذکر کرنے کی بجائے فوراً ہی موضوع گفتگو تبدیل کر دیں گے۔ کیونکہ اس کی کوئی وجہ نہیں ہے جیسا کہ میں نے ابھی ذکر کیا تھا۔ اب چلو اپنے سوال کی طرف، ذرا پھر بتاؤ وہ کیا تھا؟''

''کیا میں صحت یاب ہو چکی؟''

''نہیں، تم وہ ہو جو کچھ مختلف ہوتے ہیں لیکن چاہتے ہیں کہ انہیں ہر ایک شخص جیسا سمجھا جائے اور میرے خیال سے وہ ایک خطرناک بیماری ہے۔''

''کیا مختلف ہونے کی خواہش ایک خطرناک بیماری ہوتی ہے؟''

''اگر تم خود کو عام جیسے لوگوں جیسا منوانے پر دباؤ ڈالو۔ اس کی وجہ سے اعصابی دباؤ،

دماغی خلل اور خبط پیدا ہوتا ہے۔ یہ فطرت کو مسخ کرتا ہے۔ یہ خدا کے قوانین کے خلاف لیجاتا ہے کیونکہ تمام دنیا کے درختوں اور جنگلات میں اس (خدا) نے ایک بھی ایسا پتا پیدا نہیں کیا جو دوسرے پتے جیسا ہو۔ لیکن تم یہ سمجھتی ہو کہ جو مختلف ہیں وہ پاگل ہیں، اور یہی وجہ ہے جو تم نے رہنے کے لئے ویلٹ کا انتخاب کیا۔ کیونکہ یہاں ہر شخص مختلف ہے چنانچہ تمہیں لگتا ہے کہ تم دوسروں جیسی ہو۔ کیا تم سمجھ گئیں؟''

''میری'' نے سر ہلا کر اقرار کیا۔

''لوگ فطرت کے خلاف جاتے ہیں کیونکہ ان میں اتنی ہمت نہیں ہوتی کہ وہ مختلف نظر آئیں۔ پھر تیزابی زہر بننا شروع ہو جاتا ہے یا پھر اسے تلخی کہیں کیونکہ زہر کا یہ نام زیادہ جانا پہچانا ہے۔''

''تیزابی زہر کیا ہوتا ہے؟''

ڈاکٹر آئیگر نے سوچا کہ وہ کافی دور چلا گیا اس لئے موضوع بدل دینے کا فیصلہ کیا۔

''اس کی اہمیت نہیں ہے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز اشارہ کر رہی ہے کہ تم صحت یاب نہیں ہوئی ہو۔''

''میری'' کو قانون اور کورٹس کا طویل تجربہ تھا چنانچہ اس نے اب اور اس وقت بھی اسے جاری رکھنے کا فیصلہ کیا۔ اس کی پہلی ترکیب یہ تھی کہ ظاہر کرے کہ اپنے مقابل شخص سے وہ متفق ہے تاکہ وہ فوری طور پر بحث کا دوسرا راستہ اختیار کر لے۔

''میں متفق ہوں۔ میرے یہاں آنے کی وجہ ٹھوس ہے۔ مجھے دہشت کے دورے پڑتے ہیں۔ میرے یہاں رہنے کی وجہ یہی دورہ تھا۔ میں زندگی سے متعلق مختلف خیال کا سامنا نہیں کر سکتی۔ جبکہ نہ ملازمت ہو اور نہ شوہر۔ میں تم سے متفق ہوں کہ میں نے نئی زندگی شروع کرنے کی خواہش کو ختم کر دیا۔ ایک ایسی زندگی جسے میں دوبارہ شروع کر سکتی تھی۔ میں مزید یہ کہوں گی کہ میں اس بات سے بھی اتفاق کرتی ہوں کہ دماغی اسپتال میں الیکٹرک

شاک......معاف کیجئے گا، ECT جیسا کہ تم اسے نام دیتے ہو۔ سخت قسم کا نظام الاوقات قائم ہے اور کبھی کبھی ہسٹیریائی دورے جس کا ہمارے چند ساتھی سامنا کرتے ہیں۔

پھر گزشتہ رات، میں نے سنا کہ ایک عورت پیانو بجا رہی ہے۔ وہ کافی بلند آواز سے بجا رہی تھی اتنی کہ میں نے اس سے پہلے نہیں سنی تھی۔ میں میوزک سن رہی تھی۔ پھر بھی میں نے ان لوگوں کے متعلق سوچا جنہوں نے اس میوزک کو کمپوز کیا تھا۔ جب انہوں نے اسے سنا ہوگا تو کس قدر بیوقوفی محسوس کی ہوگی جو کہ بہر حال مختلف تھے......جن کی موسیقی کی دنیا پر حکومت ہے پھر مجھے ان مشکلات کا خیال آیا اور ان لوگوں کی شرمندگی کا جنہوں نے آرکسٹرا کا اہتمام کیا ہوگا۔ مجھے عوام کی شرمندگی کا بھی خیال آیا جو ابھی تک اس قسم کی موسیقی کے عادی نہیں تھے۔

''نغمہ سانس سے بھی برا'' گو حقیقت یہ تھی کہ لڑکی اپنی روح سے میوزک بجا رہی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ وہ مرنے والی ہے اور میں مرنے نہیں جا رہی ہوں؟ جبکہ شاید میں اپنی جان کا میوزک گہری دلچسپی سے بجاتی ہوں؟''

ڈاکٹر آئیگر خاموشی سے سن رہا تھا۔ لگتا تھا کہ اس کے تمام خیالات نے پھل پھول دینا شروع کر دیا ہے۔ بہر حال یہ بہت جلدی تھی کہ اس پر یقین کیا جائے۔

''میرا تشخص کہاں ہے؟'' میری نے دوبارہ پوچھا ''میرے ماضی میں۔ اس میں جیسی میں چاہتی ہوں کہ میری زندگی ہو۔ میں اپنے تشخص کو اس جگہ قید کر آئی ہوں جہاں میرا گھر تھا، ایک شوہر، ایک ملازمت جسے میں چھوڑنا چاہتی تھی لیکن مجھ میں اتنی ہمت نہیں تھی۔''

''میری روح اور میرا تشخص میرے ماضی میں تھا۔ لیکن آج یہاں ہے۔ میں اسے دوبارہ اپنے جسم میں محسوس کر سکتی ہوں۔ اشتیاق سے بھرپور۔ مجھے نہیں معلوم کہ کیا کرنا ہے۔ میں صرف یہ جانتی ہوں کہ مجھے یہ بات سمجھنے میں تین سال لگ گئے کہ میری زندگی مجھے جس طرح لے جا رہی ہے اس طرف میں جانا نہیں چاہتی۔''

''میں سوچتا ہوں کہ بہتری کے کچھ اشارے نظر آ رہے ہیں۔'' ڈاکٹر آ ئیگر نے کہا۔

''ویلٹ سے جانے کے متعلق مجھے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں چلتی ہوئی دروازے سے نکلوں گی اور کبھی واپس نہیں آ ؤں گی۔ لیکن میں یہ سب کچھ کسی ایک شخص سے کہنا چاہتی ہوں، اور تم سے کہہ رہی ہوں۔ اس جوان لڑکی کی موت نے مجھے اپنی زندگی کا ادراک دے دیا ہے۔''

''میرا خیال ہے کہ بہتری کی علامات معجزاتی صحت مندی میں تبدیل ہو رہی ہے۔''

ڈاکٹر آ ئیگر ہنسا۔ ''تمہارا کیا خیال ہے تم کیا کرو گی؟''

''میں ال سلواڈور (El-Salvador) جا کے بچوں کے ساتھ کام کروں گی۔''

''اتنی دور جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ سراجیوو یہاں سے تقریباً دو سو کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ شاید جنگ ختم ہو چکی ہے، لیکن مسائل اسی طرح ہیں۔''

''پھر میں سراجیوو جاؤں گی۔''

ڈاکٹر آ ئیگر نے میز کی دراز سے ایک فارم نکالا اور انتہائی احتیاط سے پُر کرنے لگا۔

پھر وہ کھڑا ہوا اور میری کے ساتھ دروازے تک آیا۔

''خوش رہو۔'' اس نے کہا اور پھر فوراً ہی اپنے آفس میں واپس جا کر دروازہ بند کر لیا۔ اس نے ہمیشہ اس بات کی کوشش کی کہ مریضوں سے زیادہ قریب نہ ہو لیکن اس میں کبھی کامیاب نہ ہو پایا۔

ویلٹ میں ''میری'' کی کمی شدت سے محسوس ہو گی۔

☆☆☆

21

ایڈورڈ نے جب آنکھیں کھولیں تو لڑکی وہیں تھی۔ پہلے الیکٹرک شاک کے بعد، اسے کافی دیر تک اسے یہ یاد کرنے میں دشواری ہوئی کہ اس کے ساتھ کیا ہوا تھا۔ لیکن شفایابی کے علاج کا اثر اس کے اعصاب پر اچھا پڑا اور وہ مسائل جو پریشان کرتے تھے وہ اسے بھول کر پُرسکون ہو گیا۔

.بہرحال الیکٹرک شاک کا علاج جتنا زیادہ ہوتا تھا۔ قوت برداشت پر اس کا اثر کم ہوتا تھا لیکن اس نے لڑکی کو فوراً ہی پہچان لیا۔

''جب تم سو رہے تھے، تو تم نے جنت کے نظارے کا ذکر کیا تھا۔'' لڑکی نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

لیکن عین اس وقت نرس ہاتھ میں انجکشن لئے اندر آ گئی۔

''یہ اب تمہیں لینا ہے۔'' نرس نے ویرونیکا سے کہا۔ ''یہ ڈاکٹر آئیگر کا حکم ہے۔''

''میں آج پہلے ہی لے چکی ہوں اور اب میں مزید نہیں لینا چاہتی۔'' اس نے کہا۔ ''اور زیادہ کی کیا ضرورت ہے۔ میری خواہش یہاں سے جانے کی بھی نہیں ہے۔ میں حکم ماننے سے انکار کرتی ہوں اور مجھ پر کچھ کرنے کے لئے دباؤ بھی نہیں ڈالا جا سکتا۔''

لگا کہ نرس اس قسم کے ردِعمل کی عادی تھی۔

''پھر مجھے خوف ہے کہ ہمیں سکون آور دوا دینی ہوگی۔''

''میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔'' ایڈورڈ نے کہا۔ ''انجکشن لگوالو۔''

ویرونیکا نے اپنے سوئیٹر کی آستین چڑھائی اور نرس نے نشہ آور دوا کا انجکشن لگا دیا۔

''یہ ایک اچھی لڑکی ہے۔'' اس نے کہا۔ ''اب تم دونوں یہ کیوں نہیں کرتے کہ اس وارڈ سے باہر نکل کر چہل قدمی کرو؟''

''تمہیں رات والے واقعے پر شرمندگی ہوئی۔'' ایڈورڈ نے باغ میں چہل قدمی کے دوران کہا۔

''ہوئی تھی۔ لیکن اس وقت مجھے فخر ہے۔ میں جنت کے نظارے کے متعلق جاننا چاہتی ہوں۔ کیونکہ اپنے جیسے شخص کے بہت قریب ہوں۔''

''میں کچھ اور دیکھنا چاہتا ہوں، ویلٹ کی عمارت سے باہر۔'' اس نے کہا۔

''پھر بیان کرو۔''

ایڈورڈ نے اپنے پیچھے دیکھا۔ وارڈ کی دیواروں یا باغ میں نہیں جہاں ان کے ویلٹ کے ساتھی خاموشی سے چہل قدمی کر رہے تھے بلکہ دوسرے براعظم کی کسی سڑک کو جو ایسی سرزمین پر ہے جہاں یا تو طوفانی بارشیں ہوتی ہیں یا ہوتی ہی نہیں۔

☆☆☆

22

ایڈورڈ اس زمین کو سونگھ سکتا ہے۔ یہ خشک موسم تھا۔ وہ گرد و غبار کی ہواؤں کو اپنے نتھنوں میں محسوس کر سکتا ہے جو اس کے لئے خوش کن احساس ہے کیونکہ زمین کی بو سے زندہ ہونے کا احساس ہوتا ہے۔ وہ اسپورٹس سائیکل پر سوار تھا، اس کی عمر سترہ برس تھی اور حال ہی میں وہ امریکن کالج برازیلیہ سے فارغ ہوا تھا جہاں سفارت کاروں کے بچے بڑھا کرتے تھے۔

وہ برازیلیہ سے نفرت کرتا تھا لیکن برازیل کے لوگوں سے محبت۔ دو برس قبل اس کے والد یوگوسلاویہ کے سفیر مقرر ہوئے تھے۔ یہ وہ وقت تھا جب کوئی اپنے ملک کا حصہ بخرا کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ مرد و خواتین اپنے تمام تر علاقائی اختلافات کے باوجود محبت سے رہ رہے تھے۔

اس کے والد کی پہلی تقرری برازیل میں ہوئی تھی۔ ایڈورڈ ساحلوں، کارنیوال، فٹ بال میچز اور موسیقی کا خواب دیکھا کرتا تھا۔ لیکن برازیل کے دارالحکومت میں وہ سب ختم ہو کے رہ گئے تھے جو ساحل سے بہت دور ایک ایسا شہر تھا جہاں سیاست دانوں، افسران بالا، سفارت کاروں اور ان کے بچوں کو پناہ گاہ فراہم کرتا تھا جو یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ کرنا کیا ہے۔ اس شہر کے بیچوں بیچ وہ موجود تھے۔

ایڈورڈ کو اس جگہ رہنے سے نفرت تھی۔ وہ اپنا وقت پڑھائی میں صرف کیا کرتا تھا...... کوشش کے باوجود ناکامی...... ساتھیوں کے ساتھ کوشش لیکن ناکامی۔ اسے کاروں سے

دلچسپی تھی، نئے طرز کے لباس کا دلدادہ۔ صرف یہی موضوع تھا جس پر اپنے ساتھیوں اور جوانوں سے گفتگو ہوتی تھی۔

جب دیکھو پارٹیاں ہوا کرتیں، جہاں ایک کمرے میں بیٹھ کے پیا کرتے تھے اور لڑکیاں ایک دوسرے سے مذاق کیا کرتیں۔ وہاں ہمیشہ نشہ آور چیزیں ہوا کرتیں اور ایڈورڈ نے تقریباً تمام اقسام کا مزہ چکھ رکھا تھا۔ ایسا نہیں ہے کہ کوئی چیز اس کے جذبات کو بھڑکاتی تھی۔ وہ یا تو بہت زیادہ مشتعل ہو جاتا تھا یا پھر اس پر نیند کا غلبہ ہو جایا کرتا چنانچہ فوراً ہی اپنے اردگرد ہونے والی باتوں سے اس کی دلچسپیاں ختم ہو جاتیں۔

اس کے خاندان والوں کو بڑی فکر لاحق رہا کرتی۔ وہ اسے اپنے والد کے نقشِ قدم پر چلانا چاہتے تھے۔ اس میں شبہ نہیں کہ ایڈورڈ میں ہر قسم کی فطری صلاحیت اور لیاقت تھی۔ پڑھنے کی خواہش، اچھا فنکارانہ ذوق، زبان دانی، سیاست میں اس کی دلچسپی، بہر حال اس میں سفارت کاری کی صلاحیتیں کم تھیں۔ چنانچہ وہ دوسروں سے گفتگو کرنے میں دشواری محسوس کیا کرتا تھا۔

اس کے والدین اسے پارٹیوں میں لے جایا کرتے۔ اس سے کہتے کہ اپنے اسکول کے دوستوں کو گھر مدعو کیا کرو، ان کی خاطر مدارات اور اچھا سلوک کیا کرو۔ لیکن ایڈورڈ ان میں سے کسی بات پر کم ہی دھیان دیا کرتا تھا۔ ایک دن اس کی ماں نے پوچھا کہ اس نے اپنے دوستوں کو لنچ یا شام کے کھانے پر مدعو کیوں نہیں کیا۔

''میں اپنے تمام دوستوں کو جانتا ہوں اور تمام لڑکیوں کو بھی جنہیں آسانی سے بلایا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد اب ان سے کرنے کی کونسی بات رہ جاتی ہے۔''

برازیلین لڑکی منظر پر نمودار ہوئی۔ سفیر اور اس کی بیگم نے سوچا کہ ٹھیک ہے اس کا لڑکا اس لڑکی سے ملنے باہر جائے گا اور رات کو دیر سے گھر لوٹے گا۔ یہ بات کسی کو نہیں معلوم تھی کہ وہ کہاں سے آئی تھی، لیکن ایک رات، ایڈورڈ نے اسے شام کھانے پر گھر بلایا۔ وہ ایک

اچھی صحت مند لڑکی تھی اور اس کے والدین خوش اور مطمئن تھے۔ لڑکے نے بالآخر دوسرے لوگوں سے رشتے استوار کرنا شروع کر دیئے۔ اس کے علاوہ، دونوں نے سوچا...... گو کہ کہا کسی نے کچھ بھی نہیں...... کہ لڑکی کی موجودگی نے ان کے ذہن سے ایک بڑی تشویش ختم کر دی۔ ایڈورڈ ظاہراً ہم جنس پرست نہیں تھا۔

انہوں نے ماریا (یہ اس کا نام تھا) کو مستقبل کا قانونی رشتہ دار سمجھنا شروع کر دیا۔ اس کے باوجود کہ وہ جانتے تھے کہ دو برسوں میں وہ کہیں ٹرانسفر ہو کے چلے جائیں گے، اور ان کے ذہن کے کسی گوشے میں یہ نہیں تھا کہ وہ اپنے لڑکے کی شادی بیرون ملک کریں گے۔ اپنے بیٹے کے لئے ان کا ارادہ یہ تھا کہ وہ فرانس یا جرمنی کی کوئی لڑکی تلاش کریں گے۔ جو روشن سفارتی کیریئر میں ایک باوقار ساتھی ہوگی، جس کے لئے سفیر تگ ودو کر رہا تھا۔

لگتا تھا کہ ایڈورڈ کی اس لڑکی سے محبت بڑھتی جا رہی ہے۔ اس کی فکرمند ماں اپنے شوہر سے بات کرنے کے لئے گئی۔

"سفارت کاری کا فن یہ ہے کہ اپنے مقابل کو انتظار کراؤ۔" سفیر نے کہا۔ "خصوصاً تم محبت کو پروان چڑھاؤ۔ یہ ہمیشہ ختم ہو جاتی ہے۔"

لیکن لگتا ہے ایڈورڈ مکمل طور پر تبدیل ہو چکا۔ اس نے عجیب عجیب کتابیں گھر لانا شروع کر دیں، اور اس طرح اپنے کمرے میں کتابوں کا اہرام مصر تعمیر کر دیا، اور ماریا کے ساتھ ہر رات دھونی رماتا، اور گھنٹوں بیٹھا دیواروں پر لگے عجیب سے نقشے کو دیکھتا رہتا۔ اسکول میں ایڈورڈ کے نمبر کم سے کم تر ہونے لگے۔

اس کی ماں پرتگالیوں سے ناواقف تھی لیکن وہ کتابوں کے کور دیکھ سکتی تھی۔ آگ کا بڑا الاؤ، لٹکی ہوئی چڑیلیں، عجیب وغریب نشانات۔

"ہمارا بیٹا خطرناک مواد کا مطالعہ کر رہا ہے۔"

"خطرناک؟ بلقان (مشرقی یورپ کا ایک جزیرہ نما) میں کیا ہو رہا ہے، وہ خطرناک

ہے۔'' سفیر نے کہا۔ ''افواہیں پھیلیں ہوئی ہیں کہ سلووینیا آزادی مانگ رہا ہے جو ہمیں جنگ میں جھونک دے گا۔''

بہرحال ماں کو سیاست سے کوئی دلچسپی نہیں۔ وہ صرف یہ جاننا چاہتی ہے کہ اس کے بیٹے کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔

''دھونی رمانے کا کون سا دماغی خلل ہے؟''

''یہ بھنگ کے پتوں کو جلا کر اس کے دھوئیں کو سونگھ کر کیا جانے والا نشہ ہوتا ہے۔'' سفیر نے کہا۔ ''ہمارے بیٹے نے بہت ہی اچھی تعلیم حاصل کی ہے۔ وہ نہیں مان سکتا کہ اس قسم کی خوشبو کبھی حوصلے کم کر سکتی ہے۔''

''میرا بیٹا نشے کا عادی ہے؟''

''اگر ہے بھی تو کیا۔ میں خود جب جوان تھا تو بھنگ کے دھوئیں سے نشہ کیا کرتا تھا۔ اس سے لوگ جلد ہی بور ہو جاتے ہیں میں بھی ہو گیا۔''

اس کی بیوی فخر و سکون محسوس کرنے کے ساتھ مطمئن ہو گئی۔ اس کا شوہر ایک تجربہ کار شخص تھا۔ وہ نشے کی دنیا میں داخل ہوا اور بغیر کسی زخم یا نقصان اٹھائے اس میں سے نکل آیا۔ ایسی مضبوط قوت ارادی کا شخص ہر قسم کی صورت حال کو کنٹرول کر لیا کرتا ہے۔

ایک دن ایڈورڈ نے پوچھا کہ کیا وہ سائیکل لے سکتا ہے۔

''ہمارے پاس پہلے ہی شوفر کے ساتھ مرسیڈیز موجود ہے۔ تم سائیکل کیوں لینا چاہتے ہو؟''

''تاکہ قدرت سے مزید قریب ہو سکوں۔ میں اور ماریہ دس دن کے دورے پر جا رہے ہیں۔'' اس نے جواب دیا۔ ''یہاں سے قریب ہی ایک جگہ ہے جہاں کرسٹل کے بڑے ذخائر ہیں اور ماریا کا کہنا ہے کہ وہ بڑی تعداد میں مثبت انرجی بہم پہنچاتے ہیں۔''

اس کے ماں اور باپ کمیونسٹ دور میں اوپر آئے تھے۔ کرسٹل ایک معدنی چیز ہوتی

ہے۔ جس میں کچھ چیزوں کا جوہر ہوتا ہے اور کسی قسم کی انرجی نہیں فراہم کرتا۔ خواہ وہ مثبت ہو یا منفی۔ انہوں نے تحقیق کی اور نتیجہ اخذ کیا کہ اس میں کرسٹل کا ارتعاش ہوتا ہے، اور اسے لوگوں نے تسلیم کرنا شروع کر دیا۔

اگر ان کے بیٹے نے سرکاری پارٹیوں میں اس قسم کی باتیں شروع کر دیں تو لوگوں کی نگاہوں میں یہ ایک تمسخر بن کر رہ جائے گا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ سفیر نے اس صورت حال کو اہمیت دی اور جانا کہ معاملہ بگڑتا جا رہا ہے۔ برازیلیا ایک ایسا شہر تھا جس میں افواہیں ہر وقت گردش کرتی رہتی تھیں اور سفارت خانے میں موجود اس کے مخالف جب یہ سنیں گے کہ ایڈورڈ اس قسم کے غیر معقول خیالات رکھتا ہے تو شاید وہ خیال کریں کہ اس میں یہ سوچ اس کے والدین کی وجہ سے آئی ہے، ڈپلومیسی جو انتظار کروانے کا ایک فن ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ایک ایسا فن بھی کہ ہر قسم کے حالات میں نارمل رہو، سفیر اس پر قائم تھا۔

''میرے بیٹے یہ نہیں چل سکتا۔'' اس کے والد نے کہا۔ ''یوگوسلاویکیا کے فارن آفس میں میرے بہت اچھے دوست ہیں۔ تم ڈپلومیٹ کی حیثیت سے ایک روشن مستقبل رکھتے ہو اور تمہیں حقیقت کا سامنا کرنے کا سبق سیکھنا چاہیئے۔''

ایڈورڈ نے فوراً ہی گھر چھوڑ دیا، اور اس رات واپس نہیں آیا۔ اس کے والدین نے ماریا کے گھر فون کیا۔ اس کے علاوہ شہر کے تمام اسپتالوں میں بھی لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ ماں نے خاندان کے سرپرست کی حیثیت سے اپنے شوہر کی اہلیت پر غیر یقینی کا اظہار کر دیا۔ بہر حال اجنبیوں سے ممکن ہے کہ وہ اچھی گفتگو کرنی جانتا ہو۔

ایڈورڈ دوسرے دن بھوکا پیاسا خمار آلود آنکھوں کے ساتھ واپس آ گیا۔ اس نے کھانا کھایا اور اپنے کمرے میں چلا گیا۔ بھنگ کی پتیاں جلائیں اور اپنے منتر پڑھے اور پھر پورا دن اور پوری رات سوتا رہا۔ جب وہ نیند سے بیدار ہوا تو ایک برانڈ نیو سائیکل اس کا انتظار کر رہی تھی۔

''جاؤ اور اپنے کرسٹلز کو دیکھ آؤ۔'' اس کی ماں نے کہا۔ ''میں تمہارے والد سے وضاحت کر دوں گی۔''

اس طرح اس خشک اور گرد آلود سہ پہر میں ایڈورڈ نے ماریا کے گھر تک سائیکل چلائی۔ شہر کو قاعدے اور سلیقے سے سجایا گیا تھا (یہ آرکیٹکس کی رائے تھی) یا انتہائی خراب طریقے سے (یہ ایڈورڈ کی رائے تھی) اس شہر میں کونے تھے ہی نہیں۔ وہ سڑک پر تیز رفتاری کے ساتھ، آسمان پر بادلوں کے ٹکڑے دیکھتا سائیکل چلا رہا تھا۔ پھر اس نے محسوس کیا جیسے وہ انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ آسمان کی طرف اڑتا جا رہا ہے۔ پھر نیچے آتا ہوا زمین کی سڑک پر دھماکے سے گر گیا۔

''میں حادثے کا شکار ہو گیا ہوں۔''

اس نے پیٹ کے بل ہونے کی کوشش کی کیونکہ اس کا چہرہ سڑک سے چپک گیا تھا، اور پھر یہ بات سمجھ میں آئی کہ اسے اپنے جسم پر قابو نہیں رہا ہے۔ اس نے کاروں کے بریک لگنے کی آوازسنیں۔ لوگ گھبراہٹ کے عالم میں باتیں کر رہے ہیں۔ کچھ لوگ آگے بڑھ کر اسے چھونے کی کوشش کر رہے تھے۔ ایک چیخ سنائی دی۔ ''اسے مت ہلاؤ۔ اگر اسے کسی نے ہلایا تو لنگڑا یا اپاہج کر دے گا، ساری عمر کے لئے۔''

ہر سیکنڈ انتہائی سست رفتاری سے گزر رہا ہے اور ایڈورڈ نے خوف محسوس کرنا شروع کر دیا۔ اپنے والدین کے برخلاف خدا پر اس کا یقین ہے، اور وہ حیات بعد موت پر ایمان رکھتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود سترہ سال کی عمر میں مرنا بڑی ناانصافی لگتی ہے۔ سڑک کو دیکھتا ہوا جو اس کی اپنی زمین بھی نہیں ہے۔

''کیا تم خیریت سے ہو؟'' اس نے کسی کو کہتے ہوئے سنا۔

نہیں وہ خیریت سے نہیں ہے۔ وہ تو حرکت بھی نہیں کر سکتا۔ یہاں تک کہ کچھ کہہ بھی نہیں سکتا۔ سب سے زیادہ بری بات یہ تھی کہ اس کے ہوش وحواس بھی نہیں گئے تھے۔ جو کچھ

ہوا اسے وہ بخوبی جانتا اور جو حالت تھی اس سے واقف تھا۔ وہ بے ہوش کیوں نہیں ہوا؟ عین اس لمحے جب وہ پوری توجہ سے خدا کو دیکھ رہا تھا، پھر بھی اس نے اس پر رحم نہ کھایا۔

''ڈاکٹرز آ رہے ہیں۔'' کسی نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے سرگوشی کی۔ ''مجھے نہیں معلوم کہ تم مجھے سن سکتے ہو یا نہیں۔ بہرحال تم پُرسکون اور ساکت رہو۔''

ہاں۔ وہ سن سکتا ہے اس شخص کو وہ پسند کرے گا۔ ایک شخص۔ بات کرتے رہو۔ اسے یقین دلاؤ کہ یہ کوئی خاص بات نہیں ہے حالانکہ وہ اتنا جانتا تھا کہ لوگ ایسی باتیں اس وقت کہتے ہیں جب معاملہ سچ مچ خراب ہوتا ہے۔ اس نے ماریا کے متعلق سوچا، اس جگہ کے بارے میں بھی سوچا جہاں کرسٹلز سے بھرے پہاڑ ہیں اور ان میں مثبت انرجی بھری ہوئی ہے۔ برازیلیا جیسا نہیں جہاں منفی خصوصیات مجتمع ہیں جس سے اس کی مڈبھیڑ مراقبے کے وقت ہوئی تھی۔

سیکنڈ منٹ بن گئے، لوگ اسے تسلی دینے کی جدوجہد کرتے رہے، اور اس وقوعہ کے بعد پہلی بار اسے درد محسوس ہونے لگا انتہائی شدید درد۔ جس کا مرکز سر کا درمیانی حصہ ہے اور لگتا ہے وہاں سے پورے جسم میں پھیل رہا ہے۔

''وہ پہنچ گئے۔'' ایک شخص نے اس کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا کہا۔ ''کل تم دوبارہ سائیکل چلانے کے قابل ہو جاؤ گے۔''

لیکن دوسرے دن ایڈورڈ اسپتال میں تھا، اس کی دونوں ٹانگوں اور ایک بازو پر پلاسٹر چڑھا ہوا تھا۔ وہ ایک ماہ تک اسپتال سے نہیں جا سکتا ہے۔ بہرحال ماں کی مسلسل سسکیاں، باپ کی پریشان کن فون کالز، ڈاکٹروں کی یقین دہانی جو ہر پانچ منٹ بعد سنائی دیتی۔ اس طرح چوبیس گھنٹے گزر گئے۔ دماغ محفوظ تھا اس میں کوئی چوٹ نہیں آئی تھی۔

اس کی فیملی نے امریکی سفارت خانے فون کیا، جنہیں اسپتال کی تشخیص پر یقین نہیں تھا، اور ان کی اپنی قابل اعتبار ایمرجنسی سروس تھی، اس کے علاوہ برازیلین ڈاکٹروں کی

فہرست جن کو سفارت خانہ اہل سمجھتا تھا اور وہی لوگ ان کے ڈپلومیٹس کو دیکھا کرتے تھے۔ پڑوسیوں سے اچھے تعلقات کے پیش نظر وہ دوسرے سفارت خانوں کو بھی ان کی خدمات فراہم کیا کرتے تھے۔

امریکی اپنی مشینوں کے ساتھ آئے اور اس کا معائنہ کیا، دوسرے ٹیسٹ اور معائنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے۔ وہ نتیجے پر ہمیشہ پہنچ جاتے ہیں کہ اسٹیٹ اسپتال کی تشخیص صحیح ہے اور انہوں نے درست فیصلہ کیا ہے۔

اسٹیٹ اسپتال کے ڈاکٹرز اچھے ہو سکتے ہیں لیکن برازیلین ٹیلی ویژن کے پروگرام میں انہیں اتنا برا بتایا جاتا ہے کہ شاید ہی دنیا میں کہیں ہوتے ہوں۔ ماریا کے اسپتال آنے میں کمی واقع ہوتی گئی۔ شاید اسے کرسٹل کے پہاڑ پر جانے کے لئے کوئی دوسرا مل گیا تھا۔

اس کی گرل فرینڈ کے طرزِ عمل کے برخلاف اس کے والدین روز ہی اسپتال جاتے رہے۔ لیکن پرتگالی کتابیں لانے سے انکار کر دیا، جس کے لئے انہوں نے بہانہ بنایا کہ تمہارے والد کا جلد ہی تبادلہ ہونے والا ہے اس لئے اس زبان کو سیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں جسے کبھی استعمال ہی نہ کرنا ہو۔ اس لئے ایڈورڈ بس دوسرے مریضوں سے بات چیت کرتے ہوئے اپنا وقت پاس کیا کرتا۔ وہ نرسوں سے فٹ بال کی باتیں کرتا یا اس میگزین کو پڑھتا جو اس کے ہاتھ لگ جایا کرتا۔

پھر ایک نرس (مرد) ایک کتاب لایا جو اسے فراہم کی گئی تھی۔ لیکن اس نے دیکھا کہ وہ کافی ضخیم ہے جسے پڑھا نہیں جا سکتا، اور یہی وہ لمحہ تھا جب ایڈورڈ کی زندگی ایک خاص راستے کی طرف گامزن ہوئی، اور اس نے اسے ویلٹ پہنچایا اور تمام حقائق سے روگردانی شروع ہوئی اور اس نے ان تمام چیزوں سے فاصلہ پیدا کر لیا جن پر اس کی عمر کے دوسرے آنے والے لڑکے چلیں گے۔

کتاب تصورات پر مبنی خیالات تھے۔ جس نے پوری دنیا کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ لوگ جو

اپنی تصوراتی زندگی، اپنے جذبات کا دوسروں سے اظہار کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ کا ذکر تھا لیکن اس کے ساتھ ڈارون اور اس کا نظریہ بھی تھا کہ انسان کی موجودہ شکل بندر کی ترقی یافتہ صورت ہے۔ فرائیڈ نے خوابوں کی اہمیت اجاگر کی۔ کولمبس نے ملکہ کے جواہرات داؤ پر لگائے تا کہ ایک نیا براعظم دریافت کر سکے۔ مارکس اس نظریے کے ساتھ ہر شخص یکساں موقعے کا حق دار ہے۔

ان کے علاوہ برگزیدہ شخصیات بھی جیسے Ignatius Loyola، ایک دوسرا سپاہی جس نے بہت سی عورتوں کے ساتھ زندگی گزاری اور بے شمار دشمنوں کو ختم کیا، بہت سی جنگیں لڑیں یہاں تک کہ Pamplona میں زخمی ہو گیا پھر اسی حالت میں بستر پر لیٹے لیٹے اس کی سمجھ میں کائنات آ گئی۔

عاویلہ (Avila) کی ٹریسا جو خدا تک پہنچنے کا راستہ دریافت کرنا چاہتی تھی اور راستے میں قدم لڑکھڑائے جبکہ وہ کوریڈور میں چلتے ہوئے ایک پینٹنگ کو دیکھ کر رکی تھی۔ انتھونی جو اپنی زندگی سے عاجز تھا، اس نے فیصلہ کیا کہ جلاوطنی اختیار کر کے جنگلوں میں چلا جائے جہاں اس نے شیطان کے ساتھ دس برس گزارے اور بالآخر تباہ ہو گیا۔ اسیسی کا فرینسس، اسی جیسا جواں مرد جو پرندوں سے بات کرنے کا تہیہ کئے ہوئے تھا اور ہر چیز سے منہ موڑ رکھا تھا، جیسا کہ اس کے والدین نے منصوبہ بنا رکھا تھا۔

جب اسے کوئی بہتر مصروفیت نہیں ملی تو اس نے اس دوپہر سے اسی موٹی کتاب کو پڑھنا شروع کر دیا۔ نصف شب کے بعد ایک نرس اندر آئی کہ اسے کسی مدد کی ضرورت تو نہیں کیونکہ صرف اسی کے کمرے میں اس وقت تک روشنی ہو رہی تھی۔ ایڈورڈ نے کتاب سے نظر اٹھائے بغیر اس کو اشارے سے منع کر دیا۔

مرد اور عورتیں جنہوں نے دنیا کو ہلایا وہ عام سے مرد اور عورتیں تھیں۔ جیسا کہ وہ ہے، جیسے کہ اس کے والد ہیں، جیسے کہ اس کی گرل فرینڈ جس کے متعلق وہ جانتا تھا کہ اس کے

حلقے سے نکل چکی ہے، وہ سب کے سب اسی شبہے اور تشویش کا شکار تھے کہ سارے بنی نوع انسان روزمرہ مصروفیات سے تجربہ حاصل کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ تھے جنہیں مذہب اور خدا سے کوئی لگاؤ نہیں تھا۔ لیکن اپنی ذہانت کو بڑھاتے یا شعور کی کسی نئی سطح پر پہنچ جاتے یہاں تک کہ ایک دن سادہ سا فیصلہ کرتے کہ ہر چیز کو تبدیل کرنا ہے۔ اس کتاب میں سب سے دلچسپ بات یہ بیان ہوئی تھی کہ ان زندگیوں میں سے ہر ایک میں کوئی ایک طلسمانی لمحہ ایسا آتا ہے جب وہ اپنی تصوراتی جنت کی تلاش میں نکل پڑتے ہیں۔

وہ ایسے لوگ تھے جو اپنی زندگیوں کو یوں ہی گزرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے، اور جو حاصل کرنا چاہتے تھے اس کے حصول کے لئے خیرات مانگتے، ڈپلومیسی کا استعمال کرتے یا طاقت کا، قوانین کو پسِ پشت ڈالتے، یا موجودہ طاقت کے غیض وغضب کا سامنا کرتے، لیکن وہ کبھی پیچھے نہیں ہٹتے اور ہمیشہ اس بات کے اہل ہوتے کہ یہ دیکھیں کہ ان مشکلات کے پیچھے کیا فائدہ ہے۔

اگلے دن، ایڈورڈ نے اپنی سونے کی گھڑی اس نرس کو دے دی جس نے اسے کتاب دی تھی، اور کہا کہ تم اسے بیچ دو اور ان پیسوں سے اس موضوع پر جتنی کتابیں ملیں خرید لو۔ ایسی ہی کوئی اور کتاب بھی ہے۔ اس نے چند ایسے لوگوں کے حالات زندگی کا مطالعہ کرنے کی کوشش کی جو خواب دیکھا کرتے تھے۔ لیکن انہوں نے ہمیشہ یہی بیان کیا کہ ان کا انتخاب کیا گیا تھا۔ وہ کوئی عام شخص نہیں تھے جیسے دوسرے لوگ ہوتے ہیں۔

ایڈورڈ نے جو کچھ پڑھا اس سے بہت متاثر ہوا تھا۔ وہ سنجیدگی سے غور کر رہا تھا کہ برگزیدہ شخص بن جائے اور اپنے اس حادثے کو اپنی زندگی میں تبدیلی لانے کا ایک موقع سمجھے لیکن اس کی دو ٹانگیں ٹوٹی ہوئی تھیں اور اسپتال میں رہائش کے دوران اس نے کوئی خواب بھی نہیں دیکھا تھا یہاں تک کہ وہ اس پینٹنگ کے پاس بھی نہیں رکا جس نے اس کی روح کو جھنجھوڑ دیا تھا۔ اس کا کوئی دوست نہیں تھا جو برازیل کے سطح مرتفع پر اس کے لئے

ایک عمارت تعمیر کر دے اور ویرانے وہاں سے دور ہوں۔ بہر حال کچھ چیزیں ایسی تھیں جنہیں وہ کر سکتا تھا۔ وہ پینٹنگ سیکھ کر دنیا کو وہ خواب دکھا سکتا ہے جن کا مرد اور عورت نے تجربہ کر رکھا تھا۔

جب اس کا پلاسٹر کھلا اور وہ انتہائی دیکھ بھال، مہربانیوں اور توجہ کے ساتھ سفارت خانے پہنچا جیسا کہ ایک سفیر کا بیٹا سوچ سکتا ہے تو اس نے اپنی ماں سے پوچھا کہ کیا وہ پینٹنگ کر سکتا ہے۔

اس کی ماں نے جواب دیا کہ اس نے پہلے ہی امریکی اسکول کی بہت سی کلاسوں کا ناغہ کیا ہے اور اسے اس نقصان کی تلافی کرنی ہے۔ ایڈورڈ نے انکار کر دیا۔ اس کی ذرا سی بھی خواہش نہیں تھی کہ وہ جا کر جغرافیہ اور سائنس پڑھے، وہ آرٹسٹ بننا چاہتا تھا۔ پھر اس نے وضاحت کی کہ ایسا کیوں چاہتا ہے۔

''میں جنت کے تصور کی پینٹنگ بنانا چاہتا ہوں۔''

اس کی ماں نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن وعدہ کیا کہ وہ اپنی دوست خاتون سے پوچھے گی کہ شہر میں پینٹنگ کا کون سا کورس سب سے اچھا ہے۔

جب سفیر شام کے وقت اپنی مصروفیات سے فارغ ہو کر گھر آیا تو دیکھا کہ وہ اپنی خواب گاہ میں رو رہی ہے۔

''ہمارا بیٹا پاگل ہے۔'' اس نے کہا، اس کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا۔ ''حادثے کا اثر اس کے دماغ پر ہوا ہے۔''

''ناممکن!'' سفیر نے برہم ہوتے ہوئے جواب دیا۔ ''خصوصی طور پر منتخب امریکی ڈاکٹروں نے اس کا معائنہ کیا ہے۔''

اس کی بیوی نے اسے بتایا کہ بیٹے نے کیا کہا ہے۔

''یہ محض باغیانہ خیالات ہیں۔ تم ٹھہرو ہر چیز ٹھیک ہو جائے گی، تم دیکھو گی۔''

اس انتظار سے کوئی اچھائی برآمد نہیں ہوئی کیونکہ ایڈورڈ کو ذریعہ معاش کی جلدی تھی۔

دو دنوں بعد، ماں کی دوست کا انتظار کرتے تھک کر اس نے فیصلہ کیا وہ خود آرٹ اسکول میں داخلہ لے گا اس نے رنگوں اور نقشوں کو پڑھنا شروع کر دیا۔

''وہ آرٹسٹوں کے ساتھ رہ رہا ہے۔'' اس کی ماں نے روتے ہوئے سفیر سے کہا۔

''اس لڑکے کو تنہا چھوڑ دو۔'' سفیر نے کہا۔'' وہ جلد ہی اس سے بیزار ہو جائے گا جیسے کہ اپنی گرل فرینڈ سے ہوا ہے۔ جیسے کہ کرسٹل کا اہرام بنانے سے، دھونی اور بھنگ سے۔''

لیکن وقت گزر اور ایڈورڈ کا کمرہ بے ترتیب اسٹوڈیو بن گیا۔ بہت ساری پینٹنگ جو اس کے والدین کی سمجھ سے بالاتر تھیں مثلاً دائرے، انوکھے اور عجیب رنگوں کے امتزاج سے قدیم عہد وسطیٰ کے نشانات سب دعا کرتے ہوئے ایک ساتھ ملے ہوئے ہیں۔

ایڈورڈ ایک تنہا لڑکا تھا جو برازیل میں دو سال تک قیام کے دوران کبھی کسی دوست کو گھر نہیں لایا تھا۔ لیکن اب عجیب عجیب طرح کے لوگوں سے گھر بھرا رہتا تھا۔ ان سب کے لباس بیہودہ اور سر کے بال بہت گندے ہوتے۔ وہ سب پوری تیز آواز سے ہنگامہ خیز میوزک سنا کرتے تھے۔ ہر وقت بے تحاشہ شراب پینا، تمباکو نوشی کرنا ان کا معمول تھا۔ ایک دن امریکی اسکول کے ڈائریکٹر نے ایڈورڈ کی ماں کو بلوایا۔

''میرا خیال ہے کہ تمہارا بیٹا نشہ کرتا ہے۔'' ڈائریکٹر نے کہا۔'' اس کے نمبر بھی اوسط سے خاصے کم ہیں۔ اگر وہ اسی راستے پر چلتا رہا تو ہم اس کے داخلے کی تجدید نہیں کر سکیں گے۔''

اس کی ماں سیدھی سفارت خانے گئی اور ڈائریکٹر نے جو کچھ کہا تھا اس کے علم میں لے آئی۔

''تم کہتے رہو، وقت کے ساتھ ساتھ ہر چیز نارمل ہو جائے گی۔'' وہ ہسٹیریائی انداز میں رونے لگی۔'' تمہارا پاگل نشے کا عادی لڑکا یقیناً شدید دماغی زخم کا شکار ہے، اور تم اس

طرح ہر وقت کاک ٹیل پارٹیز اور سماجی اجتماعات میں شرکت کرتے رہتے ہو۔''

''تم نیچی آواز میں بات کرو۔'' اس نے کہا۔

''نہیں، میں نہیں کروں گی، اور کبھی نہیں کروں گی اگر تم نے کچھ نہیں کیا، لڑکے کو مدد کی ضرورت ہے، کیا تم یہ بات نہیں سمجھ رہے ہو۔ میڈیکل ہیلپ، کچھ کرو۔''

اس کی بیوی نے جس طریقے سے اس کے سٹاف کے سامنے بات کی تھی، اس کی وجہ سے وہ پریشان اور فکر مند تھا کہ ایڈورڈ کی پینٹنگ میں دلچسپی توقع سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔ سفیر جو ایک عملی شخص ہے اور جانتا ہے کہ بہتر انداز میں کیسے نمٹا جا سکتا ہے۔

پہلے اس نے اپنے ساتھی امریکی سفیر کو فون کیا اور انتہائی نرمی سے پوچھا کہ وہ دوبارہ سفارت خانے کی میڈیکل سہولیات استعمال کر سکتا ہے۔ اس کی درخواست منظور ہو گئی۔

وہ ڈاکٹرز کے پاس گیا۔ اس نے پوری صورت حال بیان کی اور کہا کہ وہ تمام ٹیسٹ کے ساتھ جائیں اور مریض کو دیکھیں۔ ڈاکٹر نے اس خوف سے کہ یہ قانونی معاملہ ہے ویسا ہی کیا جیسا کہ کہا گیا تھا۔ رپورٹس کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے۔ اس سے پہلے کہ سفیر جاتا انہوں نے مطالبہ کیا کہ وہ ایک دستاویز پر دستخط کر دیں کہ امریکن سفارت خانہ ہر طرح سے بری الذمہ ہے۔

انہوں نے خون کو ٹیسٹ کیا لیکن اس میں نشے کی علامات نہیں ملیں۔

اس کی تیسری حکمت عملی یہ ہے کہ وہ ایڈورڈ سے خود بات کرے اور دیکھے کہ کیا ہو رہا ہے۔ تمام حقائق معلوم ہونے کی صورت میں ہی کسی صحیح فیصلے کی توقع کی جا سکتی ہے۔

باپ اور بیٹا دونوں کمرے میں بیٹھے۔

''تمہاری ماں تمہارے لئے بہت زیادہ فکر مند ہے۔'' سفیر نے کہا۔ ''اسکول میں تمہارے نمبر انتہائی خراب ہیں اور خطرہ ہے کہ تمہارا داخلہ منسوخ ہو جائے۔''

''لیکن آرٹ اسکول میں میرے نمبر بڑھے ہیں، ڈیڈ۔''

''میں دیکھتا ہوں کہ آرٹ میں تمہاری دلچسپی بہت زیادہ ہے۔ لیکن اس کے لئے تو بڑی زندگی پڑی ہوئی ہے، فی الحال اہم یہ ہے کہ تم اپنی سیکنڈری اسکول کی تعلیم پوری کرو۔ تا کہ میں تمہیں ڈپلومیٹک کیریئر کے لئے راستے پر لگادوں۔''

ایڈورڈ نے کچھ کہنے سے پہلے دیر تک سوچا۔ اس نے حادثے کے متعلق سوچا، خوابوں پر مبنی کتاب کو سوچا جو اس کے لئے اپنی خواہش کے مطابق موزونیت کا عذر بن گئی، اور اس نے ماریہ کے بارے میں سوچا جس کے متعلق اس نے دوبارہ کچھ نہیں سنا تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک ہچکچاتا رہا پھر کہا:

''ڈیڈ میں ڈپلومیٹ نہیں بننا چاہتا، میں ایک آرٹسٹ بننا چاہتا ہوں۔''

اس کے والد اس جواب کے لئے تیار تھے اور جانتے تھے کہ اس سے کس طرح نمٹا جائے۔

''تم یقیناً آرٹسٹ بنو گے لیکن پہلے اپنی تعلیم مکمل کرو۔ ہم تصویروں کی نمائش کا بلغراد، زیگرب، لبیانا اور سراجیوو میں اہتمام کریں گے۔ میرے کافی تعلقات ہیں، میں تمہاری مدد کرسکتا ہوں لیکن تمہیں اپنی تعلیم مکمل کر لینی چاہیئے۔''

''اگر میں نے یہ کیا تو پھر کوئی آسان راستہ تلاش کروں گا۔ میں تعلیم کے کسی ایک یا دوسرے شعبے میں داخل ہوں گا اور ایسے مضامین میں جس میں میری دلچسپی نہیں ہوگی اور ڈگری حاصل کروں گا تا کہ وہ میری قوت لایموت میں میری مددگار ہو۔ پینٹنگ فی الحال پس پشت ہوگی اور میں اپنی موزونیت کو بھولنا چھوڑ دوں گا۔ میں صرف وہ راستہ دیکھوں گا جس سے پینٹنگ کے ذریعے پیسے کما سکوں۔''

سفیر کو غصہ آنا شروع ہوا۔

''تمہارے پاس سب کچھ ہے بیٹے، ایک خاندان جو تم سے محبت کرتا ہے، ایک گھر، پیسے، سماجی حیثیت، لیکن جیسا کہ تم جانتے ہو کہ ہمارے ملک پر ایک سخت وقت پڑا ہے،

سول وار کی افواہیں ہیں۔ شاید کل میں یہاں تمہاری مدد کے لئے موجود نہ ہوں۔''

میں اپنی مدد آپ کرلوں گا۔ مجھ پر یقین کریں، ایک دن میں بہت سی تصاویر بناؤں گا۔ ''جنت کا منظر'' یہ ایسی دیکھائی دینے والی تاریخ ہوگی۔ جسے عورتیں اور مرد دونوں اپنے دلوں میں محسوس کرتے رہے ہیں۔

سفیر کو اپنے بیٹے کے ارادوں پر فخر ہوا۔ گفتگو میں مسکراہٹ شامل ہوئی اور فیصلہ کیا کہ اسے ایک ماہ کا وقت اور دیا جائے۔ ڈپلومیسی بھی تو معاملات کو تاخیری حربوں سے التواء میں ڈالنے کا فن ہوتی ہے۔

ایک مہینہ گزر گیا، اور ایڈورڈ بدستور پینٹنگ میں لگا رہا۔ اس کے عجیب و غریب دوست اور وہ موسیقی نفسیاتی خرابی پیدا کرتی رہی۔ معاملات اس طرح اور بگڑ گئے۔ جب امریکی کالج نے اسے نکال دیا کیونکہ اس نے اپنے استاد سے سینٹ (برگزیدہ شخصیت) کی موجودگی کے سلسلے میں بحث کی تھی۔ اس فیصلے کو بھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ سفیر نے اپنے بیٹے کو گفتگو کے لئے بلایا۔

''ایڈورڈ۔ تم اب اس عمر میں ہو کہ تمہیں اپنی زندگی کے لئے ذمہ داری لینی چاہیئے۔ ہم نے ممکن حد تک اس کو موخر کیئے رکھا لیکن اب تمہیں اس بے ہودہ خیال کو دل سے نکال دینا چاہیئے کہ تم آرٹسٹ بنو گے۔ تمہیں اپنے مستقبل کے لئے صحیح راستے کا انتخاب کرنا ہوگا۔''

''لیکن ڈیڈ۔'' ''آرٹسٹ بننا بھی کیریئر کا ایک راستہ ہے۔

''اور ہماری تم سے محبت، وہ کوششیں اور جدوجہد جو ہم نے تمہیں اچھی تعلیم دلانے کے لئے کی۔ تم نے اس کا کبھی خیال نہیں کیا اور میں سمجھتا ہوں کہ ان تمام باتوں کی اصل وجہ تمہارا وہ حادثہ ہے، اس کا نتیجہ۔''

''دیکھو، میں دنیا میں ہر چیز اور ہر شخص سے زیادہ تم سے محبت کرتا ہوں۔''

سفیر نے اپنا گلا صاف کیا۔ وہ اس طرح اپنی محبت کے اظہار کا عادی نہیں تھا۔

''پھر تم اس محبت کی خاطر جو ہم سے رکھتے ہو، برائے مہربانی وہ کرو جو تمہاری ماں تم سے کہتی ہے۔ ان پینٹنگ وغیرہ کے کاموں کو فی الحال بند کر دو۔ اپنے ہم مرتبہ لڑکوں سے دوستی کرو اور دوبارہ پڑھائی شروع کر دو۔''

''تم مجھ سے محبت کرتے ہو ڈیڈ۔ تم مجھ سے اس طرح کرنے کے متعلق نہیں کہہ سکتے کیونکہ تم نے ہمیشہ ایک مثال قائم کی ہے، جو چیزیں تمہیں مرغوب تھیں اس کے لئے لڑتے ہوئے۔ تم مجھے اس کے لئے آمادہ نہیں کر سکتے، جس کے لئے میرا دل نہ چاہتا ہو۔''

''میں نے کہا ہے کہ اس محبت کے نام پر اور میں نے اس سے قبل تو ایسا نہیں کیا۔ لیکن اس وقت کہہ رہا ہوں۔ اس محبت کے نام جو تم ہم سے کرتے ہو۔ اس محبت کے نام جو ہم تم سے کرتے ہیں۔ گھر آ جاؤ۔ میرا مطلب جسمانی آمد سے نہیں ہے بلکہ حقیقی آمد سے ہے۔ حقیقت سے روگردانی کر کے تم خود کو دھوکہ دے رہے ہو، اپنا نقصان کر رہے ہو۔''

تمہاری پیدائش کے بعد سے ہی ہمارا خواب تھا کہ ہماری زندگی کیسی ہو گی۔ ہمارے لئے تم ہی سب کچھ ہو۔ ہمارا مستقبل اور ہمارا ماضی۔ تمہارے دادا سول سرونٹ تھے اور میں نے ڈپلومیٹک سروس کے لئے شیروں جیسی لڑائی لڑی اور اوپر جانے کے لئے راستہ بنایا اور میں نے جو کچھ کیا وہ صرف اس لئے کیا تا کہ تمہارے لئے جگہ نکل سکے۔ اس لئے بھی کہ تمہارے لئے آسانیاں پیدا ہوں۔ میرے پاس وہ قلم اب بھی ہے جس سے میں نے سفیر کی حیثیت سے پہلی دستخط کی تھی اور میں نے بڑی محبت اور چاؤ سے اسے رکھ چھوڑا ہے تا کہ جب تم نے بھی ایسا ہی کر لیا تو تم تک پہنچا سکوں۔

ہماری بے حرمتی نہ کر و بیٹے۔ ہم ہمیشہ زندہ نہیں رہیں گے اور ہم پُرسکون ماحول میں

مرنا چاہتے ہیں۔ ہمارے لئے پُرسکون حالات اس وقت ہوں گے جب تم زندگی کے صحیح راستے پر آ جاؤ گے۔

''اگر تم واقعی ہم سے محبت کرتے ہو تو ویسا کرو جیسا کہ ہم تم سے کہتے ہیں۔ اگر تم ہم سے محبت نہیں کرتے تو پھر جو کر رہے ہو وہ کرتے رہو۔''

ایڈورڈ برازیلیہ میں، دیر تک بیٹھا آسمان کو دیکھتا رہا۔ بادلوں پر نظر جمائے جو نیلے پس منظر میں اِدھر اُدھر اڑ رہے تھے۔ بادلوں کے خوبصورت ٹکڑے جس میں بارش کے پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں تھا تاکہ خشک موسم میں برازیلین سطح مرتفع کے درمیانی حصے میں نمی پیدا کر سکے۔

اگر اس کی کیفیت یونہی جاری رہی تو اس کی ماں غم میں ڈوب جائے گی اور باپ کا کامیاب کیریئر ختم ہو جائے گا اور دونوں ایک دوسرے پر الزامات لگانے لگیں گے کہ انہوں نے اپنے پیارے بیٹے کی صحیح تربیت نہیں کی۔ اگر وہ پینٹنگ چھوڑ دیتا ہے تو ''جنت کا منظر''، دن کی روشنی کبھی نہیں دیکھ پائے گا، اور دنیا کی کوئی چیز اسے کبھی سرخوشی اور مسرت نہیں پہنچا سکے گی۔

اس نے اپنے اردگرد نظریں گھمائیں۔ اس نے اپنی پینٹنگز دیکھی، اسے یاد آیا کہ ان پر کتنی محبت سے برش چلایا تھا۔ اس نے دیکھا کہ اس کی پینٹنگز اول نہ سہی دوسرے درجے کی ضرور ہیں۔ وہ غلط فہمی کا شکار تھا۔ وہ ایسی چیز کا خواہش مند تھا جس کے لئے قدرت نے اس کا انتخاب نہیں کیا تھا اور اسے جو قیمت ملی تھی وہ اس کے والدین کی مایوسیاں تھیں۔

''جنت کا منظر'' کے لئے صرف چند لوگ مخصوص کئے گئے تھے۔ جنہیں کتابوں میں ہیرو اور ایمان و یقین کا شہید کہا گیا تھا۔ ایسے لوگوں کو اپنے بچپن سے ہی علم ہوتا ہے کہ دنیا ان سے کس بات کی توقع کرتی ہے۔ اس نے جو پہلی کتاب پڑھی تھی ان میں نام نہاد حقائق

دراصل داستان گو کی اختراعات تھیں۔

پھر ایک وقت ایسا آیا جب اس نے اپنے والدین سے اقرار کیا کہ وہ سچ کہتے ہیں۔ یہ نوجوانی کا ایک خواب تھا۔اس کا تصویر کشی کا جذبہ جاتا رہا۔اس کی ماں کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو ابل پڑے، اس نے اپنے بیٹے کو گلے سے لگا لیا اور ہر چیز اپنی اصل صورت میں لوٹ آئی۔

اس رات، سفیر نے اپنی اس فتح کو اس طرح منایا کہ شیمپئن کی ایک بوتل کھولی اور اکیلے ہی پی گیا۔ وہ جب سونے کے لئے بستر پر آیا تو اس کی بیوی کئی مہینوں بعد پہلی بار سکون کی نیند کے مزے لے رہی تھی۔

دوسرے دن ان لوگوں نے ایڈورڈ کے کمرے میں اتھل پتھل دیکھی، ساری پینٹنگز چاقو سے پھاڑ دی گئی تھیں اور لڑکا ایک کونے میں بیٹھا آسمان پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔ اس کی ماں نے اسے گلے لگایا اور بتایا کہ وہ اسے کتنا چاہتی ہے۔لیکن ایڈورڈ نے کوئی جواب نہیں دیا۔

اسے اب محبت اور پیار سے کوئی لگاؤ نہیں رہ گیا تھا۔ان معاملات سے کوئی مطلب نہیں رہ گیا تھا۔اس نے بس یہ سوچ رکھا تھا کہ وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کے اپنے والد کے مشوروں پر عمل کرے گا لیکن اس نے اس راستے پر چلنے میں بہت عجلت کی۔ اس نے اس گھاٹی کو جو خواب سے الگ کیے رہتی تھی۔اسے پار کر لیا تھا اور اب واپس جانے کا کوئی امکان نہیں رہ گیا تھا۔

وہ اب نہ تو آگے جا سکتا تھا اور نہ ہی پیچھے۔اب آسان بات یہ رہ گئی تھی کہ وہ منظر سے ہٹ جائے۔

ایڈورڈ مزید پانچ ماہ تک برازیل میں رہا جہاں ماہر ڈاکٹر اس کا علاج کرتے رہے۔ انہوں نے ایک خاص قسم کی پراگندہ ذہنی تجویز کی جو سائیکل کے حادثے کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔

پھر یوگوسلاویکیہ میں جنگ شروع ہوگئی اور سفیر کو عجلت میں واپس بلا لیا گیا۔ اب اس کے خاندان کے لئے ایڈورڈ کی دیکھ بھال ایک مسئلہ بن گئی۔ صرف ایک ہی راستہ بچا کہ اُ نئے کھلنے والے دماغی اسپتال ویلٹ میں چھوڑ دیا جائے۔

☆☆☆

23

اس وقت تک ایڈورڈ نے اپنی کہانی ختم کر لی تھی۔ رات کا اندھیرا پھیل چکا تھا اور وہ دونوں سردی سے کپکپا رہے تھے۔

''چلو ہم اندر چلتے ہیں۔'' اس نے کہا۔ ''وہ رات کا کھانا لگا رہے ہوں گے۔''

''ہم جب بچپن میں اپنی دادی کے گھر جایا کرتے تھے تو میں ایک خاص پینٹنگ دیکھ کر بے اختیار ہو جایا کرتی تھی۔ اس میں دکھایا گیا تھا کہ ایک عورت...... حضرت مریم...... جیسا کہ کیتھولکس کہتے...... وہ کہیں دنیا سے بلند جگہ پر کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے بازو دنیا کی طرف پھیلے ہوئے تھے، اور اس کی انگلیوں سے روشنی کی کرنیں نکل رہی تھیں۔''

پینٹنگ میں مجھے جو چیز انتہائی دلچسپ لگی وہ یہ تھی کہ وہ عورت (حضرت مریم) ایک زندہ سانپ پر کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے اپنی دادی سے کہا تھا۔ ''کیا اسے سانپ سے خوف نہیں آتا؟ کیا وہ اس کے پاؤں میں کاٹ کر اپنے زہر سے مار نہیں سکتا؟''

میری دادی نے کہا تھا۔ ''بائبل کے مطابق سانپ ہی اچھائیاں اور برائیاں لایا ہے اور وہ اپنی محبت کے ذریعے اچھائیوں اور برائیوں پر رکھے ہوئے ہے۔''

''میری کہانی کی بناء یہی چیز ہے؟''

''میں تمہیں صرف ایک ہفتے سے جانتی ہوں چنانچہ یہ بہت جلدی ہوگی کہ میں تم سے یہ کہوں کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ لیکن چونکہ میں آج شاید رات میں زندگی سے محروم

ہو جاؤں تو بھی بہت دیر ہو چکی ہو گی۔ لیکن لڑکے اور لڑکی کی دیوانگی مختصراً محبت ہے۔''

''تم نے مجھے ایک محبت کی کہانی سنائی۔ میں ایمانداری سے یہ سمجھتی ہوں کہ تمہارے والدین تمہاری بہتری چاہتے ہیں لیکن ان کی محبت نے قریب قریب تمہاری زندگی کو ختم کر دیا۔ اگر ہماری خاتون مکرم جیسا کہ دادی کی پینٹنگ میں دکھایا گیا کہ وہ ایک سانپ کے اوپر کھڑی ہوئی ہیں، تو یہ اس بات کا اشارہ ہے کہ محبت کے دو چہرے ہوتے ہیں۔''

''میں تمہارا مطلب سمجھ گیا'' ایڈورڈ نے کہا۔ ''میں نے نرسوں کو غصہ دلایا کہ وہ میرا الیکٹرک شاک سے علاج کریں۔ کیونکہ تم نے میرے اندر سب کچھ گڈ مڈ کر دیا ہے۔ میں اپنی محسوسات کو یقینی انداز میں بیان نہیں کر سکتا اور محبت مجھے پہلے ہی تباہ کر چکی ہے۔''

''ڈرو نہیں۔ آج میں نے ڈاکٹر آئیگر سے اجازت مانگ لی ہے کہ میں یہاں سے چلی جاؤں اور اپنی پسند کی کسی جگہ جا کر ہمیشہ کے لئے آنکھیں بند کر لوں۔ لیکن جب میں نے تم کو نرسوں کی گرفت میں دیکھا تو جانا کہ یہ ہے کیا۔ میں اس دنیا کو چھوڑتے ہوئے یہ منظر دیکھوں۔ تمہارا چہرہ اور میں نے نہ جانے کا فیصلہ کر لیا۔''

جب تم الیکٹرک شاک کے زیر اثر گہری نیند میں تھے تو اس وقت مجھے دوبارہ دل کا دورہ پڑا، اور میں نے سوچا کہ میرا وقت آ پہنچا۔ میں نے تمہارے چہرے پر نظریں ڈالیں اور تمہاری کہانی پر قیاس کرنے کی کوشش کرنے لگی اور پھر ہنسی خوشی مرنے کی تیاری کرنے لگی۔ لیکن موت نہیں آئی، میرا دل دوبارہ ٹھہر گیا شاید اس لئے کہ میں ابھی تک جوان ہوں۔''

ایڈورڈ نے نیچے دیکھا۔

''محبت کئے جانے سے پریشان نہ ہو۔ میں تم سے کچھ مانگ نہیں رہی ہوں۔ بس مجھے محبت کرنے دو اور دوبارہ پیانو بجانے دو۔ آج رات۔ صرف ایک بار۔ اگر مجھ میں اب بھی اتنی قوت ہے۔ اس کے عوض میں صرف ایک چیز چاہوں گی۔ اگر تم کسی کو یہ کہتے سنو کہ میں مر رہی ہوں تو تم سیدھے میرے وارڈ جاؤ، اور مجھے میری خواہش پوری کرنے دو۔''

ایڈورڈ کافی دیر تک خاموش رہا اور ویرونیکا نے سوچا کہ وہ شاید پھر اپنی الگ سی دنیا میں چلا گیا جہاں سے وہ کافی دیر تک واپس نہیں آیا۔

پھر اس نے ویلٹ کی دیواروں کے پار پہاڑوں کو دیکھا اور کہا:

''اگر تم یہ جگہ چھوڑنا چاہتی ہو تو میں تمہیں لیجا سکتا ہوں۔ مجھے صرف اتنا وقت دو کہ میں چند جیکٹس اور کچھ پیسوں کا انتظام کرلوں۔ پھر ہم چلیں گے۔''

''اس میں زیادہ دیر نہیں لگے گی، ایڈورڈ، یہ بات تم جانتے ہو۔''

ایڈورڈ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ اندر گیا اور دو جیکٹوں کے ساتھ واپس آ گیا۔

''یہ ابد تک رہے گی ویرونیکا۔ اتنی طویل کہ جیسا یادگار دن اور راتیں جو میں نے یہاں گزاری ہیں اور مسلسل کوشش کی ہے کہ جنت کے تصور کو بھول جاؤں......اور میں قریب قریب انہیں بھول بھی چکا ہوں گو کہ لگتا ایسا ہے کہ وہ واپس آ رہی ہیں۔''

''آؤ، اب ہمیں چلنا چاہئے۔ پاگل لوگ پاگل پن کی باتیں کرتے ہیں۔''

☆☆☆

24

اس رات جب سب لوگ ایک ساتھ رات کے کھانے پر جمع ہوئے تو ساتھیوں نے دیکھا کہ چار لوگ غیر حاضر ہیں۔

زیڈیکا جسے ہر شخص جانتا ہے ایک طویل مدت تک علاج کے بعد آزاد ہو گئی۔

''میری'' شاید سنیما چلی گئی ہو جیسا کہ وہ بارہا کہا کرتی تھی اور ایڈورڈ جو شاید ابھی تک الیکٹرک شاک کے اثر سے باہر نہیں نکل پایا ہو۔ انہوں نے جب یہ سوچا تو تمام ساتھیوں نے خوف محسوس کیا اور خاموشی کے ساتھ کھانا کھانے لگے۔

آخر میں سبز آنکھوں اور بھورے بالوں والی لڑکی غیر حاضر پائی گئی۔ جس کے متعلق سب ہی جانتے تھے کہ وہ پورا ہفتہ نہیں دیکھ سکے گی۔

ویلٹ میں کسی نے موت پر کھل کر بات نہیں کی لیکن غیر حاضری محسوس کی گئی حالانکہ ہر شخص کی ہمیشہ کوشش یہ ہوتی کہ ظاہر کرے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔

افواہ نے ایک میز سے دوسری میز تک گردش کرنا شروع کر دیا۔ کچھ رونے لگے کہ وہ زندگی سے بھرپور لڑکی تھی لیکن اب اسپتال کے پیچھے واقع مردہ خانے میں پڑی ہوئی ہے۔

وہاں ہمیشہ سے زیادہ حوصلہ مندی دیکھی گئی یہاں تک کہ دن کے اوقات میں بھی اس کے اندر پتھر کی تین میزیں تھیں اور عام طور پر ان میں سے ہر ایک پر ایک نیا جسم ہوا کرتا تھا، چادر میں لپٹا ہوا۔

ہر شخص جانتا تھا کہ اس رات ویرونیکا وہیں ہوگی۔ ان لوگوں میں سے وہ جو زیادہ پاگل تھے، جلد ہی غیر موجودگی کو بھول گئے۔ اس ہفتے کے دوران، ایک مہمان جو کبھی کبھی پیانو کی آواز سے دوسروں کی نیند میں خلل ڈالا کرتی تھی۔ چند لوگوں نے جب خبر سنی تو وہ شاید رنج میں مبتلا ہو گئے۔ بطور خاص وہ نرسیں جو ICU میں اس کے ساتھ رہ چکی تھیں۔ لیکن ملازمین تربیت یافتہ تھے اور کسی مریض کے ساتھ مضبوط تعلقات نہیں رکھا کرتے تھے کیونکہ ان میں سے کچھ تو واپس چلے جایا کرتے تھے اور کچھ مر جاتے تھے اور ایک بہت بڑی تعداد خراب ترین صورت حال سے دوچار رہا کرتی تھی۔ ان کا غم کچھ زیادہ دیر تک قائم رہا اور پھر ختم ہو گیا۔

مریض ساتھیوں کی ایک بڑی تعداد نے خبر سن کر ظاہر کیا کہ جیسے انہیں صدمہ پہنچا ہے لیکن حقیقت یہ تھی کہ انہیں سکون مل گیا تھا کیونکہ ایک بار پھر ویلٹ پر موت کا فرشتہ آیا اور وہ محفوظ رہے۔

25

کھانے کے بعد جب مذہبی لوگ جمع ہوئے تو گروپ کے ایک ممبر نے ایک اطلاع بہم پہنچائی کہ ''میری'' سینما نہیں گئی بلکہ پھر کبھی واپس نہ آنے کے لئے ویلٹ سے چلی گئی ہے۔

لگتا ہے کوئی بھی شخص مقصد کو زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔ وہ (ویرونیکا) ہمیشہ مختلف دکھائی دیتی تھی، شاید پاگل بھی، ویلٹ کے آئیڈیل ماحول میں رچ بس جانے کی صلاحیت سے محروم۔

''میری کبھی نہ سمجھ سکی کہ وہ یہاں کتنی خوش ہے۔'' ان میں سے ایک نے کہا۔ ''ہم ایک جیسے مقاصد کے ساتھ دوست ہیں۔ ہمارا لگا بندھا معمول ہے۔ کبھی کبھی ہم ایک ساتھ سیر و تفریح کے لئے باہر جاتے ہیں۔ یہاں لیکچرز ہوتے ہیں تا کہ ہم اہم معاملات پر گفتگو کر سکیں پھر ان کے خیالات پر باتیں کرتے ہیں۔ ہماری زندگی بھرپور اعتدال تک پہنچ چکی ہے جسے یہاں سے باہر کی دنیا والے حاصل کرنا چاہتے ہوں گے۔''

''یہ ایک حقیقت ہے ویلٹ میں قیام پذیر لوگ بیکاری سے محفوظ ہیں جو بوسنیا کی جنگ کے بعد عام ہے۔ معاشی مسائل اور تشدد سے بھی۔'' دوسرے شخص نے کہا۔ ''ہم میں نظم وضبط پایا جاتا ہے۔''

''میری نے مجھے یہ تحریر لکھی ہے۔'' اس شخص نے کہا جس نے خبر دی تھی۔ اس کے

ہاتھ میں ایک بند لفافہ تھا۔ ''اس کی خواہش تھی کہ میں اسے بلند آواز سے پڑھ دوں۔ جیسے کہ وہ ہم سب کو خدا حافظ کہہ رہی ہو۔''

گروپ کے عمر رسیدہ شخص نے لفافہ کھولا جیسا کہ ''میری'' نے کہا تھا۔ وہ اسے روکنا چاہتا تھا لیکن اب دیر ہو چکی تھی چنانچہ اس نے آخر تک پڑھ ڈالا۔

''جب کہ میں ایک جوان وکیل تھی تو ایک انگریز شاعر کی چند نظمیں پڑھی تھیں۔ اس نے کہا تھا کہ کچھ چیزوں نے مجھے بہت متاثر کیا۔'' ابلتے ہوئے چشمے جیسے بنو۔ چھت پر بنے ہوئے ٹینک جیسے نہ بنو جو بس پانی کو جمع رکھتا ہے۔'' میں ہمیشہ یہ سوچا کرتی تھی کہ وہ غلطی پر ہے۔ ابل جانا (Over flow) تو خطرناک ہے۔ کیونکہ اس طرح اس علاقے میں سیلاب آ جائے گا جہاں ہمارا پیارا قیام پذیر ہے اور اسے ہماری محبت اور مرغوبیت کے ساتھ ڈبو دے گا۔ میں نے اپنی پوری زندگی یہی کوشش کی کہ ایک ٹینک بنی رہوں اور اپنی اندرونی دیواروں سے باہر کبھی نہ نکلوں۔

''پھر کچھ ایسی وجوہات کے سبب جسے میں نہیں سمجھ سکی، مجھ پر ڈر اور دہشت کے دورے پڑنے لگے۔ میں ایک ایسی ہستی بن گئی جس کے لئے سخت ترین کوشش کی تاکہ نہ بنوں۔ میں ایک چشمہ بن گئی جس نے ابل کر میرے اردگرد موجود چیزوں کو ڈبو دیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ میں ویلٹ میں پہنچ گئی۔''

''اپنی صحت یابی کے بعد میں اسی ٹینک میں واپس آ گئی جہاں تم سب لوگ مل گئے۔ تمہاری دوستی کا شکریہ۔ بہت سے خوشی کے لمحات میں ہم سب ایک ساتھ رہے، جیسے کسی ایکوریم میں مچھلیاں ہوتی ہیں۔ خوشی اور مسرت کے ساتھ کیونکہ ہماری ضرورت کے مطابق کوئی ہمیں کھانا فراہم کر دیا کرتا اور جب ہمارا جی چاہتا ہم شیشے کے اندر سے باہر کی دنیا دیکھ لیا کرتے۔''

لیکن پرسوں پیانو اور ایک جوان عورت کی وجہ سے جو شاید اب مر چکی ہو، میں نے کچھ

اہم چیزیں سیکھیں۔ اندر کی زندگی بالکل ویسی ہی ہے جیسی کہ باہر کی زندگی۔ دونوں مقامات پر لوگ گروپ کی شکل میں جمع ہوتے ہیں۔ وہ اپنی دیواریں تعمیر کرتے ہیں اور کسی مانوس مشکل کو اپنی اوسط درجے کی زندگی میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتے۔ وہ کوئی کام کرتے ہیں کیونکہ اس کے عادی ہوتے ہیں، وہ بیکار قسم کے موضوعات کا مطالعہ کرتے ہیں۔ وہ تفریح طبع کا سامان کرتے ہیں کیونکہ ان سے توقع کی جاتی ہے اور باقی دنیا لکی رہتی ہے......انہیں اس قسم کی پابندیوں سے نکلنے دو۔ وہ توجہ سے ٹیلی ویژن پر خبریں دیکھتے ہیں جو ہم کبھی کبھی کرتے ہیں......اپنی خوشیوں کی تجدید کے لئے، مسائل سے گھری دنیا اور بے انصافیوں سے خود کو بچانے کے لئے۔

''میں جو کچھ کہہ رہی ہوں اس کا مطلب یہ ہے کہ مذہبی لوگوں کی زندگی بالکل ویسی ہی ہے جیسی ویلٹ کے باہر ہر شخص کی ہے یعنی ایکوریم کے شیشے کی دیوار کے باہر کی تمام معلومات کو نظر انداز کر دینا۔ ایک طویل مدت تک وہ آرام دہ اور کارآمد تھی لیکن لوگوں کی تبدیلی کے بعد اب میں کسی جرات مندانہ اقدام کی تلاش میں ہوں حالانکہ میری عمر 65 سال ہے اور میں تمام حدود سے واقف ہوں جو عمر کے ذریعے مل سکتی ہے۔ میں بوسنیا جا رہی ہوں۔ وہاں لوگ میرا انتظار کر رہے ہیں حالانکہ وہ مجھ سے واقف نہیں ہیں اسی طرح میں بھی انہیں نہیں جانتی لیکن مجھے یقین ہے کہ میں کارآمد ہو سکتی ہوں اور جرات مندانہ اقدام کی قیمت ایک ہزار دنوں کے آرام کے برابر ہے۔''

جب اس نے تحریر ختم کر لی تو سب کے سب مذہبی فرقے کے لوگ اپنے اپنے کمروں اور وارڈز میں یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ ''میری'' بالآخر پاگل ہو گئی۔

☆☆☆

26

ایڈورڈ اور ویرونیکا نے لبیانا میں ایک مہنگے ریسٹورنٹ کا انتخاب کیا، اچھے اچھے کھانوں کا آرڈر دیا، اور 1988ء کی شراب کی تین بوتلیں پی گئے۔ اس صدی کی سب سے اچھی انگوری شراب۔ انہوں نے ایک بار بھی نہ تو ویلٹ کا ذکر کیا، نہ ماضی اور نہ مستقبل کا۔

''میں سانپ کی اس کہانی کو پسند کرتا ہوں۔'' ایڈورڈ نے تیسری بار گلاس بھرتے ہوئے کہا۔ ''لیکن تمہاری دادی اتنی بوڑھی تھیں کہ کہانی کو صحیح طور پر بیان نہیں کر سکتی تھیں۔''

''برائے کرم میری دادی کا تھوڑا سا احترام ملحوظ خاطر رکھو''، ویرونیکا نشے میں غرائی اور ریسٹورنٹ میں موجود لوگوں نے مڑ کر دیکھا۔

''اس جوان عورت کی دادی کے نام۔'' ایڈورڈ نے یکا یک کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ ''ایک جام اس پاگل عورت کے نام جو میرے سامنے بیٹھی ہوئی ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ویلٹ سے فرار ہوئی ہے۔''

لوگوں نے اپنی توجہ دوبارہ کھانے کی طرف کر لی اور ظاہر کیا کہ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔

''ایک جام میری دادی کے لئے ویرونیکا نے اصرار کیا۔''

ریسٹورنٹ کا مالک ان کے قریب آیا۔

''کیا تم لوگ اچھا انداز اختیار کرو گے!''

وہ چند لمحات تک خاموش رہے پھر اسی طرح بلند آواز سے باتیں کرنے لگے۔ احمقانہ

تبصرے اور نامناسب طرز عمل کے ساتھ۔ ریسٹورنٹ کا مالک دوبارہ ان کی میز تک گیا، اور کہا کہ تمہیں بل وغیرہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن تم لوگ فوراً یہاں سے چلے جاؤ۔

ذرا سوچو کہ ہم اس مہنگی ترین شراب کی قیمت بچا لیں گے۔'' ایڈورڈ نے کہا۔ ''چلو ہم ریسٹورنٹ چھوڑ دیتے ہیں قبل اس کے کہ وہ شریف آدمی اپنا ارادہ تبدیل کر دے۔''

لیکن وہ اپنا ارادہ تبدیل کرنے والا نہیں تھا۔ وہ پہلے ہی ویرونیکا کی کرسی کو کھینچ رہا تھا۔ وہ بظاہر اخلاق کے ساتھ اسے جلد از جلد ریسٹورنٹ کے باہر دیکھنا چاہتا تھا۔

وہ لوگ چھوٹے سے چوراہے کے درمیان پہنچے جو شہر کے وسط میں واقع تھا۔ ویرونیکا نے راہباؤں کے اس کمرے کی طرف دیکھا جس میں وہ کبھی رہائش پذیر تھی۔ پھر اسے یاد آیا کہ وہ بہت ہی جلد مر جائے گی۔

''چلو تھوڑی سی اور شراب خریدتے ہیں۔'' ایڈورڈ نے کہا۔

قریب ہی ایک بار تھا۔ ایڈورڈ نے دو بوتلیں خریدیں، اور دونوں بیٹھ کر پینے لگے۔

''میری دادی کی پینٹنگ کی وضاحت کے بارے میں کیا غلطی ہے؟'' ویرونیکا نے کہا۔

ایڈورڈ سخت نشے میں تھا اور اسے یہ یاد کرنے میں شدید دشواری ہوئی کہ اس نے ریسٹورنت میں کیا کہا تھا لیکن اس نے کسی طرح خود کو سنبھال لیا۔

''تمہاری دادی نے کہا تھا کہ وہ عورت سانپ کے اوپر کھڑی ہوئی تھی۔ کیونکہ محبت اچھائیوں اور برائیوں پر حاوی ہوتی ہے۔ یہ ایک خوبصورت اور رومانٹک توضیح ہے۔ لیکن اس کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ میں نے یہ خاکہ پہلے بھی دیکھا ہے۔ یہ جنت کا ایک تصور ہے۔ جو میں نے اپنی پینٹنگ میں دکھایا ہے۔ میں یہ سوچتا رہا ہوں کہ لوگ کنواری (حضرت مریمؑ) کا خاکہ اس طرح کیوں بناتے ہیں۔

''اور وہ کیوں کرتے ہیں؟''

''کیونکہ کنواری نسوانی انرجی کو برابر تقسیم کرتی ہے اور وہ سانپ کی آقا ہے،

مالک ومختار ہے۔ کیونکہ وہ دانائی کی مظہر ہے، اگر تم اس انگوٹھی کو دیکھو جو ڈاکٹر آئیگر پہنتا ہے، تو دیکھو گی کہ اس پر معالجوں کا نشان بنا ہوا ہے۔ دو سانپ ایک لکڑی کے گرد کنڈلی مارے بیٹھے ہیں۔ محبت دانائی سے بلند ہوتی ہے۔ جیسے کہ کنواری سانپ کے اوپر ہے۔ اس کے لئے ہر چیز عقیدہ ہے۔ وہ یہ دیکھنے کی زحمت گوارا نہیں کرتی کہ اچھائی کیا ہے اور برائی کیا۔"

"کیا تم کچھ اور بھی جانتے ہو؟" ویرونیکا نے کہا۔ "کنواری اس بات کا کوئی نوٹس نہیں لیتی کہ دوسرے لوگ اس کے متعلق کیا سوچتے ہیں۔ تصور کرو کہ اس مقدس خاندان کے بارے میں وضاحت کی جا رہی ہے۔ اس نے کسی بات کی وضاحت نہیں کی، اس نے صرف یہ کہا کہ یہ ہوا ہے۔" اور کیا تم جانتے ہو کہ دوسروں کو کیا کہنا چاہئے تھا؟

"بے شک کہ وہ پاگل تھی۔"

دونوں ہنسنے لگے، ویرونیکا نے اپنا گلاس آگے بڑھایا۔

"مبارک ہو۔ تمہیں جنت کا تصور پینٹ کرنا چاہئے بجائے اس کے کہ صرف باتیں بناتے رہو۔"

"میں تمہارے ساتھ شروع کروں گا۔ ایڈورڈ نے کہا۔

اس چھوٹے سے چوراہے کے قریب ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے۔ اس چھوٹی سی پہاڑی کے اوپر ایک چھوٹا سا قلعہ ہے۔ ویرونیکا اور ایڈورڈ اس ڈھلوان راستے پر چڑھے۔ ہنستے اور برا بھلا کہتے ہوئے۔

قلعے کے پہلو میں، پیلے رنگ کی ایک بہت بڑی کرین کھڑی ہے۔ جو بھی پہلی بار لبیانا آتا ہے تو یہ کرین یہ تاثر دیتی ہے کہ قلعے پر کام جاری ہے اور جلد مکمل ہونے والا ہے۔ بہر حال لبیانا کے باسی اس حقیقت سے باخبر ہیں کہ وہ کرین وہاں برسوں سے کھڑی ہوئی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اس کی وجہ کسی کو نہیں معلوم، ویرونیکا ایڈورڈ سے کہتی ہے کہ اگر اسکول کے بچوں سے کہا جائے کہ لبیانا کے قلعے کی تصویر بناؤ تو وہ اپنی ڈرائنگ میں اس کرین کو

ضرور دیکھائیں گے۔

''اس کے علاوہ قلعے کے مقابلے میں کرین کو زیادہ بہتر حالت میں رکھا گیا ہے۔''

ایڈورڈ ہنسا۔

''تمہیں اب تک مر جانا چاہئے تھا۔'' اس نے کہا جو ابھی تک شراب کے زیر اثر تھا۔لیکن اس کی آواز میں خوف کی لہر تھی۔''اتنی بلندی چڑھنے کے بعد تمہارے دل کو بچنا نہیں چاہئے۔''

ویرونیکا نے اسے ایک طویل بوسہ دیا۔

''میرے چہرے کی طرف دیکھو۔'' ویرونیکا نے کہا۔''اسے اپنی روح کی آنکھوں سے یاد رکھنا تاکہ ایک دن صحیح طور پر عکاسی کرسکو۔اگر تم چاہو تو یہ تمہاری شروعات کا مرکز ہو سکتا ہے۔لیکن تمہیں دوبارہ پینٹنگ کی طرف چلے جانا چاہئے۔یہ میری آخری درخواست ہے۔کیا تم خدا پر یقین رکھتے ہو؟''

''میں خدا پر یقین رکھتا ہوں۔''

''پھر تم قسم کھاؤ۔اس خدا کی جس پر تم یقین رکھتے ہو کہ تم مجھے پینٹ کرو گے۔''

''میں قسم کھاتا ہوں۔''

''اور یہ کہ تم مجھے پینٹ کرنے کے بعد، پینٹنگ جاری رکھو گے۔''

''مجھے نہیں معلوم کہ میں یہ قسم کھا سکتا ہوں۔''

''تم کھا سکتے ہو،اور میں مزید کہوں گی کہ:شکریہ کہ تم نے مجھے زندگی کا مفہوم سمجھایا۔ میں اس دنیا میں اس لئے آئی تاکہ ہر مرحلے سے گزر سکوں،جس سے میں گزری خودکشی کی کوشش کی،اپنے دل کو تباہ کیا،تم سے ملی،اس قلعے پر آئی،اپنے چہرے کو تمہاری روح میں سمویا۔دنیا میں میرے آنے کی صرف یہی وجہ تھی کہ تمہیں اس راستے پر واپس بھیجوں جسے تم نے چھوڑ دیا تھا۔مجھے یہ احساس نہ دلاؤ کہ میری زندگی اکارت گئی۔''

''میں یہ بات نہیں جانتا کہ یہ جلدی ہے یا تاخیر لیکن تم نے میرے ساتھ جو کچھ کیا تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ تم اس پر یقین نہ کرو ممکن ہے یہ دیوانگی ہو میرا خیالی محل۔''

ویرونیکا نے اس کے گرد اپنے بازو حمائل کیے اور خدا سے کہا، جسے وہ نہیں مانتی کہ اسی لمحے اٹھا لے۔

اس نے اپنی آنکھیں بند کیں اور محسوس کیا کہ وہ بھی یہی کر رہا ہے، اور پھر اس پر بے خواب نیند کا شدید غلبہ ہوا۔ موت انتہائی پُر لطف تھی۔ اس میں شراب کی مہک تھی جس نے اس کے بالوں کو منتشر کر دیا۔

27

ایڈورڈ نے محسوس کیا کہ کوئی اس کے شانوں کو ہلا رہا ہے۔ اس نے جب اپنی آنکھیں کھولیں تو دن نکل رہا تھا۔

''اگر تم چاہو تو ٹاؤن ہال میں جا کر پناہ لے سکتے ہو۔'' پولیس مین نے کہا۔ ''اگر تم یہاں رکے رہے تو جم جاؤ گے۔''

ایک ہی سیکنڈ کے اندر، ایڈورڈ کو یاد آیا کہ گزشتہ شب کیا کچھ ہوا تھا۔ اس کے بازوؤں میں ایک بل کھاتی ہوئی عورت تھی۔

''وہ...... وہ مر چکی ہے۔''

لیکن عورت نے حرکت کی اور آنکھیں کھول دیں۔

''کیا ہو رہا ہے؟'' ویرونیکا نے پوچھا۔

''کچھ بھی نہیں۔'' ایڈورڈ نے اسے سہارا دیتے ہوئے کہا۔ ''شاید ایک معجزہ ہوا ہے: زندگی کا دوسرا دن۔''

☆☆☆

28

ڈاکٹر آئیگر جیسے ہی اپنی کمرۂ مشاورت میں پہنچا اور لائٹ جلائی کہ دن کی روشنی ہونے میں ابھی دیر تھی۔ موسم سرما دور ہوتا جا رہا تھا کہ اتنے میں دروازے پر ایک نرس نے دستک دی۔

''آج ہر بات وقت سے پہلے ہو رہی ہے۔'' اس نے خود سے کہا۔

یہ ایک مشکل دن تھا کیونکہ وہ ویرونیکا سے گفتگو کرنے جا رہا تھا۔ وہ اس کے لئے ایک ہفتے سے تیاری کر رہا تھا، اور گزشتہ شب اس نے مشکل سے ہی آنکھیں جھپکائی ہوں گی۔

''مجھے کچھ تشویش ناک خبریں ملی ہیں۔'' نرس نے کہا، ''دو مریض غائب ہو گئے ہیں: سفیر کا لڑکا اور وہ عورت جسے قلب کا مسئلہ تھا۔''

''سچ یہ ہے کہ تم لوگ نااہل ہو، کیا اس اسپتال میں ہمیشہ اچھی سیکورٹی نہیں رہی ہے۔''

''اس سے پہلے تو یہاں سے کسی نے فرار ہونے کی کوشش نہیں کی۔'' نرس نے ڈرتے ہوئے کہا، ''ہمیں نہیں معلوم کہ یہ کیسے ممکن ہوا۔''

''یہاں سے دور ہو جاؤ۔ ہمیں اب مالکان اسپتال کے لئے ایک رپورٹ مرتب کرنی ہے۔ پولیس کو اطلاع دو، کوئی قدم اٹھاؤ، ہر شخص سے کہہ دو کہ مجھے کوئی پریشان نہ کرے۔ ایسے مسئلوں میں گھنٹوں لگ جاتے ہیں۔''

نرس جس کا چہرہ زرد ہو رہا تھا چلی گئی۔ وہ جان رہی تھی کہ اس بڑے مسئلے کا زیادہ تر بار

اسی کے کندھوں پر ہوگا۔ کیونکہ طاقتور، کمزوروں کے ساتھ ہمیشہ یہی کرتے ہیں اس میں اسے شبہ نہیں تھا کہ دن ختم ہونے سے پہلے پہلے وہ ملازمت سے برخواست ہوجائے گی۔

ڈاکٹر آ ئیگر نے ایک پیڈ اٹھایا، میز پر رکھا، اور نوٹس بنانے لگا، پھر ارادہ بدل دیا۔ اس نے لائٹ بند کردی، اور دن کی ہلکی روشنی میں بیٹھ کے سوچنے لگا۔ پھر مسکرایا۔ اس نے کام تو کیا۔

تھوڑی دیر میں وہ ضروری رپورٹ بنالے گا۔ تیزابی زہر کا واحد علاج۔ یہ جاننا ہے کہ زندگی کیا ہے، اوران دواؤں کا ذکر جو اس نے مریض کے بڑے ٹیسٹ میں استعمال کی۔ موت سے متعلق معلومات۔

ممکن ہے کہ دوسری قسم کی ادویات بھی ہوں لیکن ڈاکٹر آ ئیگر نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنے مقالے میں اسی کو مرکز بنائے گا، جسے سائنٹیفک انداز میں استعمال کرنے کا اسے موقع ملا تھا۔ اس جوان عورت کا شکریہ جو انجانے میں اس کی قسمت کا حصہ بن گئی، وہ جب آئی تھی تو انتہائی مشکل حالات کا شکار تھی۔ خواب آور دوا کی ایک بڑی مقدار کھانے اور قریب قریب کومے (سکتے) میں۔ وہ ایک ہفتے تک زندگی اور موت کے درمیان پستی رہی۔ اسے اپنے تجربے کے لئے اتنے ہی وقت کی ضرورت تھی۔

ہر بات کا دارومدار ایک چیز پر تھا۔ لڑکی میں بچ رہنے کی کتنی گنجائش ہے، اور اس میں تھی، بغیر کسی خطرناک نتیجے کے، بغیر کسی صحت کے مشکل مرحلے کے۔ اگر وہ اپنا خیال کرتی تو طویل عرصے تک زندہ رہ سکتی تھی۔ خود اس سے (ڈاکٹر آ ئیگر) بھی زیادہ۔

لیکن ڈاکٹر آ ئیگر وہ واحد شخص تھا جسے یہ خبر تھی۔ اسی طرح جیسے وہ جانتا تھا کہ ناکام اقدام قتل، جلد یا بدیر ایک اور کوشش کرتا ہے۔ کیوں نہ اسے Guinea Pig دیا جائے تا کہ یہ دیکھا جائے کہ تیزابی زہر، یا تلخی رفع ہوتی ہے یا نہیں؟

چنانچہ ڈاکٹر آ ئیگر نے اپنا پلان اس طرح ترتیب دیا۔

Fenotal نام کی دوا استعمال کرتے ہوئے انتظام کیا کہ دل کے دورے پر اس کا کیا اثر ہوتا ہے۔ ایک ہفتے تک ویرونیکا کو انجکشن لگائے گئے۔ اس دوران وہ سخت ڈری ہوئی رہی کیونکہ اس کے پاس اتنا وقت تھا کہ وہ موت کے متعلق سوچ سکے، اور اپنی زندگی کا تجزیہ کر سکے۔ اس طرح، ڈاکٹر آئیگر کے مقالے کے مطابق (اس کے کام کا حتمی باب اور اس کا عنوان ہوگا۔ ''موت سے متعلق آگاہی، ہمیں زندگی کو اور شدت سے بسر کرنے کا حوصلہ دیتی ہے'') لڑکی نے اپنی ہمت اور حوصلے سے تیزابی زہر کو یکسر ختم کر دیا، اور ممکن ہے کہ وہ اب کبھی خودکشی کرنے کی کوشش نہ کرے۔

آج اسے ویرونیکا سے مل کر کہنا تھا کہ انجکشنز کا شکریہ اور اس نے یہ دیکھ لیا ہے کہ اس کے دل کی کیفیت بالکل بدل گئی ہے۔ ویرونیکا کے فرار نے اسے ناپسندیدہ تجربے سے بچا لیا ہے کہ وہ ابھی تک وہاں پڑی رہے۔

ڈاکٹر آئیگر نے جس بات کو اہمیت نہیں دی تھی وہ اس کے تیزابی زہر کے علاج میں، دوسروں تک پھیل جانے کی قوت تھی، ویلٹ میں بہت سے لوگ آہستہ آتی ہوئی موت سے آگاہی کے باعث سہمے ہوئے تھے۔ وہ سب کے سب سوچ رہے ہوں گے کہ ان میں کیا کمی ہے، اور اپنی زندگی کا نئے سرے سے جائزہ لے رہے ہوں گے۔

اس کے پاس ''میری'' آئی تھی کہ اسے ڈسچارج کر دیا جائے۔ دوسرے لوگ چاہتے ہیں کہ ان کے کیس کا ازسرِ نو جائزہ لیا جائے۔ سفیر کے لڑکے کا زہر زیادہ تشویشناک تھا۔ اس لئے کہ وہ چپ ہو چکا تھا۔ ممکن ہے کہ اس نے ویرونیکا کے فرار ہونے میں مدد دی ہو۔

''ممکن ہے کہ وہ دونوں اب بھی ایک ساتھ ہوں۔'' اس نے سوچا۔

کچھ بھی ہو سفیر کے لڑکے کو معلوم تھا کہ ویلٹ کہاں ہے۔ اگر وہ واپس آنا چاہے تو آ سکتا ہے۔ ڈاکٹر آئیگر چھوٹی سے چھوٹی تفصیل پر غور کرنے کے لئے جذباتی ہو رہا تھا۔

چند لمحات میں ہی اسے دوسرا خیال آیا کہ جلد یا بدیر ویرونیکا کو یہ بات معلوم ہو جائے

لی کہ اب وہ ہارٹ اٹیک سے نہیں مرنے والی ہے۔ ممکن ہے کہ وہ کسی ماہر ڈاکٹر کے پاس جا کر دکھائے، اور وہ یہ کہے کہ اس کا دل ہر طرح صحت مند ہے، اور وہ یہ سوچے کہ ویلٹ کا ڈاکٹر جس نے اسے دیکھا تھا انتہائی نااہل تھا۔ لیکن وہ تمام لوگ جو ممنوعہ موضوعات پر تحقیق کی جرات رکھتے ہیں انہیں دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک تو ہمت کی اور دوسرے جذبے کی۔

لیکن ان دونوں کا کیا ہوگا جو وہ ممکنہ موت کے خوف کے ساتھ جئے گی؟

ڈاکٹر آئیگر نے اس پر کافی سوچ بچار کے بعد فیصلہ کیا کہ یہ کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہے۔ وہ ہر دن کو ایک معجزاتی دن سمجھے گی، اور جو واقعی ہے جب تم بہت سی غیر متعلقہ چیزوں کے متعلق سوچو جو ہر سیکنڈ میں کمزور وجود کے ساتھ وقوع پذیر ہوتی رہتی ہیں۔

اس نے سوچا کہ سورج کی کرنیں سخت ہوتی جا رہی ہیں۔ اسی وقت ویلٹ میں مقیم لوگ ناشتہ کر رہے ہوں گے۔ جلد ہی اس کی انتظارگاہ بھر جائے گی۔ عمومی مسائل سر اٹھائیں گے۔ لہٰذا بہتر ہوگا کہ اپنے مقالے کے لئے نوٹس لے لئے جائیں۔

اس نے ویرونیکا کے ساتھ ہونے والے تجربات کی جزیات کو ضبط تحریر میں لانا شروع کر دیا۔ وہ اپنی رپورٹ میں یہ بھی لکھے گا کہ ویلٹ کی عمارت اور سیکورٹی میں کیا خامیاں ہیں۔

☆☆☆

ایسا لگتا ہے جیسے اللہ، یہودا، خدا...... یہ اہم نہیں کہ تم اُسے کیا کہہ کر پکارتے ہو...... آج کل اس دنیا میں نہیں، کیونکہ اگر وہ چاہتا تو ہم اب بھی جنت میں رہ رہے ہوتے جبکہ وہ اپیلوں، درخواستوں، لوگوں کی خواہشات، ہدایات اور تنبیہہ، ابتدائی فیصلوں کی دلدل میں پھنسا ہوا ہے اور بے شمار مقدمات کا فیصلہ کرتا ہے، انجانے میں ایک ایسے ضابطے، جس کی بنیاد قانون میں نہیں تھی، کو توڑنے پر حضرت آدم کو جنت سے نکال دیا گیا......

جب قانون ٹوٹ گیا تو خدا...... قادرِ مطلق منصف نے ان کی تحقیقات کا ارادہ کیا جیسے وہ ہر پوشیدہ مقام کو پہلے ہی نہیں جانتا۔ فرشتوں نے اس کھیل سے دلچسپی لیتے ہوئے تلاش شروع کر دی (شاید ان کی زندگی بے کیف ہو چکی تھی کیونکہ شیطان کو جنت سے نکال دیا گیا تھا)......

میں لوگوں کو بتاؤں گی کہ وہ اخلاقی ہدایت نامے پر عمل پیرا نہ ہوں بلکہ خود اپنی زندگی کو دریافت کریں خواہشات، مہم جوئی اور زندہ رہنا...... میں کیتھولک کو Ecclesiastes کا حوالہ دوں گی، مسلم کو قرآن سے، یہودیوں کو توریت سے اور خدا کو نہ ماننے والوں کو ارسطو سے......

اگر تم زندہ ہو تو خدا تمہارے ساتھ ہے اگر تم خطرات مول لینے سے انکار کرو گے تو خدا تمہیں جنت سے دور کر دے گا۔ اس بات کو ہر شخص جانتا ہے لیکن کوئی قدم نہیں اٹھاتا شاید اس خوف سے کہ لوگ اسے پاگل سمجھیں گے......

''جنت کا منظر'' کے لئے صرف چند لوگ مخصوص کئے گئے تھے۔ جنہیں کتابوں میں ہیرو اور ایمان ویقین کا شہید کہا گیا تھا۔ ایسے لوگوں کو اپنے بچپن ہی سے علم ہوتا ہے کہ دنیا ان سے کس بات کی توقع کرتی ہے۔ اس نے جو پہلی کتاب پڑھی تھی ان میں نام نہاد حقائق دراصل داستان گو کی اختراعات تھیں۔

لاہور • حیدرآباد • کراچی •

e-mail: fictionhouse2004@hotmail.com